حقّانی

عقائد الاسلام

تفسیر حقّانی کے نامور مُصنّف اور مشہور فقیہ و مُتکلّم
حضرت مولانا عبد الحق حقّانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
کی اسلامی عقائد پر جامع کتاب جس میں اُمّتِ مُسلمہ کے
اِجماعی مسائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے نیز گمراہ
فِرقوں نے جن مقامات پر لغزش کھائی ہے، اُن کی
نشان دہی کی گئی ہے۔

ادارۂ اسلامیات
لاہور - کراچی
پاکستان

حقّانی

عقائد الاسلام

تفسیرِ حقّانی کے نامور مُصنّف اور مشہور فقیہ و مُتکلّم، حضرت مولانا عبدالحق حقّانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اسلامی عقائد پر جامع کتاب جس میں اُمّتِ مُسلمہ کے اِجماعی مسائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے نیز گمراہ فِرقوں نے جن مقامات پر لغزش کھائی ہے، اُن کی نشان دہی کی گئی ہے۔



اِدارۂ اِسلامیات لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نَوَالِہٖ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاٰلِہٖ

مقدمہ انسان خیال کرے کہ دنیا میں ہمیشہ کوئی نہیں رہا آخر ہر شخص ایک روز یہاں سے جائیگا اور آخرت میں اپنا کیا پائے گا پس ضرور ہے کہ یہاں سے کمال حاصل کرلے جاوے تاکہ وہاں کے عذابوں سے بچے اور عیش و آرام دائمی پاوے اور وہ کمال یہ ہے کہ اپنے خالق کے سب احکام کو جانے اور مانے اور ان احکام کی دو قسم ہیں ایک وہ کہ جن میں ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضار کے عمل کی حاجت ہو جیسے نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ دوسرے وہ کہ جن میں اعضار کے عمل کی احتیاج نہ ہو بلکہ ان کا صرف مان لینا ہی کافی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور اس کو سمیع و علیم و بصیر سمجھنا یا قیامت اور جنت دوزخ کو حق سمجھنا۔ علمار رحمہم اللہ نے لوگوں کی آسانی کے لئے قرآن و احادیث سے پہلی قسم کے احکام کو نکال کر تفصیل سے جدا مرتب کیا اور اس علم کا نام **فقہ** رکھا اور دوسری قسم کے احکام کو الگ تفصیل سے لکھا اور اس کا نام **عقائد** رکھا۔ **سوال**۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں یہ علم تدوین نہ ہوئے تھے پھر کیونکر دینی علوم ہو گئے **جواب** اس وقت خیر میں کہ جس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ[1]۔ ان علوم کی تدوین اور ترتیب کی احتیاج نہ تھی کس لئے کہ حضرت کی برکتِ صحبت سے ان لوگوں کے ذہن صاف اور طبیعتیں پاک تھیں کج طبع اور اہل فساد بھی کم تھے۔ پھر جب اس زمانہ کے بعد طرح طرح کے واقعات پیش آئے علمار نے انہیں احکام کو جو مجملاً قرآن اور احادیث میں مذکور تھے مرتب اور مدلل کر کے باب اور فصول وار حسب احتیاج ان کے مواقع پر تفصیل سے

---

[1] اچھا دور میرا ہے پھر ان لوگوں کا دور کہ اس کے بعد ہے پھر وہ کہ اس کے بعد ہے رواہ البخاری ۱۲ منہ

الگ الگ جمع کردیا علیٰ ہذا القیاس روز بروز اور بہت سے علوم کہ جن کی طرف حاجت پڑتی گئی تدوین ہوتے گئے۔

وجہ تسمیہ علمِ کلام | اور اس علم عقائد کو علم کلام بھی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب یہ علم تدوین ہوا تو ہر مسئلے کے اول میں بجائے لفظ بیان اور بحث کے لفظ کلام لایا کرتے اور یوں کہا کرتے تھے اَلْکَلَامُ فِیْ کَذَا یعنی کلام شروع ہے فلاں مسئلہ میں پس اس سبب سے اس کو علم کلام کہنے لگے یا اس وجہ سے کہ اس علم کی بنا اکثر نقلی اور عقلی دلیلوں پر ہے لہٰذا اس سے مخالف کے دل میں بڑی تاثیر ہوتی ہے بخلاف ان علوم کے کہ جو فقط عقلی یا نقلی ادلہ پر مبنی ہوں اور کلام مشتق کلم سے ہے کہ جس کی معنی لغت میں زخم کرنے کے ہیں چونکہ یہ علم مخالف کے دل میں بسبب زیادتی تاثیر کے زخم کرتا ہے اس کو کلام کہنے لگے۔ یا یہ وجہ ہے کہ کلام الٰہی کی اس علم میں زیادہ تحقیق ہے اس لئے اس کو کلام کہنے لگے۔ یا یہ وجہ ہے کہ جسطرح حکماء یونان نے منطق کو (کہ جسکے مقابل کے رد کرنے کو نطق یا گویائی پیدا ہو جاتی ہے) تدوین کیا اس کے مقابلہ میں حکمائے اسلام نے مخالفوں کے رد کرنے کے واسطے علم کلام (کہ جس کے سبب سے مخالف کے سامنے کلام کرنے کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے) تدوین کیا پس جسطرح منطق کو بسبب قوت دینے نطق کے منطق کہنے لگے اسی طرح اس علم کو بسبب قادر کرنے اوپر کلام کرنے کے کلام کہنے لگے۔

شرف کلام | یہ علم سب دینی علموں سے اشرف ہے کیونکہ اس میں عقائد دینی کا ذکر ہے اور عقیدے کی صحت پر سب عبادات کا مدار ہے کیونکہ اگر عقیدہ خراب ہے تو کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور یہ سب علوم دینیہ کی اصل بھی ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات خصوص کلام اور نبوت وغیرہا ایسی چیزوں کا ثبوت ہے جن پر سب علوم دینیہ کا مدار ہے پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اول اس علم کو حاصل کرے تاکہ عقائد درست ہو جائیں اس کے بعد سب عبادات درجۂ قبولیت پاویں فائدہ اس علم کا یہ ہے کہ اپنے عقائد درست کر کے جنت الفردوس میں ہمیشہ آرام پاوے اور دوزخ کے سخت عذابوں سے کہ جو بسبب فساد عقیدے کے ہوں گے چھوٹ جاوے۔

ائمہ علمِ کلام | ابو منصور ماتریدی کہ جو تین واسطے سے امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور

جو سنہ تین سو تینتیس ہجری میں فوت ہوئے اور ماترید سمرقند کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کے رہنے والے تھے اور ابوحسن اشعری کہ جو قریب اسی زمانے کے تھے یہ دونوں شخص اہل سنّت والجماعت کے عقائد میں امام ہیں مسئلہ تکوین وغیرہا چند تحقیقات میں ان کا باہم اختلاف ہے باقی ہر مسئلہ میں متفق ہیں۔

اشاعرہ سو مسئلہ اختلافیہ میں شافعیہ، امام ابوالحسن اشعری کے تابع ہیں اس وجہ سے ان کو اشعریہ کہتے ہیں اور حنفی امام ابومنصور کے تابع ہیں اس سبب سے ان کو ماتریدیہ کہتے ہیں اور اہل سنّت شافعی حنبلی مالکی حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں ان متقدمین کے عہد میں علم عقائد میں وہ عقائد دینیہ کہ جو قرآن و احادیث سے ثابت تھے مذکور ہوا کرتے تھے منطق اور فلسفہ کو دخل نہ تھا جس طرح کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہ کی کتاب ہے البتہ متقدمین، فرقہ معتزلہ کے رد کرنے کا زیادہ اہتمام کرتے تھے تاکہ عوام ان کے دام میں نہ آویں۔

ذکر حدوث معتزلہ معتزلہ کے حدوث کا یوں قصہ ہے کہ ایک شخص واصل بن عطاء شیخ حسن بصریؒ کی مجلس میں یہ کہنے لگا کہ کبیرہ گناہ کرنے سے نہ مومن رہتا ہے نہ کافر ہوتا ہے حسنؒ نے فرمایا قَدِ اعْتَزَلَ عَنَّا یعنی یہ شخص ہم جمہور اہل اسلام سے الگ ہو گیا سو اسی روز سے واصل کے گروہ کو معتزلہ کہنے لگے۔ علیٰ ہذا القیاس جو لوگ جمہور اہل اسلام سے عقائد میں مخالف ہوتے گئے ان کے فرقوں کے جدا جدا نام بھی مقرر ہوتے گئے یہاں تک کہ نبی صلعم کی خبر کے مطابق جمہور اہل اسلام میں سے بہتّر[۷۲] فرقے نکلے وہ سب کے سب گمراہ ہیں اگر ان کے عقائد کفر تک نہ پہنچے ہوں گے تو انجام کار دوزخ سے نجات پا دینگے تہترواں[۷۳] فرقہ جمہور اہل اسلام کا کہ جس کا نام اہل سنّت و فرقہ ناجیہ ہے اور وہ خاص نبی صلعم اور ان کی آل و اصحاب کے طریقہ پر ہے) راہ راست پر ہے چنانچہ اس کی تحقیق آگے آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ معتزلہ اور شیعہ بجز بعض مسائل کے جیسا کہ مسئلہ امامت ہے اکثر عقائد میں متفق ہیں واصل کے بعد اس کے پیرو مدت دراز تک اپنے عقائد کو ادلہ فلسفیہ سے مدلّل کر کے لوگوں کو بہکاتے رہے جمہور اہل اسلام میں سے کسی نے کما ینبغی ان کے رد کرنیکا اہتمام نہ کیا یہاں تک کہ امام ابوحسن اور ان کے استاذ ابو علی جبائی معتزلی کی مسئلہ اصلح میں کہ جس کا ذکر آگے آویگا گفتگو شروع

ہوئی ابو علی نے الزام فاش کھایا اور سکوت اختیار کیا اس وقت سے ابوحسن اور ان کے پیروؤں نے عقائد حقہ کا اثبات اور مخالفین خصوص معتزلہ کا رد کرنا شروع کیا گویا متقدمین میں مخالفین کا رد کرنا انہیں سے شروع ہوا ہے پھر جب کہ خلفائے عباسیہ کے عہد میں منطق اور فلسفہ کا یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ تو متاخرین نے منطق اور فلسفہ (تاکہ مخالفین اور خصوصاً حکماء کا انہیں کی ادلہ سے خوب رد ہو) علم کلام میں بھر دیا اس لئے محققین نے علم کلام اور اس کے اشتغال کی مذمت کی ہے کیونکہ عقلی اور حسی تحقیق کسی حد تک کیوں نہ ہو شکوک و شبہات کی آلائش سے پاک نہیں ہوتی اور جس قدر چھانا جاتا ہے اسی قدر کرکرا ہوتا ہے بنا فلسفہ کیا اطمینان دلا سکتا ہے کہ آیندہ چل کر اس کے موجودہ مسائل میں غلطی ثابت نہ ہوگی کہ آج سے بیس برس پیشتر جن تحقیقات پر ناز تھا ان میں سے بعض کے اغلاط کا اشتہار نہیں دیا گیا کمزور اور متاثر اذہان ان ظنی تحقیقات کو یقینی سمجھ کر ان کے ایسے دلدادہ ہو جاتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں الہامی امور کو (کہ جہاں وہم و خیال کی لغزشوں اور جو اس کے اختلال اور عقل و استدلال کے متزلزل کو دخل نہیں) کمزور جان کر ترک مذہب یا ترک اسلام کا عار تو نہیں اٹھاتے پر الہامی مسائل کو کھینچ تان کر تاویلات رکیکہ کے ذریعہ سے ان بلغی تحقیقات[1] کے مطابق کرنے میں کوشش کرتے ہیں تاکہ الہامی مسائل فلسفی مسائل کی ٹکر سے چکنا چور نہ ہو جاویں ایسا کرنے کو وہ اسلام کی حمایت اور جہاد اکبر جان کر مسلمانوں بلکہ ان کے پیغمبر علیہ السلام بلکہ ان کے خدائے پاک پر احسان سمجھتے ہیں کس لئے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی بگڑی بات بنا دی اور اس کی غلطی کی اصلاح کر دی (معاذ اللہ) یونانی فلسفہ کے سبب فرقہ معتزلہ نکلا تھا اور اب نئے فلسفہ کے سبب فرقہ نیچریہ پیدا ہوا گو دار مدار تکلیف شرعی عقل پر ہے اور اسی سے لئے جہاں رسول نہیں آئے وہاں لوگوں پر صرف توحید ہی فرض ہوئی کیونکہ توحید کا حق ہونا عقل سے دریافت ہو سکتا تھا۔

---

[1] چنانچہ ایک شخص اپنی تصانیف میں قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے مسائل کے خلاف فلسفہ فرنگ کی تاویلات میں نبوت کو ایک جسمانی ملکہ بمنزلہ لوہار، بڑھئی کے کام کے ملکہ کے کہتے ہیں حضرت جبریل بلکہ کل فرشتوں کا انکار اور کبھی ان کو قوائے نادی بتلاتے ہیں انبیاء کے معجزات کا بھی انکار ہے جنت و عقوبات دوزخ جو نصوص قرآن میں وارد ہیں سب کا صاف انکار بذریعہ تاویل اسی طرح معراج جسمانی اور عرش و کرسی و قصۂ آدم جو قرآن میں موجود ہے اس کا بھی انکار ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

رائے میں غلطی واقع ہونے کا سبب | لیکن ہر وقت ہر شخص کی عقل بھی تو صواب پر نہیں ہوتی اور کیونکر ہو سکتی ہے کس لئے کہ عقل نامعلوم چیز کا ادراک چند معلومات سے ترتیب دے کر کرتی ہے اور وہم جو باعث غلطی ہے بسا اوقات عقل کا مزاحم ہو جاتا ہے پس کبھی ان معلومات کو کہ جو اس مطلوب کے واسطے مبادی نہیں تھے ان کو مبادی بنا لیا۔ اور کبھی خود اس ترتیب میں غلطی ہو جاتی ہے کہ جس کو مقدم کرنا تھا موخر کر دیا یا کسی مقدمے کی کوئی شرط فوت ہو گئی علیٰ ہذا القیاس اور یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک عاقل کی رائے دوسرے کی رائے کے برخلاف ہوتی ہے بلکہ کبھی ایک ہی عاقل کی رائے اس کی دوسری رائے کے مخالف ہو جاتی ہے پھر کبھی وہ ایک نتیجہ صحیح قرار دیتا ہے پھر کبھی اسی کو غلط بتاتا ہے چنانچہ اس امر میں ہمارے بیان کا یہ شاہد ہے کہ کل حکمائے یونان اور فرنگ وغیرہ دو فریق ہو کر ان میں سے ایک فریق جس میں حکیم بطلیموس بھی ہے انکی یہ رائے ہے کہ سات آسمان اور عرش و کرسی کہ جن کو فلک ثامن اور فلک افلاک کہتے ہیں بترتیب موجود ہیں اور دوسرا فریق کہ جس میں حکیم فیساغورس ہے اس کا انکار کرتا ہے اور دونوں فریق اپنے اپنے مدعا پر ادلہ لاتے اور مشاہدات پیش کرتے ہیں پس دونوں فریق میں سے ایک تو ضرور غلطی پر ہوگا پھر جب کل حکماء میں سے ایک فریق کا فریق قطعاً غلطی پر ہوا تو دوسرے فریق کا کسی اور جگہ غلطی پر ہونا کچھ بھی بعید نہیں اور جب بہت سے حکماء ایک ظاہر چیز میں غلطی کھا گئے تو پھر ایک دو کی رائے کا خصوص امور آخرت میں کیا اعتبار ہے لہٰذا رائے اس قابل نہیں کہ اس کے اعتماد پر انبیاء علیہم السلام کے اقوال یا قرآن وغیرہ کتب الٰہیہ میں شک کیا جاوے یا ان کے ظاہر معنی کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وحی میں کسی طرح کی غلطی واقع نہیں ہوتی جب نبی علیہ السلام کا کوئی قول بسند صحیح ثابت ہو جائے اس پر یقین لانا چاہیئے اور ہر امر میں قول نبوی علیہ السلام کو کسوٹی تصور کرنا چاہیئے جس کی رائے اس کے مطابق ہو وہ صحیح ورنہ غلط الحاصل متاخرین کے کلام میں مصروف رہنا اچھا نہیں ہاں متقدمین عقائد دینیہ کو قرآن اور احادیث سے مدلل کیا کرتے اور مخالفوں کے شبہات کا جواب بھی دیا کرتے تھے قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اثبات حشر کے لئے بہت سے ادلہ قائم فرمائے ہیں اور مشرکوں کو رد شرک میں بہت سے الزام فاش دیئے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا[۱]۔ اور نبی صلی اللہ

---

[۱] سورہ انبیاء رکوع ۲۔ ۱۲

علیہ وسلم نے بھی ابن زبعری[1] کو الزام دیا تھا لیکن وہ منطق اور فلسفہ کو چنداں دخل نہ دیتے تھے سو ہم بھی اپنی اس کتاب میں متقدمین ہی کے طریقہ کو اختیار کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ مرتبہ اس کتاب کا یہ ہے کہ پہلے کچھ ضروری لکھنا پڑھنا کہ جس سے یہ کتاب خوب سمجھ میں آوے اور اس کا ہر ایک مسئلہ ذہن نشین ہو جائے حاصل کرلے پھر اس کتاب کو دیکھے پھر اگر علائق دنیاوی میں مصروف ہو جائے گا یا غیر جنس لوگوں کی صحبت کا اتفاق پڑے گا تو عقائد میں کسی طرح کا فتور نہ آوے گا۔ اور ملاحدہ ویہود و نصاریٰ کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے دین میں کچھ قصور نہ آوے گا مسلمانوں کو واجب ہے کہ اس علم کو سیکھیں اور اپنی بیویوں اور بچوں کو سکھاویں تاکہ بلیّات دینوی و اُخروی سے نجات پاویں اور لڑکوں کی فطرت سلیمہ محفوظ رہے اور اوائل عمر میں عقائد حقہ نقش کالحجر ہو جائیں بالخصوص اس زمانہ میں کہ ہر طرف سے گمراہی کا زور اور گمراہ لوگوں کا کہ شیاطین الانس ہیں ہر گلی و کوچہ میں غل و شور ہے اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بِوَجْہِ نَبِیِّکَ الْکَرِیْمِ۔

واضح ہو کہ وہ عقائد جو کتب اسلامیہ میں مندرج کیے جاتے ہیں تین قسم ہیں قسم اول وہ ہیں کہ جو یقینی اور قطعی ہیں اور پھر ان کی تین نوع ہیں نوع اول وہ کہ جو قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہیں نوع دوم وہ کہ جن کا مضمون نبی علیہ السلام سے بہ نقل متواتر ثابت ہو خواہ لفظ حدیث متواتر ہوں یا نہ ہوں نوع سوم وہ کہ جن پر امت کا اجماع ہو گیا خواہ وہ دلیل کہ جس کی وجہ سے امت نے اس مسئلہ پر اتفاق کیا ہے قطعی ہو یا نہ ہو یا ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو کیونکہ امت بالخصوص صحابہ و تابعین کا کسی ایسے امر پر اتفاق کرنا کہ جو شارع کی مراد کے برخلاف ہو ناممکن ہے) ان مسائل کا منکر نہ تنہا دائرہ اسلام سے خارج بلکہ احاطہ فطرتِ سلیمہ سے بھی خارج شمار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مسائل منصف کے نزدیک قانونِ فطرت کے بھی مطابق ہیں قسم دوم وہ عقائد ہیں کہ جو دلائل عقلیہ سے ثابت ہیں جن کے ثبوت پر شریعت کا مدار ہے یا اکثر باتیں شرع کی ان پر موقوف ہیں ان کی تائید میں کوئی شرعی دلیل ہو

---

[1] ابن زبعری ایک شخص کا نام ہے اس نے نبی صلعم سے آکر کہا کہ اللہ فرماتا ہے اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ تم اے مشرکین اور جن کو تم پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہو حالانکہ لوگ انبیاء کو بھی پوجتے تھے پس چاہیے کہ وہ بھی جہنم میں جاویں حضرت نے فرمایا کہ تجھ کو اپنی زبان کے محاورے کی بھی خبر نہیں تو نہیں جانتا کہ لفظ ما جو قرآن میں آیا ہے اس سے غیر ذی عقل چیزیں مراد ہوا کرتی ہیں پس انبیاء ذی عقل تھے وہ مراد نہیں بلکہ حجر و شجر مراد ہیں کذا فی شرح المواقف ۱۲ ؛؛

یا نہ ہو جیسا کہ ثبوت باری تعالیٰ و مسئلہ ثبوت صفات باری تعالیٰ و مسئلہ ثبوت نبوت و مسئلہ عصمت
انبیاءؑ و مسئلہ عصمت ملائکہ ثبوت حقائق الاشیاء و مسئلہ علم حقائق الاشیاء و مسئلہ حدوث عالم یہ
مسائل بھی قسم اول کے قریب ہیں جو ان کا حکم ہے وہی ان کا اور ان مسائل کے متعلق اور تحقیقات علمیہ
بھی ہیں جیسا کہ صفات باری کا عین یا غیر ہونا یا مسئلہ قدم وحدوث ارواح وغیرہا اور اسی طرح انکے
متعلق اور مسائل اور ابحاث ہیں کہ جو ان مسائل قسم دوم کے مبادی ہیں جیسا کہ مسئلہ اثبات جزء لایتجزیٰ
کہ اس سے ہیولیٰ کی نفی ہو جاتی ہے پھر قدم موادِ اجسام جیسا کہ حکماء کا قول ہے باطل اور حدوث ثابت
ہو جاتا ہے اسی طرح مسئلہ خلاء و ملاء ولاتناہی ابعاد وغیرہا پس یہ تحقیقات علمیہ اور مسائل مبادیہ کہ
جو اول کتب کلام میں مذکور ہوتے ہیں ان میں جو لوگ جمہور اہل اسلام کے مخالف ہیں وہاں
ان کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں البتہ جمہور اہل اسلام کے مخالف ہیں قسم سوم
وہ مسائل ہیں کہ جو اخبار احاد سے ثابت ہیں یا علمائے ان کو قرآن وحدیث سے بطور استنباط ثابت
کیا ہے لیکن ان میں باہم فرقہ اسلامیہ کا اختلاف ہے کہ جس کی وجہ سے جدا جدا ناموں سے
نامزد کئے گئے اس لئے ان کو باہمی امتیاز کے لئے ہر ایک فریق نے اپنی کتب عقائد میں درج کیا۔
جیسا کہ مسئلہ قدم قرآن و مسئلہ فضیلت انبیاء بر ملائکہ و مسئلہ فضیلت صحابہؓ یکے بر دیگر و مسئلہ
الاعمال الصالحۃ جزء الایمان و مسئلہ الایمان والاسلام واحد و مسئلہ کرامات الاولیاء حق و مسئلہ
ایصال ثواب و مسئلہ امامت و مسئلہ جبر و قدر وغیر ذلک من الخلافیات ان مسائل
میں اہلسنّت سلف صالحین صحابہ و تابعین کے پیرو ہیں اور ان کے مخالف لوگ محض اپنے خیالات
سے ان نصوص کا انکار یا تاویل کرتے ہیں جیسا کہ شیعہ مسئلہ امامت میں غلو کی وجہ سے اکثر صحابہ خصوصاً
حضرت ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ و عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہم کو خاطی اور برا کہتے ہیں اور اپنے مخترعات
کو جو بیشتر افراط وغلو پر مبنی ہیں ثابت کرنے کے لئے بہت سی احادیث صحیحہ کا انکار اور قرآن مجید کی
آیات کی تاویل کرتے ہیں پھر یوماً فیوماً ان کے بھی باہم ائمہ کے تعین کرنے میں متعدد فرقے ہو گئے یا
جسطرح کہ خوارج ونواصب جو آج کل مسقط میں رہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسین رضی اللہ
عنہ اور عثمانؓ اور ان صحابہ کو کہ جن کا باہم سردار قائم کرنے میں اختلاف ہو کر قتل وجدال کی نوبت پہنچی سبکو
برا کہتے ہیں جن میں معاویہؓ اور ان کے اعوان و انصار بھی آگئے اور پھر ان میں بھی کئی فرقے ہو گئے جیسا کہ بعض

نے صفات باری تعالیٰ کہ جو قرآن مجید میں وارد ہیں جیسا کہ اِستویٰ علی العرش و قدم و ساق و وجہ و یدان
سب کو ظاہری معانی پر محمول کیا اور جسمانیات کے ساتھ ملا دیا یا بعض نے محض انکار کر دیا اور تاویل کر دی
اسی طرح اس قسم کے مسائل میں لوگوں نے اختلاف کئے اور ان کے گروہ ان کے ناموں سے نامزد ہوئے
مسلمانوں کے بہتر فریق کا اکثر باہم ایسی باتوں میں اختلاف ہے ان جہلا کا ذکر نہیں کہ جنہوں نے
نصوص صریحہ کا انکار کیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان بہتر فریق میں سے غالباً شیعہ و خوارج
یہی موجود ہیں باقی تو چند روز رہ کر مٹ مٹا گئے اور جمہور و سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا فریق
ہے روئے زمین پر جہاں مسلمان آباد ہیں وہ سب اسی اہل سنت والجماعت کے لوگ ہیں شیعہ و
خارج کی تعداد ان کے مقابلہ میں ایسی ہے کہ جیسے دریا کے مقابلے میں ایک دو قطرے للہ الحمد کہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ آج تک اصول دینیہ کے اختلاف سے پاک و مبرا ہے
اور ان کا قرآن مجید تحریفات و تغیرات سے محفوظ ہے اب رہا باہم اہل سنت کا بعض جزئیات فرعیہ
میں اختلاف جیسا کہ امام شافعیؒ و امام ابو حنیفہؒ کا بعض مسائل فقہیہ میں اختلاف ہے سو یہ کچھ
ایسا نہیں کہ جس سے دونوں کو الگ الگ فریق سمجھا جاوے کس لئے کہ اصول سب کا ایک ہے مسائل
اجتہادیہ میں اپنی اپنی سمجھ اور احادیث کی صحت و ضعف و اعتبار و عدم اعتبار اور ان کے معانی
سمجھنے کا فرق ہے ایسا اختلاف صحابہؓ و تابعین میں بھی تھا اور ہونا بھی چاہیئے تھا کس لئے کہ ہر
ایک کی سمجھ اور علم اور حفظ یکساں نہیں۔ اہل اسلام کے وہ فریق کہ جن کو سنت والجماعت سے
خارج کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیعہ و خوارج جبریہ و قدریہ معتزلہ باستثنار بعض جہال کہ جو کسی شمار و
قطار میں نہیں سب کے سب گو بعض اعتقادیات میں باہم مخالف ہیں جس لئے ان کو اہلسنت و
جماعت سے خارج کیا گیا مگر اصل الاصول اعتقادیات میں کہ جن پر ایمان و اسلام کی بنیاد ہے
متفق ہیں وہ اصل الاصول کہ جن پر اعتقاد رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے یہ ہیں اوّل یہ
کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے وہ ازلی و ابدی ہے عالم کا وہی پیدا کرنے والا ہے وہ سب
عیبوں سے پاک اور صفات حمیدہ سے متصف ہے اسی کا عالم پر ہر طرح سے قبضہ و تصرف ہے
دوم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور اس کے رسول برحق ہیں جو کچھ اس
نے اپنے رسول پر نازل کیا اور جو کچھ آپ سے فرمایا وہ سب برحق ہے یہ خلاصہ ہے اَشْھَدُ

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا جس نے زبان سے یہ کلمہ پڑھا اور دل میں اس کا یقین لایا وہ مومن ہوگیا اس کی یقینًا نجات[1] ہے اور اسی کو ایمان اجمالی کہتے ہیں سوم فرشتے اللہ کے پاک بندے ہیں ان میں سے بعض وحی لانے پر مامور ہیں یعنی جبرئیلؑ چہارم قرآن مجید اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب برحق ہے اور اسی طرح اس سے پہلے جو کچھ کتابیں اس نے اگلے نبیوں پر نازل کی تھیں جیسا کہ توراۃ حضرت موسیٰ پر انجیل حضرت عیسیٰ پر زبور حضرت داؤد پر علیہم السلام وہ بھی برحق تھیں۔ پنجم۔ اس کے جس قدر بھیجے ہوئے رسول اور نبی دنیا میں آئے وہ سب برحق ہیں ششم قیامت آوے گی مرکر لوگ باردگر زندہ ہوں گے اپنی نیکی اور بدی کا بدلہ پاویں گے نیک بہشت میں بد دوزخ میں رہیں گے یہ ترجمہ ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کا یہ اصل الاصول اعتقادیات کے ہیں اسی طرح اصول عبادات احکام میں بھی تمام فرقے متفق ہیں اور وہ یہ ہیں اول اقرار کلمۂ توحید کرنا۔ دوم نماز پنجگانہ پڑھنا سوم رمضان کے روزے رکھنا چہارم مال ہو تو زکوٰۃ دینا۔ پنجم استطاعت ہو تو حج کرنا۔ اس کے سوا نماز کی تعداد رکعات بلکہ پانچوں احکام کے متعلق وہ باتیں جو قرآن سے صاف ثابت ہیں ان میں بھی کسی کا اختلاف نہیں۔ اسی طرح جو چیزیں بہ نص قطعی حرام ہیں جیسا کہ زنا، چوری، جھوٹ بولنا، ناحق قتل کرنا۔ غیبت کرنا وغیرہ اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں اگرچہ کتب عقائد میں ہر بات جو نص قطعی سے ثابت ہے عقیدہ بنا کے لکھنی چاہئے تھی لیکن اس کی ضرورت نہ سمجھی گئی صرف انہیں تینوں قسم کے عقائد درج کرنے کی ضرورت ہوئی جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں یعنی اول تو وہی چھ عقیدے جو ابھی مذکور ہوئے ہیں دوم وہ مبادی کہ جن کی طرف (دلائل لانے کے وقت ان عقائد پر) حاجت پڑتی ہے سوم وہ عقائد جزئیہ کہ جن میں اختلاف کر کے اور فرقے اہل سنت والجماعت سے جدا ہوئے واضح ہو کہ جن چیزوں سے عقیدہ متعلق ہے یا تو وہ ایسی ہیں کہ عالم برزخ یا آخرت میں ان کا پایا جانا خاص نہیں ہے وہ اول باب میں مذکور ہوں گی یا وہ خاص عالم برزخ ہی میں پائی جاتی ہیں وہ دوسرے باب میں درج ہوں گی یا وہ خاص عالم حشر ونشر میں پائی جائیں گی وہ تیسرے باب میں

---

[1] بشرطیکہ کسی نص کا منکر نہ ہو ۱۲ ف برخلاف یہود و نصاریٰ و ہنود و مجوس کے فرقوں کے ان کا اصول میں بھی بلکہ اصل الاصول میں بھی اختلاف ہے فرعیات و عملیات کا تو کچھ ٹھکانہ ہی نہیں ۱۲ منہ۔

لکھی جائیں گی۔ اور جن چیزوں میں کچھ عمل کو بھی دخل ہے لیکن اہلِ حق اور فرق ضالہ میں ما بہ الامتیاز اور متنازع فیہ ہیں ان کو اور کلمات کفر کو خاتمہ میں ذکر کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب اول - اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اوّل خالق جہاں کے اثبات میں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہے بلکہ اس کا موجود ہونا ہر شخص پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس امر کا یقین کرنا ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے کما فی القرآن فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا[1] الآیۃ فی الحدیث وَمَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ الحدیث متفق علیہ لہٰذا انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو توحید سکھایا کرتے تھے اور اللہ کے موجود ہونے میں گفتگو نہ کیا کرتے تھے کیونکہ اس کا تو ہر ایک شخص کو اقرار تھا۔ پس عاقل کے لئے اس کے ہونے پر دلیل کی حاجت نہیں وہ خود عالم کے احوال میں نظر کر کے یقین کر لے گا بیشک کسی کے پیدا کرنے سے یہ زمین و آسمان حجر و شجر انسان و حیوان پیدا ہوئے ہیں آخر کوئی تو ہے کہ جس نے ان کو معدوم سے موجود کر دیا۔ اور نیستی سے ہستی میں لایا ہے اور پھر جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے جس طرح سے کسی تخت کے دیکھنے سے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی اس کا بنانے والا ضرور ہے کیونکہ خود بخود اس کا ہونا محال ہے۔ کس لئے کہ سبز درختوں کے تختوں اور لوہے کی کیلوں کی آپ سے آپ بہ ترتیب جمع ہونے کی کیا مجال پس جس طرح کہ تخت کے بنانے والے کا بن آنکھ کے دیکھے یقین کامل ہو جاتا ہے اسی طرح مخلوقات کو دیکھ کر ان کے خالق اللہ رب العالمین کے ہونے کا یقین کامل ہو جاتا ہے اور بن دیکھے دل کو یقین آتا ہے کیا خوب کہا ہے ایک اعرابی نے البعرۃ تدل علی البعیر و اثر الاقدام علی المسیر فسماء ذات ابراج والارض ذات فجاج لاتدلان علی الصانع اللطیف الخبیر۔ جب کہ اونٹ کی مینگنی دیکھ کر بن دیکھے اونٹ کے ہونے کا یقین کامل ہو جاتا ہے اور اسی طرح آدمی یا کسی اور کے نقش پا دیکھنے سے یقین آتا ہے کہ بلاشبہ یہ نقش پا کسی نہ کسی کے پاؤں سے ہوا ہے تو پھر کیا برجوں والے بلند آسمان اور کشادہ راستوں کی سرزمین دیکھنے سے اللہ صانع

---

[1] تراش اللہ کی جس پر تراش کیا لوگوں کو۔ سورہ روم۔ رکوع ۴-۱۲۔ منہ

عالم لطیف و خبیر کے ہونے کا یقین نہ ہوگا الغرض جس طرح کہ مصنوعات کو دیکھ کر ان کے صانعوں کا یقین ہر عاقل کو آتا ہے اسی طرح اللہ کے مصنوعات زمین و آسمان حجر و شجر بحر و بر حیوان و انسان کے دیکھنے سے ان کے بنانے والے اللہ تعالیٰ کا یقین ہر ہوشمند کو حاصل ہوتا ہے پس ان کے واسطے اور دلیل کی ضرورت نہیں لیکن ملحدوں کو کہ ان کی چشم حق بین نابینا ہے بدون دلیل دنداں شکن کے تسکین نہیں ہوتی ہے گو اس کے ہونے پر دلیل لانا عین دوپہر میں آفتاب کے موجود ہونے پر دلیل لانا ہے لہٰذا دلیل بیان کرتا ہوں وھو ہذا۔

مقدمہ اول | ہر ایک چیز کی اصل میں حقیقت موجود ہے مثلاً جو چیزیں کہ ہمیں دکھائی دیتی ہیں جیسا کہ انسان و حجر و شجر وغیرہ وہ واقع میں موجود ہیں محض وہم و خیال ہی نہیں ہے جیسا کہ عنادیہ کہتے ہیں اور یہ بھی نہیں ہے کہ جس چیز کو ہم نے جیسا خیال کر لیا وہ چیز وہی ہے۔ مثلاً درخت کو اگر ہم انسان سمجھ لیں تو وہ انسان ہے اور اگر اس کو کچھ اور سمجھ لیویں تو وہ اور ہی ہے چنانچہ بعض احمقوں کی یہ رائے ہے اور ان کو سوفسطائیہ[۱] عندیہ کہتے ہیں۔

مقدمہ دوم | اشیاء کے حقائق موجود ہونے پر ہم کو ان کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے یعنی ہم ان چیزوں کو جانتے ہیں یہ نہیں ہے کہ ہم کو کوئی چیز معلوم نہیں جیسا کہ بعض نادان کہ جن کو سوفسطائیہ لاادریہ کہتے ہیں اسی کے قائل ہیں پس جب یہ ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ کل عالم (یعنی سوائے ذات و صفات اللہ تعالیٰ کے) زمین و آسمان حجر و شجر وغیرہ سب کے سب حادث ہیں (یعنی پہلے نہیں تھے پھر موجود ہوئے ہیں) پس جب تمام عالم حادث ہوا تو ضرور ہے کہ اسی کے لئے کوئی مُحدِث یعنی کوئی پیدا کرنے والا بھی ہو کس لئے کہ پیدا کرنا بدون کسی پیدا کرنے والے کے ممکن نہیں ہے کیونکہ فعل بدون فاعل کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور وہ پیدا کرنے والا تمام عالم کا اللہ تعالیٰ ہے کس لئے کہ اس کے ماسوائے ہر چیز عالم میں[۲] داخل ہے اور یہی مدعا ہے اب رہا عالم کے حادث ہونے کا ثبوت

---

[۱] حکمائے یونان میں سے ایک گروہ کا سوفسطائیہ نام ہے ان میں تین فریق ہیں ایک عنادیہ[۱] کہ بسبب عناد کے حقائق اشیا کے منکر ہیں دوسرا عندیہ[۲] کہ اپنے عندیہ یعنی خیال کے تابع ہر شے کو کہتے ہیں منسوب الی العند تیسرا[۳] لاادریہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو کسی چیز کا علم نہیں ۱۲ [۲] اس لئے کہ عالم سوائے ذات و صفات اللہ کے سب کو شامل ہے ۱۲۔

سو وہ اس طور پر ہے کہ کل عالم یا عین ہے یا عرض کیونکہ اگر بذات خود پایا جاتا ہے جیسے کہ حجر و شجر۔ زمین و آسمان تو عین[1] ہے اور جو ہر اگر بذات خود نہیں پایا جاتا بلکہ کسی اور میں ہو کر پایا جاتا ہے جس طرح سیاہی سفیدی کہ کسی کپڑے اور بدن میں ہو کر پائی جاتی ہے اور خود بخود نہیں پائی جاتی تو یہ عرض ہے اور کُل اعراض حادث ہیں بعض کا حادث ہونا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے مثلاً سیاہی کے بعد سفیدی یا گرمی کے بعد سردی یا نور کے بعد ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض کا حادث ہونا اس دلیل سے ثابت ہے کہ عرض عدم کو قبول کرتا ہے یعنی فنا ہو جاتا ہے مثلاً سفیدی جا کر سیاہی آجاتی ہے یا کسی بدن میں سردی آجانے سے گرمی دور ہو جاتی ہے علیٰ ہذا القیاس اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو چیز قدیم ہوتی ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتی پس ثابت ہوا کہ اعراض قدیم نہیں ہیں اور یہی مدعا ہے۔

دلیل بر حدوثِ اعیان اور اعیان بھی سب حادث ہیں کیونکہ عین یا تو جسم ہے یا جوہر فرد کہ جس کو جزء لایتجزیٰ کہتے ہیں یعنی نہایت چھوٹا ٹکڑا کہ پھر اس کے ٹکڑے نہ ہو سکیں پس ہر جسم اور جوہر کو حرکت و سکون عارض ہے کس لئے کہ ان کے واسطے مکان یا حیّز یعنی ٹھیرنے کی جائے تو ضرور ہے پس اگر اس آن سے پہلے بھی اس حیّز یا مکان میں تھے تو ساکن ہیں ورنہ متحرک اور حرکت اور سکون بسبب عرض ہونے کے حادث ہیں پس یہ جسم اور جوہر کہ جن کو یہ حرکت اور سکون عارض ہے حادث ہیں ورنہ لازم آوے کہ حوادث ازل میں پائے جاویں اور قدیم کہلاویں۔ اور یہ محال ہے فتامل پس جب کل اعیان کل اعراض کا حادث ہونا ثابت ہوا تو کُل عالم کا حادث ہونا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ کل عالم انہیں دو میں منحصر ہے۔

دلیل از قرآن قرآن مجید کی آیات سے عالم کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے از انجملہ یہ آیت ہے۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ یعنی چھ روز کے عرصہ میں اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا از انجملہ یہ آیت خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَّقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا۔ کہ

---

[1] عین کا انحصار جسم اور جزء لایتجزیٰ میں امتناعی بات ہے کس لئے کہ عقول عشرہ اور نفوس مجردہ بھی جواہر ہیں نہ وہ جسم ہیں نہ جزء لایتجزیٰ ۱۲۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اندازہ کیا اور کل شئ عین عالم ہے از انجملہ یہ آیت ہے اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ یعنی ہر چیز کو اللہ نے بنایا ہے اور ہر شئے کو ہستی میں لایا ہے از انجملہ یہ آیت ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جس قدر چیزیں کہ ان میں ہیں سب کو چھ دن کی مقدار میں بنایا ہے۔

از احادیث | اور حدیث میں آیا ہے کان اللہ ولم یکن شیئ قبلہ رواہ البخاری یعنی ازل میں ایک اللہ تھا اور کوئی چیز اس سے پہلے نہ تھی ماسوائے اس دلیل کے عالم کے جس قدر حالات ہیں ان میں سے ایک ایک اس کے لئے دلیل ہے۔

تصرفِ عالم اللہ کی دلیل ہے | از انجملہ تصرف ہے تمام جہان کسی کے قبضہ قدرت میں ہے کیونکہ ہواؤں کا بدل دینا پھر بادلوں کا ان پر سوار کر کے جس جگہ چاہے لے جانا پھر کہیں مینہ برسانا کہیں نہ برسانا آسمانوں کو ہر وقت گردش میں رکھنا۔ کسی ستارے کو بڑا کسی کو چھوٹا کر دینا۔ آفتاب اور ماہتاب کو نور اور جسم میں کم اور زیادہ بنانا شب و روز میں اختلاف ہونا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے بدلنے میں اور کشتیوں میں جو انسانوں کے فائدہ کی چیزیں لے کر دریا میں چلتی ہیں اور اس پانی میں کہ جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا اور پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کے بدلنے اور بادلوں میں کہ جو آسمان اور زمین کے درمیان ادھر میں مسخر ہیں البتہ ان میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں باوجودیکہ سب افلاک کا مقتضیٰ طبعی ایک ہے پھر قطبین کی جائے سے بالکل ساکن اور منطقہ کی جائے سے نہایت تیز رفتار ہونا علیٰ ہذا القیاس سب بسائط کا مقتضیٰ طبعی ایک ہے پھر اختلاف بعید ہونا کہ مثلاً زمین کہیں سے نرم اور کہیں سے نہایت سخت کہیں بلند اور کہیں پست کہیں کوئی رنگ کہیں اور رنگ اسی طرح شب و روز کا کم زیادہ ہونا انسان وغیرہ اشیاء کا باوجود اتحاد شکل نوعی کے

تشخصات میں ایسا اختلاف ہونا کہ ایک دوسرے سے ممتاز اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ نوع یا جنس
میں متحد اور مشارک ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ امور قادر مختار کے اختیار سے واقع ہوئے ہیں
کس لئے کہ خود بخود ان کا اس طرح ہونا ایسا محال ہے کہ جیسا پتھر کا بدون کسی کے ہلائے ہلنا جلنا پس
عالم کے یہ تصرفات دیکھ کر عاقل کو یقین کامل ہوتا ہے کہ کسی مختار کے کرنے سے یہ امور ہوتے ہیں
جس طرح کہ پتلی کے حرکات و سکنات دیکھ کر عاقل جان لیتا ہے کہ پس پردہ کوئی شخص اس کو حرکت دے
رہا ہے اور وہ تصرف کرنیوالا تمام عالم کے لئے اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس کے سوا ہر چیز عالم میں داخل ہے
اور عالم یا جزء عالم کا تصرف کرنا عالم یا جزء عالم میں محال ہے پس ضرور ہوا کہ وہ تصرف کرنے والا غیر عالم
کے ہونا چاہیئے اور وہ غیر عالم کے اللہ ہے اور یہی مدعا ہے۔

تربیت عالم | ازانجملہ تربیت ہے کہ ہر شے کو درجہ بدرجہ اس کے کمال تک پہنچاتا ہے اور شیئاً
فشیئاً پرورش کرتا ہے اس لئے قرآن میں سب سے اول اللہ تعالیٰ کی یہی صفت مذکور ہوئی ہے
کما قال اللہ تعالیٰ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ سب تعریفیں اللہ کو ہیں کہ جو تمام عالم کا مربی ہے لہٰذا ہر ممکن کو
ہر وقت اپنی ہستی میں اسکی طرف حاجت رہتی ہے پس اگر یہ ممکنات خود بخود ہوتے تو ایک ہی بار ہو جاتے
اور اپنے کمالات حسب دلخواہ حاصل کرتے اور کوئی کسی سے کسی بات میں کم نہ ہوتا کیونکہ جو اپنی ذات میں
کسی کا محتاج نہیں ہے تو وہ اپنی صفات میں بھی کسی کا محتاج نہیں ہے اور کبھی کوئی چیز فنا بھی نہ ہوتی
کیونکہ جو اپنے وجود میں اور جمیع صفات میں کسی کا محتاج نہیں اور وہ خود بخود ہے تو وہ فنا نہیں ہوتا
ہے اور نہ کوئی چیز کبھی متغیر ہوتی کیونکہ تغیر غیر کی طرف احتیاج سے ہوا کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عالم میں
پانچوں اوصاف پائے جاتے ہیں کیونکہ عالم دفعۃً نہیں ہوا جیسا کہ ستۃ ایام کا لفظ اس پر صاف دلالت کرتا ہے
اور بہت سی چیزوں کا تدریجاً پیدا ہونا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے اور کمالات میں بھی ہر ایک چیز
دوسری سے متفاوت ہے آفتاب کا نور زیادہ مہتاب کا کم ایک آدمی دوسرے سے قوت میں کم
زیادہ ہے ایک درخت دوسرے سے بڑا چھوٹا ہے علیٰ ہذا القیاس اور صدہا چیزیں عالم کی بالمشاہدہ فنا
ہوتی ہیں اور روز بروز متغیر ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ عالم خود بخود نہیں ہوا ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی اور
شخص خالق اور مربی اور موجد ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

تدبیر عالم | ازانجملہ انتظام و تدبیر عالم ہے آسمان سے زمین تک اور عرش سے فرش تک تمام عالم

ہیں ایک عجیب انتظام رکھا ہوا ہے کہ عاقل کی عقل حیران اور دانشمند کا فہم سرگرداں ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ط الآیات کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو ٹھیک بنایا لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور دن کو رات پر مسخر کیا سورج اور چاند کو کہ ہر ایک چلتا ہے ایک وقت معین تک وقال یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ اور تدبیر کرتا ہے ہر کام کی آسمان سے زمین تک وقال هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ثُمَّ لِتَکُوْنُوْا شُیُوْخًا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ط کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو اول خاک سے بنایا پھر نطفہ سے پھر علقہ سے پھر لڑکا بنا کر باہر لایا پھر بعض تم سے جوانی کو پہنچا ہے پھر بوڑھا ہوتا ہے اور بعض تم سے پہلے ہی مر جاتا ہے یہ اسلئے کہ اپنی اجل مقرر تک پہنچو اور سمجھو پس گردش افلاک سے شب و روز کا ہونا پھر ہر موسم کا بدلنا اول مہینے میں ماہتاب کا اول شب میں نکلنا موسم پر برسات کا ہونا عین انتظام ہے اگر ان میں سے کسی چیز میں فتور آوے تو سب کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔ علیٰ ہذا القیاس اول انسان کا مادہ منی غذا سے ہونا پھر چالیس روز کے بعد رحم میں اس کا علقہ ہونا پھر مضغہ پھر ہڈیوں پر گوشت کا پہنانا پھر چند روز کے بعد اس کو باہر لاکر سمیع و بصیر کرنا عین تدبیر ہے پھر ہزار ہا لوگوں کو ایک شخص کا تابعدار کر دینا اور حیوانات کو انسان کا مسخر کرنا اور لوگوں کو مختلف الاحوال کرنا کہ کوئی حکیم ہے اور کوئی سوداگر اور کوئی اہل حرفہ اور کوئی کاشتکار اور کوئی نوکری پیشہ اور کوئی غنی اور کوئی فقیر اور پھر ہر شخص کے دل میں ایک جداگانہ غرض پیدا کرنا سب انتظام اور تدبیر ہے پس ضرور ہے کہ اس انتظام اور تدبیر کا کرنیوالا سوائے عالم کے کوئی اور ہووے کیونکہ عالم کا ہر ایک جزء اس انتظام اور تدبیر کے لئے مجبور اور مقصور ہے کیونکہ اشرف المخلوقات انسان ہی کو دیکھو کہ وہ اپنے تدریجا پیدا ہونے اور فنا ہونے میں بے اختیار ہے چنانچہ جماع کے بعد معلوم نہیں ہوتا کہ رحم میں نطفہ کب رہا اور کس وقت علقہ اور مضغہ بنا اور پھر نر ہے یا مادہ اور بعد پیدا ہونے کے ایام طفولیت کے گزرنے اور جوانی کے آنے اور شباب کے جانے اور بالوں کے سیاہ اور سفید ہونے اور بیمار و تندرست ہونے میں اور غنی اور فقیر ہونے میں محض مجبور ہے علیٰ ہذا القیاس غذا کے کھانے کے بعد یہ علم نہیں کہ ہضم کب ہوا اور

صفرا سودا بلغم خون بن کر عروق میں کس طرح سے کس وقت گیا پس جب اس کو اپنے وجود و بقا میں نہ اختیار ہے نہ ان کے اسباب کا علم ہے تو مدبر عالم تو کیا اپنے نفس کا بھی مُدبر نہیں ہے پس جب اشرف المخلوقات کا یہ حال ہے تو اور چیزوں کا کیا ذکر ہے سو وُہ عالم کا مُدبر اور منتظم اللہ ہے از انجملہ یہ ہے کہ کسی حیوان کے گوشت کو برتن میں ڈال کر آگ میں جلانے سے اس کے اجزاء خاک اور پانی وغیرہ جدا جدا ہو جایا کرتے ہیں لہذا عقلاء ہر حیوان کے بلکہ حجر و شجر وغیرہ اجسام کے اربع عناصر یعنی آگ و ہوا خاک و پانی کو جزء قرار دیتے ہیں پس ضرور ہے کہ کوئی ان کا ایک جائے جمع کرنے والا ہو کس لئے کہ خود بخود ایسی ایسی مخالف طبائع چیزوں کا اس طرح سے ایک جائے جمع ہونا اور اپنا اپنا حیز اصلی چھوڑنا محال ہے سو وہ جمع کرنے والا اگر بغور دیکھیئے تو اللہ تعالیٰ ہے جیساکہ پہلے گزرا قرآن مجید میں عالم کے بہت سے احوال سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا ثبوت ہے لہذا اس امر میں بہت سی آیات ہیں کہ ان میں سے ایک ایک آیت اس کے وجود کیلئے بُرہان قاطع اور حجت ساطع ہے لیکن طوالت کے خوف سے قدرے قلیل پر اکتفا کیا گیا۔ فائدہ - اللہ لطیف الخبیر نہ جوہر ہے نہ عرض پس وہ ان حواس سے کہ جو خاص جواہر اور اعراض کے دریافت کے واسطے مخصوص ہیں ہرگز محسوس نہیں ہو سکتا ہے بلکہ بعض جواہر لطیفہ بھی لطافت کے سبب آنکھ سے نظر نہیں آتے جیساکہ ہوا لطافت کے سبب دکھلائی نہیں دیتی حالانکہ اس کے موجود ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں پس اس طرح ممکن ہے کہ وہ لطیف جو سرے سے جوہری نہیں سب حواس سے محسوس نہ ہو سکے اور بدون چشم باطن کے دنیا میں نظر نہ آسکے اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب کوئی چیز نہایت ظہور رکھتی ہے تو نظر نہیں آتی جیساکہ خفاش کو عین دوپہر میں آفتاب کہ اس وقت اس کا نہایت ظہور ہوتا ہے نظر نہیں آتا یا جب کوئی

فائدہ اگر کہو اجسام میں طبیعت جسمیہ پھر حیوان میں حیوانیہ اور انسان میں انسانیہ مدبر ہے تو میں کہتا ہوں طبیعت کو ادراک نہیں اگر یہ ہے بھی تو ایک کل ہے کہ کسی کی بنائی ہوئی اور کام پر لگائی ہوئی ہے سو وہی اللہ ہے ۱۲ منہ کیونکہ اس کے سوا جو ہے سب عالم میں داخل ہے ۱۲ فائدہ بعض فلسفی کہتے ہیں کہ دنیا کا باقی اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ طبائع اجسام جب تک اپنا کام کرتے ہیں وہ شئے ترقی پاتی اور باقی رہتی ہے ورنہ فنا پذیر ہوتی ہے بعض کہتے ہیں کہ مادہ ایثریہ ہر شئے کی اصل ہے اور وہ مادہ قیام ہے اس سے آسمان وستارے یعنی علویات وسفلیات بحر دبر بتدریج بنے ہیں آج کل یورپ کے فلاسفر اکثر اس خیال کے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو چیز حواس خمسہ سے محسوس نہ ہو اس کے وجود کا اقرار کر لینا خیال باطل یا تقلید آبائی ہے مگر طبیعت اجسام اور مادۂ ایثریہ سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ دونوں تمہارے نزدیک بھی حواس خمسہ سے محسوس نہیں پھر یہاں کیوں خیال باطل کا اتباع ہے سوائے سکوت کے اور کچھ جواب نہیں آتا اس مسئلہ میں اکثر حکماء بھی ٹھوکر کھا گئے ہیں ہنود میں آریہ فریق جو پرانے مذہب کی بے شمار پلیدگی دور کرنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے انہوں نے بھی عالم اور اس کے اشیاء مادہ اور روح وغیرہ کو قدیم مانا ہے حالانکہ باگاد وجود میں بجز

[illegible]

چیز آنکھ کے نہایت قریب ہوتی ہے تو باوجود قرب کے دکھائی نہیں دیتی اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کمال ظہور اور کمال قرب مانع آ رہا ہے اس لئے اس کے دیکھنے سے دنیا میں ہر شخص عاجز ہے پس یہ شبہ کرنا کہ اگر اللہ تعالیٰ موجود ہے تو دکھائی کیوں نہیں دیتا محض نادانی ہے **فائدہ**۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مکان یا چیز خاص جواہر یا اجسام کے واسطے ہوتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ جو جواہر اور جسم ہونے سے پاک وہ کسی مکان یا جگہ میں پائے جانے سے بھی پاک ہے دیکھو جب کسی کو غم یا خوشی ہوتی ہے تو اس شخص کو اپنے غم یا خوشی کے موجود ہونے میں کسی طرح کا شک نہیں ہوتا۔ لیکن غم یا خوشی نہ جسم ہے نہ جوہر اس سبب سے اس کے لئے اس کے بدن میں کوئی جائے مقرر نہیں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے سر میں یا سینہ میں یا پیٹ یا ران میں غم یا خوشی ہے گو مجازاً دل کو قرار دے لیکن حقیقت میں کوئی جائے اس کی خاص نہیں کہ غم یا خوشی وہاں ہو۔ اور اگر اس عضو کو چیر کر دیکھیں تو وہیں ملے اسی طرح اللہ تعالیٰ نہ جوہر ہے نہ جسم نہ عرض سو وہ بھی مکان کا محتاج نہیں پس اس کے لئے بھی کوئی جائے مقرر نہیں کہ وہ وہاں رہتا ہو۔ ہاں اس کا ظہور ہر جگہ ہے۔ پھر یہ کہنا کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کس طرف ہے بالکل فضول ہے اس کے آگے تمام عالم ایک ذرہ کی مانند ہے پس جس طرح ذرے یا گولہ کے اندر کی مخلوقات کا باہر کی موجودات کا ہونا محال سمجھنا اور یوں خیال کرنا کہ اس فضا سے کوئی چیز باہر نہیں ہے اور یہی محدد الجہات ہے غلط ہے ایسا ہی بعض نادانوں کا اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسے شبہات اور شکوک کرنا غلط ہے اس کی حقیقت کسی کو کیونکر معلوم ہو سکے حالانکہ نہ کوئی اس کی نظیر ہے نہ ہم جنس ہے ممکنات کی حقیقت تو دریافت کرنی مشکل ہے چہ جائیکہ واجب الوجود کی حقیقت معلوم ہو سکے پس اس امر میں زیادہ عقل دوڑانا موجب تباہی اور سبب گمراہی ہے کیا خوب فرمایا ہے۔ سعدیؒ نے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ‌‌ ‌‌ ‌‌ کہ جاہا سپر باید انداختن

فصل دوم صفات کے بیان میں (اور وہ عالم کا بنانے والا جس کا نام اللہ ہے ایک ہے)

وصف وحدت میں | کما فی القرآن قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی اے نبی لوگوں کو خبر دے کہ اللہ ایک ہے اگر دو ہوں گے تو ان کے آپس میں مخالفت ممکن ہو گی۔ اگرچہ بالفعل اتفاق ہو مثلاً ان میں سے ایک نے زید کو

ؔ ہاں آخرت میں خدا ایسی بصارت دے گا کہ جس سے اس کا دیکھنا میسر آوے گا۔ ۱۲

مارنا چاہے اور دوسرا اُسی وقت اس کے لئے زندگی چاہے پس ضرور ہے کہ یا اُس کے لئے موت ہوگی یا زندگی کیونکہ دونوں کا ایک وقت میں پایا جانا محال ہے۔

حجت اوّل مشہور بہ برہان تمانع | پس اگر اس کو موت ہوئی تو جس نے اس کی زندگی چاہی تھی وہ عاجز ہوگیا اور اگر وہ زندہ رہا تو جس نے اس کے لئے مرنا چاہا وہ عاجز ہوا بہر تقدیر دونوں میں سے ایک کو ضرور عاجز ہونا پڑا اور جو عاجز ہے وہ عالم کا پیدا کرنیوالا اور واجب الوجود بھی نہیں ہے، عاجز ہرگز خدا نہیں ہوسکتا ہے۔ سوال، ہوسکتا ہے کہ دونوں اتفاق کرلیں یا آپس میں یہ مخالفت ہی ممکن نہ ہو کیونکہ اس سے محال لازم آتا ہے یا دونوں کے ارادے ایک شخص پر جمع نہ ہوسکیں، جواب بالفعل اگرچہ اتفاق ہو لیکن مخالفت بھی ممکن ہے کس لئے کہ ہر ایک کو زید کے مارنے اور زندہ کرنے کا ارادہ ممکن بالذات ہے کما لا یخفیٰ اور یہی معنی امکان کے ہیں اور محال دو خدا فرض کرنے سے لازم آتا ہے نہ امکان اختلاف سے اور دونوں کے ارادے کا جمع ہونا بھی ممکن ہے ہاں دونوں کی مرادیں جمع نہیں ہوسکتی ہیں کہ زید زندہ بھی رہے اور اسی وقت میں مر بھی جاوے یہ برہان تمانع قرآن کی اس آیت سے مستفاد ہوتی ہے لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا[1] یعنی اگر آسمان و زمین میں کئی خدا ہوتے تو آسمان و زمین خراب ہوجاتے۔

حجت دوم | اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان میں سے ایک کو دوسرے کی مخالفت کرنے کی قدرت[2] ہے یا نہیں اگر کہو قدرت ہے تو دوسرے کا عاجز ہونا ثابت ہوتا ہے کس لئے کہ جس کی دوسرے کو قدرت ہوئی تو وہ کیا خدا ہوسکتا ہے اور اگر کہو قدرت[3] نہیں ہے تو اب یہ کیا خدا رہا جس میں اپنے مثل کی مخالفت کرنے کی قدرت نہیں ہے ایسا کمزور اور ضعیف کیا خدائی کرے گا۔

حجت سوم | یہ ظاہر ہے کہ خالق کو اپنے مخلوق پر قبضہ و تصرفِ کامل ہوا کرتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک شخص کا قبضہ اور تصرف کامل جب ہی ہوتا ہے کہ دوسرے کا وہاں قبضہ اور تصرف کامل نہ ہو کیونکہ ایک شئے پر دو قبضہ کامل کا جمع ہونا ظاہر البطلان ہے۔

---

[1] سورۂ انبیاء۔ رکوع ۲۔ ۱۲منہ [2] اگر کوئی یوں شبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخالفت کی قدرت ہے بلکہ بالفعل مخالفت کررہے ہیں پس اس سے اُس کی خدائی میں ضعف لازم آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن امور میں کفار اُس کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں اُن امور میں اُس نے اُن کو مختار کر رکھا ہے اور جن امور کا وہ ارادہ کرتا ہے اور ان کا جبراً ہونا چاہتا ہے تو اُن میں کسی کو مجال مخالفت نہیں جیسا کہ کفار وغیرہ ہم کو موت و حیات صحت اور مرض وغیرہ امور میں کچھ اختیار نہیں جس طرح اللہ چاہتا ہے ویسا ہی ہوتا ہے ۱۲منہ

سوال دو شخصوں کا قبضہ و تصرف کامل ایک جگہ ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک مکان یا غلام کے دو مالک ہوں اور دونوں کا اُس پر قبضہ و تصرف ہو۔

جواب مطلق قبضہ و تصرف میں کلام نہیں ہے۔ بلکہ قبضہ و تصرف کامل میں گفتگو ہے اور بلاشک جہاں ایک غلام یا مکان کے کئی مالک ہونگے وہاں قبضہ و تصرف کامل کسی کا بھی نہ ہوگا کیونکہ وہاں ایک دوسرے کی مرضی بدون تصرف نہیں کر سکتا ہے بس جب دوسرے کی رضا کے تابع ہوا تو قبضہ اور تصرف کامل کہاں ہاں ہاں تصرف ناقص اور قبضہ غیر کامل ہر ایک شریک کو حاصل ہے جب یہ ثابت ہو چکا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر عالم کے دو خالق ہوں تو بموجب مقدمۂ مذکورہ کے دونوں میں سے کسی کا بھی قبضہ اور تصرف کامل عالم میں نہ ہوگا۔ پس جب تصرف کامل اور پورا قبضہ نہ ہوا تو بموجب مقدمۂ اولیٰ کے خالق ہونا بھی باطل ہوگیا۔ فتامل هذا ما سنح لی عند التحریر بعون الله القدیر۔

حجت چہارم | اگر دو خدا ہوں تو تمام عالم خراب ہو جائے بلکہ سرے سے عالم کا پیدا ہونا ہی ناممکن ہو جاوے کیونکہ ظاہر ہے کہ دو شخصوں کا کسی چیز میں اختلاف اس پر موقوف ہے کہ دو شخص ہوں اور کوئی چیز بھی ہو کہ جس میں اُن کی مخالفت ثابت ہووے کس لئے کہ اگر دو شخص نہ ہوں گے بلکہ ایک ہی ہوگا تو بھی مخالفت نہ پائی جاوے گی کیونکہ مخالفت ایک شخص سے بدون مقابل کے ناممکن ہے اور اسی طرح اگر کوئی چیز ہی نہ ہوئی اگرچہ دو شخص ہوں تب بھی مخالفت ثابت ہوگی۔ کیونکہ مخالفت کسی نہ کسی چیز میں ہوا کرتی ہے پس جب یہ ثابت ہوا تو اگر عالم کے لئے دو خدا ہوں اور پھر عالم کو موجود ممکن بھی کہیں تو بموجب مقدمۂ مذکورہ کے ان میں مخالفت پائی جاوے یا ممکن ہو جاوے اور یہ محال ہے کما لایخفی علی العاقل پس اب دفع مخالفت کے لئے یا تو دو خدا نہ کہو گے پس مدعا حاصل ہوگا یا عالم کو موجود یا ممکن نہ کہو گے سو یہ باطل ہے کیونکہ عالم موجود ہے اور یہی مقصود ہے پس ثابت ہوا کہ دو خدا کا ہونا باطل ہے اور یہ دلیل بعینہ اس آیت میں مذکور ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا توحید کے اثبات میں اور بہت سی ادلہ قویہ ہیں لیکن اس مقام میں عام فہم سمجھ کر انہیں چند دلیلوں پر اکتفا کیا اور کلام کو طول نہ دیا فائدہ اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنا ہر عاقل کی طبیعت میں داخل ہے اور مخلوقات میں سے ہر چیز کی گواہی سے یہ امر حاصل ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

ففی کل شیئ لہ شاہد یدل علی انہ واحد

یعنے اگر بغور دیکھے تو ہر ایک چیز اس عالم کی زبانِ حال سے اس کے ایک ہونے کی گواہی دے رہی ہے۔ اس لئے جس جگہ انبیا نہیں آئے اور احکامِ شریعت وہاں نہیں پہنچے وہاں کے لوگوں پر صرف توحید یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک سمجھنا اور خاص اُس سے معاملات عبودیت برتنا اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا فرض ہے اور قیامت کے روز اسی امر کا اُن سے سوال ہوگا اور مشرکوں کے لئے شرک وبال ہوگا۔ کیونکہ اس امر کو وہ اپنی عقل سے جان سکتے تھے۔ اگرچہ اور احکام کو انبیا علیہم السلام کے نہ آنے کے سبب سے نہ پہچان سکتے تھے اور اسی وجہ سے شرک اللہ کے نزدیک ایسا سخت جرم ہے کہ اُس کے کرنے والے کو ہمیشہ جہنم میں جلایا جاویگا قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنی اللہ شرک کو ہرگز نہ بخشے گا اور اُس کے سوائے جسے چاہے گا بخشے گا۔ اور اسی سبب سے جس مذہب میں شرک ہے وہ بالاتفاق سب اہلِ عقل کے نزدیک رد ہے اور سب دانشمندوں کے نزدیک نہایت بد ہے۔

قدیم | اور وہ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے یہ نہیں کہ کبھی پہلے نہ تھا پھر پیدا ہوگیا چنانچہ قرآن میں آیا ہے ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ یعنی وہ اللہ تعالیٰ اول حقیقی ہے کہ اُس کے لئے ابتدا نہیں اور آخر حقیقی ہے کہ اُس کے لئے انتہا نہیں ہے کیونکہ اگر وہ ازلی اور قدیم نہ ہو بلکہ عدم کے بعد موجود ہو تو بالضرور کسی اور کے پیدا کرنے سے پیدا ہوگا اور وہ پیدا کرنے والا لاجرم عالم میں داخل ہوگا۔ کیونکہ اس کی ذات وصفات کے سوائے جو ہے عالم میں داخل ہے۔ حالانکہ کل عالم کا پیدا کرنے والا اللہ ہے جیساکہ ابھی ثابت ہوچکا ہے علاوہ اس کے حقیقت میں عالم کا خالق وہی ہوگا کہ جس نے اللہ کو پیدا کیا پس لازم آوے گا کہ بعض عالم نے عالم کو پیدا کیا ہے اور یہ محال ہے۔

حی | اور حی یعنی اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور صفت حیات اس کے لئے ثابت ہے جیساکہ قرآن میں آیا ہے ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنی وہ زندہ ہے اور ہر چیز کا قائم رکھنے والا ہے کس لئے کہ مُردہ صانع عالم نہیں ہوسکتا ہے۔

قدیر | اور قدیر یعنی اس کو صفت قدرت کی حاصل ہے کہ جس کے سبب مقدورات پر اثر کرتا ہے موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود کرسکتا ہے۔ آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان اور کافر کو ولی اور ولی کو کافر بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا سکتا ہے غرض کہ کسی چیز سے وہ عاجز نہیں ہے ہر چیز کی اس کو قدرت ہے جیساکہ قرآن میں آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کس لئے کہ اگر اس میں صفت قدرت حاصل نہ ہو تو لازم آوے کہ وہ عاجز محض اور بیکار ہو جاوے پس عالم کا پیدا کرنا باطل ہو جاوے کیونکہ عاجز سے عالم کا پیدا ہونا محال ہے پس جب تمام عالم اس کا پیدا کیا ہوا ہے تو اس کو مقدور پر قدرت بھی

فائدہ اہل اسلام کے ماسوائے اکثر فرقوں نے اپنے عقائد میں اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھ رکھا ہے۔ حکمائے یونان نصاریٰ یہود اور ہنود | چنانچہ حکمائے یونان نے اس کو اس کی مخلوقات میں تصرف کرنے سے عاجز سمجھ رکھا ہے کہ آسمانوں کا فنا کرنا یا بلا واسطہ عقولِ عشرہ کے عالم پیدا کرنا وغیرہ ذلک کو اس سے محال جانتے ہیں اور کہتے ہیں ایسے امور کی اس کو قدرت نہیں ہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پھانسی دی اور نہایت ذلت سے مارا اور عیسیٰ خدا سے بہت آہ و زاری کے ساتھ فریاد کرتے تھے کہ مجھے بچا اور ان کے ہاتھ سے چھڑا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ اور روح القدس اور خدائے تعالیٰ تینوں مل کر ایک ہیں پس جب عیسیٰ عین خدا یا جزء خدا ہی تو خدا اپنے آپ کو نہ بچا سکا، اور خدا یہود کے ہاتھ سے قتل ہوا تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا یہود کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام شب یعقوبؑ سے کشتی لڑتا رہا اور اندر جانے سے یعقوب مانع آتے تھے۔ ہنود کہتے ہیں کہ اوتار میں اللہ تعالیٰ حلول کرتا ہے اور اوتار خود خدا ہوتا ہے حالانکہ رام چندر اوتار کی بیوی کو زبردستی سے راون لنکا کا راجہ چھین کر لے گیا تھا پھر مدت تک رام اس کے عشق میں سرگرداں رہے اور پتہ نہ لگا۔ آخر جب حال معلوم ہوا تو راون کو شکست دینا چاہا۔ لیکن ہنومان وغیرہ لوگوں کی مدد بغیر شکست نہ دے سکا۔ معاذ اللہ گویا اُن کے اعتقاد کے بموجب خدا ایک عورت کے عشق میں مبتلا رہا۔ اور اس کو اُس عورت کا حال معلوم نہ ہوا پھر راون کو بغیر امداد کے نہ مار سکا علیٰ ہذا القیاس بہت سے اُن کے عقائد ہیں کہ جن سے جمیع عیوب اللہ تعالیٰ میں ثابت ہوتے ہیں۔

ف۱ آج کل یورپ کے حکماء نے بھی خدا کو صرف علت العلل اور انتظام عالم میں عاجز تصور کر رکھا ہے کہ جو نہ خلاف قانون عادت الٰہی کوئی کام کر سکتا ہے نہ کسی کی دعا قبول کر سکتا ہے نہ کسی کو اسباب بغیر کچھ دے سکتا ہے نہ دے سکتا ہے اور صد ہا تو سرے سے خدا تعالیٰ کے قائل ہی نہیں کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک توہم باطل ہے ۱۲ منہ ف۲ آریہ نے بھی ایک ایسا پرمیشر تسلیم کیا ہے کہ عالم کو پیدا کر کے بیکار ہو گیا اب کچھ نہیں کر سکتا ۱۲ منہ ف۳ قدرت کا سلسلہ ممکنات پر منتہی ہوتا ہے نہ محالات پر پس یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کیا اپنا مثل بنانے اور اپنی ذات کو ہلاک کرنے یا صفاتِ بشریہ جیسی ملوث نہ ہوتے پر قادر نہ ہونا عجز ہے غلط خیالی ہے ۱۲ منہ

مرید | اور مُرید یعنی اُس کو صفت ارادے کی حاصل ہے کہ جس سے موجود یا معدوم کرنے میں کسی مقدور کو باوجود اس کے کہ قدرت سب پر برابر ہے جس وقت اور جس طرح چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ پس جو چیز ہوتی ہے اُس کے ارادے سے ہوتی ہے ازل میں جو ارادہ کر لیا تھا۔ اب اُسی کے مطابق ہو رہا ہے اس کا ارادہ ازلی ہے اور تعلقات حادث ہیں اور مشیت اور ارادہ ایک ہی ہیں قال اللہ تعالیٰ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ یعنی جس چیز کا وہ ارادہ کرتا ہے اُس کو اُسی وقت کر لیتا ہے یہ نہیں کہ وہ کسی چیز کا ارادہ کرے پھر وہ چیز نہ ہووے ورنہ عجز لازم آوے کس لئے کہ یہ عالم کہ جس کے نظام سے عقلاً کی عقل حیران اور یہ گوناگوں عجائب اُس میں کہ جن سے حکماء سرگرداں ہیں بدون ارادے کے پیدا کرنا محال ہے کیوں کہ جو افعال کہ بے ارادے کے خود بخود مثل مرتعش کے ہاتھ کی حرکت کے سرزد ہوتے ہیں اُن میں یہ انتظام عجیب اور یہ نظام غریب نہیں ہوتا پس حکماء کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ عالم بدون ارادے اور اختیار کے خود بخود بایجاب سرزد ہوا ہے اور بعض اہل کتاب و ہنود کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن اُس سے ہو نہیں سکتیں بالکل غلط اور خلافِ تحقیق ہے اور اُن کے قائلین کے قصورِ فہم پر دلالت کرتا ہے المختصر یہ عالم اور ہر چیز اُس کے ارادے ازلی اور اختیار سے ہوتی ہے۔

علیم | اور علیم یعنی اس کو وصف علم حاصل ہے کہ جس سے ہر چیز کی اُس کو خبر ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی خبر ہے پس جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوا ہے اور ہوگا سب کو ذرا ذرا تفصیل سے روز ازل میں جان لیا تھا کہ فلاں وقت فلاں شخص یہ کام کریگا اور فلاں وقت میں یہ کچھ ہوگا یہاں تک کہ اگر ساتویں آسمان پر یا تحت الثریٰ میں پشہ اپنے پر کو ہلاوے یا کوئی شخص اپنے دل میں کسی طرح کا وسوسہ لاوے وہ بھی اس کو معلوم ہے بیت ؂ بر وعلم یک ذرہ پوشیدہ نیست ، کہ پیدا و پنہاں بہ نزدش یکے است ؛ کس لئے کہ عالم کا پیدا کرنا اور پھر اُس کو باقی رکھنا اور تربیت کرنا اور حسب حال ہر شخص کے حاجت روا کرنا بدون علم کے محال ہے بعض حکمائے یونان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زید و عمر وغیرہ جزئیات کو علی وجہ الکلی عام طور سے جانتا ہے اور تفصیل سے اُن کو اوقات مخصوصہ میں نہیں جانتا بالکل غلط ہے فائدہ ہو دو شہود و

نصاریٰ وغیرہ کے عقائد سے بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بعض چیزوں کی خبر نہیں نعوذ باللہ منہ[۱]

سمیع | یعنی اس کو شنوائی کا وصف حاصل ہے کہ اُس سے ہر چیز کی آواز اور ہر کسی کی پکار سن لیتا ہے خواہ ساتویں زمین پر چیونٹی کے پاؤں کی آواز ہو خواہ ساتویں آسمان پر پشہ سے کمتر جانور کے پر کی آواز ہو خواہ کوئی آہستہ سے کچھ کہے یا پکار کر کہے وہ سب سنتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا اور خبردار ہے کس لئے کہ ایسے صانع عالم اور جہان کے مالک کا بہرہ ہونا بڑا عیب اور سخت نقصان ہے۔

بصیر | اور بصیر یعنی اُس کو وصفِ بصارت حاصل ہے کہ جس کے سبب سے ہر چیز کو دیکھتا ہے خواہ کوئی چیز اندھیرے میں ہو خواہ اُجالے میں خواہ نزدیک خواہ دور خواہ رات میں خواہ دن میں خواہ کسی قدر چھوٹی ہو خواہ بڑی سب کو ہر وقت بلا تفاوت یکساں دیکھتا ہے کسی وقت میں کوئی شے اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے کیونکہ اگر اس میں یہ وصف نہ ہووے تو وہ اندھا کہلاوے اور اندھا ہونا ایسے صانع عالم کے لئے عیب اور سخت نقص ہے لہذا قرآن مجید میں بھی یہ صفت اس کے واسطے اکثر آیات میں ثابت ہے از انجملہ یہ آیت ہے اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے کوئی شے اس کی نظر سے غائب نہیں ہے **فائدہ** معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سمع اور بصر سے کہ جو اُس نے اپنی ذات کے لئے ثابت کی ہے اور قرآن میں اس کا ذکر فرمایا ہے علم مراد ہے پس اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ خبردار ہے کیونکہ سمع اور بصر اعضاء سے تعلق رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اعضاء اور جسم سے پاک ہے ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور جمیع صفات مخلوقات کی ذات اور صفات سے غیر ہے اسی طرح اس کی سماعت اور بصارت بھی خلق کی سماعت اور بصارت سے بالکل غیر ہے البتہ مخلوقات کو سماعت اور بصارت میں اعضاء کی احتیاج ہے نہ اُس خالق کو الحاصل اس کے لئے ایسی سمع و بصر نہیں ثابت کرتے ہیں کہ جو ممکنات میں ہے پس اس ضعیف شبہ سے قرآن کی آیاتِ صریحہ کی تاویل کرنا ناجائز ہے (اور متکلم ہے) یعنی اس کو کلام کرنے کی صفت حاصل ہے کہ جس سے کلام کر سکتا ہے پس وہ جس سے جس طرح چاہتا ہے کلام کرتا ہے جس چیز سے چاہتا ہے منع کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جس چیز کی چاہتا ہے

---

[۱] ان صفات میں مخلوق میں سے کوئی بھی بالذات شریک نہیں بلکہ اس نے جس کو جس قدر چاہا علم دیا اور جس قدر چاہے قدرت دے اس پر بھی اس کا علم اس کی قدرت ذاتی مخلوق کی اس کی طرف سے عطا شدہ ہے دونوں کی حقیقت غیر ہے ۱۲ منہ

خبر دیتا ہے کیونکہ گونگا ہونا ایسے صانع عالم فاعلِ مختار کے انتظامِ عالم کے واسطے مخلِ ورخاص اُس کے حق میں بڑا سخت عیب ہے لہذا قرآن مجید میں اُس نے اپنے واسطے اس صفت کو اکثر ثابت کیا ہے ازانجملہ یہ آیت ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا تھا پس مطلقاً کلام کرنا سب اہلِ اسلام کے نزدیک مسلم اور متفق علیہ ہے اور اُس کی حقیقت میں کہ کیونکر ہے اور کس طرح ہے البتہ اختلاف ہے اور اس میں کل نو قول ہیں سب کو ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں تفصیل سے لکھا ہے سو اہل حق کے نزدیک جو کلام کہ خدا کی صفت ہے وہ حروف اور آواز سے مرکب نہیں بلکہ وہ ایک صفت ہے جو اُس کی ذات پاک سے قائم ہے اور اُس کو کلامِ نفسی کہتے ہیں کیونکہ کلام اصل میں مضمون اور معانی ہی کو کہتے ہیں چنانچہ اخطل شاعر کہتا ہے ؎ اِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَاِنَّمَا ٭ جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا کلام دل میں ہوتا ہے اور زبان اس دل کے مضمون پر دلالت کرتی ہے لہذا مجازاً الفاظ اور اصوات سے جو مرکب ہوتا ہے اس کو بھی کلام کہتے ہیں ہم لوگ اس مضمون کو کبھی زبان سے ظاہر کرتے ہیں کبھی لکھ کر بتا دیتے ہیں کبھی اشاروں سے ظاہر کر دیتے ہیں اسی سبب سے اللہ تعالیٰ جو کسی کا کسی کام میں محتاج نہیں ہے بدون زبان کے کلام کرتا ہے پھر جب زبان سے اس کا کلام نہیں تو الفاظ اور صوت بھی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کی جس طرح اور سب صفات ازلی ہیں اسی طرح سے صفتِ کلام بھی ازلی اور قدیم ہے پس اگر اس کا کلام الفاظ اور حروف سے مرکب ہو تو قدیم نہ رہے کس لئے کہ جو چیز قدیم ہوتی ہے وہ کسی کے پیچھے نہیں ہوتی ہے اور کلامِ لفظی میں تقدیم و تاخیر ہوا کرتی ہے مثلاً زید میں جب تک زے نہ ادا کر لیں گے یے ادا نہ ہو گی علیٰ ہذا القیاس لہذا یہ کلام لفظی جو حروف و صوات سے مرکب ہوتا ہے اُس کی صفت نہیں۔

سوال اگر کلام نفسی ہی اُس کی صفت ہے تو قرآن مجید کی عبارت عربیہ اُس کا کلام نہیں ہے پس اُس کو کلام خدا کہنا چاہیئے حالانکہ باتفاق جمہور اہل اسلام جو قرآن مجید کی عبارت کو کلام الٰہی نہ کہے قطعی کافر ہے اور قرآن میں بعض جا کفار سے معارضہ کیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے کلام کی مانند بنا لاؤ اور معارضہ الفاظ اور عبارت سے ہی ہوا کرتا ہے۔

جواب کلام خدا کے دو معنی ہیں ایک کلامِ نفسی جو قدیم ہے پس یہ صفت ازل سے ابد تک

اس کو حاصل ہے اس کے سبب سے جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے جیسا کہ ہم کو صفتِ کلام حاصل ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے گو کہ ہم کسی سے کلام نہ کریں یہ صفت کلام بالاتفاق ازلی ہے اور اُس کے ساتھ قائم ہے سو یہ کلام الٰہی اس سبب سے ہے کہ اُس کی صفت ہے دوسرے یہ الفاظ اور عبارت قرآن کی۔ اِن کو کلام الٰہی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ سوائے خدا کے کسی اور کی تالیف اور تصنیف نہیں بلکہ ان کو خاص اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس معنیٰ سے الفاظ اور عبارت قرآن مجید بھی کلام الٰہی ہے بیشک اس کا کلام الٰہی نہ کہنے والا بالاتفاق کافر ہے اور ان سے معارضہ بھی درست ہے پس قرآن مجید اور پہلی کتابیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں سب کلام الٰہی ہیں بعض محققین اہل حدیث کا یہ مذہب ہے کہ خدا کے کلام میں تلفظ اور صورت بھی ہے کہ جس کو مخاطب سُن لیتا ہے اور پھر قدیم ہے کیونکہ قدیم نوع کلام کو کہتے ہیں اور صورت خاصہ اور الفاظ مخصوصہ کو قدیم نہیں کہتے۔ اِن کے حادثات ہونے سے اُس مطلق کا حادث ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ مطلقاً خالق ہونا اُن کے لئے صفت قدیم ہے باوجودیکہ اُس کے تعلقات حادث ہیں اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا ہے کہ اُس کے لئے زبان مضغہ گوشت بھی ہو کیونکہ اُس کے الفاظ اور صورت ہمارے الفاظ صورت کی طرح نہیں بلکہ جیسا اُس کی ذات کے مناسب ہو نقلہ ملا علی القاری فی شرح فقہ اکبر وقال ھذا ھو المأثورۃ عن ائمۃ الحدیث والسنۃ انتھٰی (اہل حق کے نزدیک قرآن مجید قدیم ہے) اہل سنت معانی اور مضامین کا اعتبار کر کے قرآن کو قدیم اور اُس کی صفت قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ اس کے الفاظ اور عبارت پر نظر کر کے اس کو حادث کہتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر الفاظ کا اور تیئس برس میں نازل ہونا

فائدہ واضح ہو کہ بعض علماء کے نزدیک خدا تعالیٰ کا کلام اپنے مقدس بندوں اور فرشتوں سے اُن کے فہم کے موافق ہوتا ہے اور اس کے حسب مواقع مختلفہ صورتیں ہیں کبھی بغیر صورت و الفاظ روحانی طور پر کلام ہوتا ہے اور وہ مخاطب اس کلام کو اپنے الفاظ میں تعبیر کرتا ہے اکثر نزول وحی اور الہام کی یہی صورت ہے اور کبھی الفاظ و صوت سے بھی کلام ہوتا ہے اور مخاطب انہیں الفاظ سے کلام الٰہی کو تعبیر کرتا ہے نزول قرآن ایسی صورت میں واقع ہوا ہے اور ان الفاظ کے تعدد و تقدیم و تاخیر سے اس کی صفت کلام میں جس کو الفاظ خاص سے تعبیر کیا ہے کوئی حدوث و نقص لازم نہیں آتا پھر یہ کلام حجاب کبریائی کے پیچھے سے ہوتا ہے اور پھر بھی وہ کلام بالمشافہ ہوتا ہے کیونکہ حق سبحانہ کا حضور ہر عارف کو اس کی استعداد و روحانیت کے موافق ہوتا ہے بندہ کتنا ہی مقام تقرب میں پیشقدمی کر جائے مگر اس عالم میں پھر بھی اس میں اور خدا تعالیٰ میں صدہا حجاب نورانی حائل ہوتے ہیں اور کبھی یہ کلام بذریعہ ناموس اکبر ہوتا ہے اور ناموس اکبر کبھی بالفاظ مخصوص وہ کلام پہنچاتا ہے کبھی مطلب ادا کر دیتا ہے اور ان کے سامنے تعبیر کے وقت الفاظ مخاطب کے ہوتے ہیں۔ احادیث اسی قسم کی ہیں پھر یہ حالت کبھی بیداری میں ہوتی ہے مگر جسم پر روحانیت کے غلبہ سے تغیر عظیم پیدا ہوتا ہے اور کبھی خواب میں جہاں جسمانیت کے آثار ضعیف ہو کر روحانیت کو تجلی ہوتی ہے ان کا خواب معمولی خواب و خیال نہیں ۱۲ منہ

قدیم ہونے کے منافی ہے البتہ معتزلہ کا یہ شبہ بعض حنبلی لوگوں پر وارد ہوتا ہے کہ وہ الفاظ اور معانی سب کو قدیم کہتے ہیں جمہور اہل سنّت پر یہ شبہ ہرگز وارد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ الفاظ کو قدیم نہیں کہتے اور تقدیم و تاخیر الفاظ میں ہے نہ کہ معانی میں واللہ اعلم زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی بڑی کتابوں میں ہے جس کو منظور ہو وہاں دیکھ لے اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہ تھی لہٰذا قدر قلیل پر اکتفا کیا
فائدہ ان صفات مذکور کو صفات ذاتیہ اور امہات الصفات بھی کہتے ہیں ان کا اور سب صفات باریتعالیٰ پر رتبہ مقدم ہے کیونکہ مثلاً اس کے لئے حیات نہ ہو تو خدا نہ رہے پس جب حیات پہلے ہوگی تب کچھ اور صفات پائے جائیں گے۔ گویا صفتِ حیات اور صفات کی اصل ٹھیری علیٰ ہذا القیاس اب صفاتِ فعلیہ کو ذکر کرتا ہوں۔

صفت تکوین | اور وہ مُکوِّن ہے۔ یعنی پیدا کرنے کی صفت اس کو حاصل ہے صفاتِ ذاتیہ کے سوائے اللہ تعالیٰ کے جس قدر اور صفات ہیں جیسا مارنا جلانا روزی دینا۔ تندرست و بیمار کرنا عزت و ذلت دینا علیٰ ہذا القیاس اِن کو صفاتِ فعلیہ کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک صفات فعلیہ اور ذاتیہ میں یہ فرق ہے کہ جس خاص صفت سے وہ موصوف ہو اور اُس کی ضد سے موصوف نہ ہوسکے تو وہ ذاتیہ ہیں جیسا کہ علم اللہ تعالیٰ اِس سے موصوف ہوتا ہے اس کی ضد جہل اُس سے موصوف نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کو کسی حال میں جاہل نہیں کہہ سکتے اور جو صفات ایسی ہیں کہ اُن سے اور اُن کی ضد سے دونوں سے موصوف ہوسکے وہ فعلیہ ہیں جیسا مارنا جلانا رزق دینا اس کو زید کا مارنے والا اور عمر کو نہ مارنے والا اس کی حالتِ حیات میں کہہ سکتے ہیں کذا فی شرح فقہ اکبر سو یہ سب صفات فعلیہ صفت تکوین میں داخل ہیں گویا وہ ان سب کا مجمل ہے اور یہ سب اُس کی تفصیل اگر اُس کو یہ صفت حاصل نہ ہو تو وہ صانع عالم نہ ہوسکے اور بیکار ہوجاوے دَقَالَ اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ یعنی اس کے کُن کہتے ہی ہر چیز کو جس کا وہ ارادہ کرتا ہے ہو جاتی ہے کچھ دیر اور ڈھیل نہیں کسی سامان اور اسباب اور معین و مددگار کی حاجت نہیں (صفت تکوین بھی اور صفاتِ ذاتیہ کی طرح ازلی ہے لیکن عالم کو اور ہر چیز کو اُس کے وقت پر پیدا کیا ہے) اللہ تعالیٰ کی سب صفات خواہ ذاتیہ خواہ فعلیہ ازلی ہیں یعنی ازل سے خدا تعالیٰ ان صفات سے موصوف ہے یہ نہیں کہ پہلے خدائے تعالیٰ میں یہ صفات نہ تھے پھر ہو گئے۔ بلکہ جب سے وہ ہے تب ہی سے اُس کے یہ صفات بھی ہیں۔ کیونکہ اگر ازل میں اُس کے صفات

نہ ہوں تو لازم آوے کہ وہ ازل میں ان صفات سے خالی تھا۔ پھر کسی کے سبب سے یہ صفات اس کو حاصل ہوئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت محال اور نقصان ہے۔ پس ازل میں جبکہ زمین و آسمان کچھ نہ تھے اُس کو حیات بھی تھی اور ارادہ اور قدرت اور علم اور سماعت اور بصارت اور کلام بھی تھا علیٰ ہذا القیاس صفت تکوین سے بھی موصوف تھا۔

سوال صفت تکوین بے مکونات کے کیونکر ازلی ہوگی حالانکہ کسی مکوّن کو بھی ازلی نہیں کہتے مثلاً صفت تکوین کی ایک قسم رزق دینا بھی ہے پس جب تک کوئی شخص کہ جس کو رزق دیا ازل میں نہ پایا جاویگا۔ رزق دینا بھی ازل میں نہ ثابت ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس عالم کا اور اُس کی ہر ہر چیز کا موجود کرنا بھی اس کی صفت ہے حالانکہ عالم ازلی نہیں نہ اس کی کوئی چیز ازلی ہے۔

جواب صفات فعلیہ کا ظہور البتہ غیر پر موقوف ہے کہ جب تک کوئی غیر نہ ہوگا یہ صفت ظاہر نہ ہوگی اور خود صفت کسی پر موقوف نہیں مثلاً ایک شخص کو لکھنا خوب آتا ہے اور یہ وصف اُس کو ابتدا سے حاصل ہے سو یہ وصف ظاہر جب ہوگا کہ وہ کچھ لکھے گا اور خود وصف لکھنے پر موقوف نہیں اگر تمام عمر نہ لکھے جب بھی اُس کو وہ وصف حاصل رہے گا پس اگر کوئی چیز بھی ازل میں موجود نہ تھی اور کسی مکوّن کی وہاں ہستی نہ تھی لیکن اُس کو وہ صفت تکوین ازل میں حاصل تھی نہ تو یہ لازم آیا کہ صفتِ فعلیہ ازلی نہ ہو اور نہ یہ کہ مکونات ازلی ہو جائیں بلکہ ہر مکوّن کی اُس کے وقت پر تکوین کی آسمان و زمین کو بھی ایک وقت خاص میں بنایا علیٰ ہذا القیاس،

ازل سے ابد تک اُس کی سب صفات بے تفاوت اُس میں موجود ہیں اس کی صفات کا ازلی ہونا تو پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے اور ابدی ہونا اس لئے کہ جو قدیم اور ازلی ہوتا ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ پس اُس کی صفات بھی کبھی فنا نہ ہوں گی ثابت ہوا کہ ابدی ہیں کیونکہ ابدی وہ ہے کہ جو کبھی فنا نہ ہو اور ہمیشہ رہے دوسری یہ وجہ ہے کہ اگر اُس کی صفات کبھی اُس سے دور ہو جائیں تو لازم آوے کہ اس وقت وہ اُن صفات سے خالی ہو اور یہ واجب تعالیٰ کے لئے محال ہے قال اللہ تعالیٰ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ یعنی وہ اول حقیقی یعنی ازلی ہے اور آخر حقیقی یعنی ابدی ہے پس جب وہ ابدی اور ازلی ہوا تو اُس کی صفات بھی ابدی ازلی ہیں کیونکہ اُس کا یے صفات کے

ا؎ اور وہ اپنے علم ازلی میں ان چیزوں کا مکوّن تھا ۱۲ منہ

کسی وقت میں پایا جانا محال ہے پس تفاوت اور تغیر بھی اُس کی صفات میں محال ہے کیونکہ تغیر یا تو یوں ہوگا کہ اُس کی کوئی صفت بالکل جاتی رہے سو یہ محال ہے اور منافی ابدیت یا کوئی صفت کم یا زیادہ ہو جائے سو یہ بھی محال ہے کیونکہ زیادہ ہونا دلالت کرتا ہے کہ پہلے یہ صفت ناقص تھی اور نقصان اُس کے لئے منافی وجوب ہے۔ اور کم صفت کا ہونا تو صریح البطلان ہے پس اُس کی حیات اور علم اور قدرت و ارادہ و سمع و بصر و کلام و تکوین ازل سے ابد تک یکساں ہیں کبھی اُن میں کمی زیادتی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی ہاں ممکنات میں تغیر ہوتا ہے مثلاً اگر زید پہلے کافر تھا پھر مومن ہو گیا یا کھڑا تھا بیٹھ گیا یہ زید میں تغیر ہوا علم الٰہی میں کچھ بھی تغیر نہیں آیا علیٰ ہذا القیاس اُس کی صفت تکوین بھی ازل سے ابد تک یکساں ہے پس جب اس نے زید کو پیدا کیا یا عمرو کو بیمار کر دیا تو اُس کے پیدا کرنے کی اور بیمار کرنے کی صفت ہمیشہ سے ہے اور کچھ تفاوت بھی اُس میں نہیں لیکن اُس کے تعلقات حادث ہیں فائدہ اللہ تعالیٰ سب عالم کا خالق اور صانع ہے پس جس طرح اس کی ذات کسی کے ساتھ مشابہ اور کسی کی مانند نہیں ہے جیسا کہ قرآن میں ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ یعنی کوئی اس کی مثل نہیں بلکہ سب سے الگ ہے اسی طرح اُس کے اوصاف بھی کسی کے اوصاف کے ساتھ مشابہ اور مانند اور متحد الحقیقت نہیں۔ پس اس کی زندگی ہماری زندگی کی طرح نہیں اور اس کی قدرت اور اُس کا ارادہ اور علم بھی ہماری قدرت اور ارادے اور علم سے مشابہ نہیں اور اس کا سننا اور دیکھنا اور کلام کرنا بھی ہمارے سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے غیر ہے ہم کان سے سنتے ہیں اور آنکھ سے دیکھتے ہیں اور زبان سے بولتے ہیں وہ واجب الوجود جس نے ہمارے گوشت کے ٹکڑے میں جس کو کان کہتے ہیں ایک قوت سماع رکھدی ہے اور دوسری جا قوت بصر اور تیسری جا قوت نطق رکھدی ہے بے کان کے سنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہے اور بے زبان کے بولتا ہے اور ان اعضا کا محتاج نہیں پس اُس کے اوصاف میں اور ہمارے اوصاف میں لفظ میں شرکت ہے۔ اور دونوں کی حقیقت جدا ہے سُننا ہمارے لئے بھی ثابت ہے اُس کے لئے بھی لیکن اس کا سننا ہمارے سننے سے متغائر ہے فقط نام سننے کا دونوں کو شامل ہے۔

فصل سوئم تنزیہات کے بیان میں

وہ کسی کا کسی چیز میں محتاج نہیں | اپنی ذات اور صفات اور کسی کار میں وہ کسی کا محتاج نہیں کیونکہ اس کی ذات اور صفات کے سوا سب عالم میں داخل ہیں

اور کل عالم اس کا محتاج ہے اور بنایا ہوا ہے پھر اگر اُس کو کسی چیز میں کسی کی طرف حاجت ہو تو لازم آوے کہ اللہ اپنے محتاج کا محتاج ہو جاوے اور یہ محال ہے قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ یعنی تم سب لوگ اللہ کے محتاج ہو اور وہ ہر چیز سے بے پروا یعنی اپنی ذات و صفات میں غیر محتاج اور سراہا گیا ہے (اور نہ وہ عرض ہے) عرض وہ ہے کہ جو کسی اور میں ہو کر پایا جاوے جیسا سیاہی، سفیدی کہ بدون کسی جسم کے ہرگز نہیں پائی جاتی۔ پس اگر اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہو تو اُس کو غیر کی طرف احتیاج ثابت ہو جاوے اور یہ محال ہے کما مرّ (اور نہ جسم ہے) جسم اُس کو کہتے ہیں جس میں لمبان چوڑان دل ہو جیسا درخت پتھر آدمی وغیرہ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر جسم میں اجزار ہوا کرتے ہیں اور کوئی جسم بے اجزار کے نہیں ہوتا ہے خواہ وہ ہیُولیٰ و صورت ہوں خواہ وہ اجزار لا یتجزّیٰ ہوں خواہ اجزار ثالو یہ اربع عناصر آب آتش ہوا خاک ہوں پس اگر اللہ تعالیٰ کے لئے بھی بدن ہو تو اس کو بھی اپنے اجزار کی طرف حاجت ہو جاوے[1] اور اجزا کا محتاج کہلاوے دوسرے جو چیز اجزا سے مرکب ہوتی ہے تو ضرور کسی مرکب کے ترکیب دینے سے ہوتی ہے کیونکہ آپ سے آپ اجزار جمع نہیں ہو سکتے پس اگر خدا کے لئے بدن ہو تو کسی اور شخص ترکیب دینے والے کی طرف حاجت ہو جائے تیسرے یہ کہ ہر مرکب[2] حادث ہوتا ہے۔ یہود اُس کے لئے بدن ثابت کرتے ہیں۔

---

[1] نصاریٰ کے ہاں خدا کے تین جزیہ ہیں اب[1] ابن[2] روح القدس[3] ہنود کے ہاں بشن[1] مہادیو[2] برہما[3] خدا کے تین جز ہیں ان تینوں جزوں سے مرکب تمام خدا ہے قطع نظر اس خرابی کہ جو مرکب ہوتا ہے وہ حادث ہوتا ہے اور اجزا کا محتاج اور کسی غیر کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے یہ کتنی خرابی ہے کہ خدا کے جزوں کو جُدا جُدا بھی کہتے ہیں۔ اور پھر خدا کو ویسا ہی پورا جانتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جہاں مجموعہ میں سے ایک جز جدا ہوا مجموعہ فوت ہوا اور سب سے زیادہ یہ عذر بدتر از گناہ ہے کہ اُن کو اوصاف بھی کہہ بیٹھتے ہیں اور اعتراضوں سے آ تا ہیں مخلصی ڈھونڈتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وصف اپنے موصوف سے جدا مجسم ہو کر چلا پھرا نہیں کرتا حالانکہ ابن کا دنیا میں آنا کھانا۔ پھانسی پانا نصاریٰ کے ہاں ثابت ہے علیٰ ہذا القیاس برہما اور مہادیو اور بشن کا افعال بشریہ کرنا ہنود کے ہاں ثابت ہے سوائے اہل اسلام کے ہر فرقے نے اللہ تعالیٰ میں نہایت عجیب قائم کر رکھے ہیں نصاریٰ اور یہود نے تو یہ کچھ سمجھ رکھا ہے حکمائے یونان نے عاجز محض سمجھا ہے کہ بے اختیار جیسا کہ رعشہ سے ہاتھ ہلتا ہے عالم اُس سے پیدا ہوا ہے اور پھر اُس کے فنا پہ قادر نہیں۔ اور اُس کو جاہل بھی سمجھتے ہیں کہ اُس کو جزئیات کا حال معلوم نہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

پس نہ اُس کے لئے کوئی رنگ ہے نہ بُو ہے | کیونکہ رنگ اور بُو خاص جسم میں پیدا ہوا کرتی ہیں اور بدون بدن کے رنگ اور بُو نہیں پائی جاتی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کے لئے بدن نہیں تو رنگ اور بُو بھی نہیں نہ وہ سیاہ ہے نہ سفید ہے نہ زرد ہے نہ نیلا نہ اُس میں خوشبو ہے نہ بدبو ہے نہ لنبا ہے نہ پست قد نہ دُبلا ہے نہ موٹا نہ گرم ہے نہ سرد ہے نہ سخت ہے نہ نرم۔

نہ اُس کے لئے مکان ہے | کیونکہ مکان جسم دار چیز کے لئے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے پس نہ وہ آسمانوں میں رہتا ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں بلکہ تمام عالم اُس کے آگے ایک ذرے کے برابر ہے وہ اس میں کیونکر سماوے لیکن ہر جگہ اُس کا ظہور ہے کوئی جا اُس سے غائب نہیں ہے ہر جگہ اور ہر مکان اُس کی نسبت برابر ہے۔

سوال قرآن مجید کی بعض آیات اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے کما قال الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا اور مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَنْزِلُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کل لیلۃ الی سماء الدنیا الحدیث یعنی اللہ تبارک تعالیٰ ہر شب آسمان دنیا پر اُترتا ہے۔

جواب یہ آیت و حدیث اور اسی طرح وہ آیات واحادیث کہ جن میں اللہ کے لئے منہ اور ہاتھ اور پاؤں اور انگلیاں اور پنڈلی اور آنکھ اور نفس وغیرہا ثابت ہے ان کو متشابہات کہتے ہیں فرقہ قدریہ ان کے ظاہری معنی چھوڑ کر تاویلات کرتا ہے مثلاً ید سے قبضہ اور وجہ سے اس کی ذات مراد لیتا ہے اور آیت پیش کرتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کہ اگر اس کے لئے ہاتھ اور منہ وغیرہ چیزیں ثابت ہوں تو ممکنات کے مشابہ ہو جاوے فرقہ مشبّہ کہ جس کو مجسمہ بھی کہتے ہیں۔ اُن کا یہ قول ہے کہ ہاتھ منہ وغیرہ اعضا جو آیات و احادیث میں آئے ہیں اُس کے لئے ثابت ہیں اور وہ عرش پر ایسا ہی بیٹھا ہے کہ جس طرح کوئی بادشاہ دنیا میں اپنے تخت پر بیٹھتا ہے۔ دلیل اُن کی یہی آیات واحادیث ہیں کہ جن میں ان امور کا ذکر ہے مگر وہ پہلی آیت اُن کے قول کو بالکل رد کرتی ہے۔ اور فرقہ اہلِ حق کہ جس کو اہل سنت و الجماعت کہتے ہیں جس میں تمام صحابہ اور اہل بیت داخل ہیں وہ ان دونوں فریق کی افراط و تفریط کو ناپسند رکھتے ہیں۔ کس لئے کہ یہ دونوں فریق ایک آیت کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں مثلاً قدریہ کو آیات متشابہات کا انکار لازم آتا ہے اور مجسمہ کو آیات تنزیہہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کا انکار لازم آتا ہے اور مذہب اہل حق کا یہ ہے کہ یہ صفات خدا کے لئے ثابت ہیں۔ تاکہ قدریہ کی مانند ان

آیات و احادیث کا کہ جن میں یہ صفات ہیں انکار لازم نہ آوے اور حقیقت ان صفات کی اللہ ہی کو معلوم ہے ہمارے ہاتھ منھ کی مانند اور ہمارے استوٰی کی مانند اُس کے لئے ہاتھ منھ اور استوٰی ہرگز نہیں تاکہ مجسمہ کی مانند اس آیت لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کا انکار لازم آوے کیونکہ وہ کسی ممکن کی مثل اور مانند نہیں جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا یہی عقیدہ ہے چنانچہ فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فما ذکرالله فی القران من ذکر الوجه والید والنفس العین فهو له صفات ولایقال ان یده قدرته او نعمته لان فیه ابطال الصفة وهو قول اهل القدر والاعتزال ولکن یده صفة بلاکیف انتهی کہ قرآن میں جو اللہ تعالیٰ نے وجہ اور ید اور نفس اور عین ذکر کیا ہے سو یہ سب اُس کی صفات ہیں اور معتزلہ اور قدریہ کی طرح یوں نہ کہنا چاہئے کہ ہاتھ سے مُراد اُس کی قدرت اور نعمت ہے کیونکہ اس سے اللہ کی صفات باطل کرنا ثابت ہوتا ہی بس ید سے مراد اس کی ایک صفت ہے کہ ہم اُس کی کیفیت نہیں جانتے امام مالک رح سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور امام احمد حنبل رح اور امام شافعی رح اور جمہور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے کذا فی النظامیہ۔

نہ شکل و صورت ہے | کیونکہ صورت و شکل جسمانی چیز کے لئے ہوتی ہے اور وہ جسم سے پاک ہے پھر نہ وہ آدمی کی صورت پر ہے نہ جن کی نہ حجر کی نہ کسی اور شے کی پس جو بعض کم علم کہتے ہیں کہ خدا پیر کی شکل میں ہے بلکہ پیر ہی خدا ہو جاتا ہے یا رسُول کی صورت میں خدا تھا گمراہی ہے (نہ اس پر زمانہ گزرتا ہے) کس لئے کہ زمانہ حادث چیزوں کے لئے ہوتا ہے کیونکہ متکلمین کے نزدیک زمانہ ایسے متجدد کو کہتے ہیں کہ جس سے دوسرے متجدد کا اندازہ کیا جاوے اور حکماء کے نزدیک مقدارِ حرکتِ فلک کو زمانہ کہتے ہیں۔ پہلی صورت میں اس کا متجدد ہونا دوسری میں حدوث ثابت ہوتا ہے سو وہ حادث نہیں ہے پس اس کو یوں نہ کہیں گے کہ سو برس کا ہے یا ہزار برس کی عمر رکھتا ہے یا لاکھ کی علیٰ ہذا القیاس۔

نہ بوڑھا ہے نہ جوان ہے | کیونکہ بوڑھا اور جوان ہونا جسمانی اور زمانی چیزوں کے لئے

فائدہ حدیث میں آیا ہے ان الله خلق ادم علی صورته متفق علیہ کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ جمہور محدثین کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ صورت کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت ہے وہ اضافت تشریفیہ ہے جیسا کہ روح اللہ و ناقۃ اللہ میں یعنی اپنے ہاں کے عمدہ اور مخصوص صورت پر آدم کو بنایا نہ یہ کہ اللہ بھی آدم جیسی صورت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ صورتہ کی ضمیر آدم کی طرف راجع ہے کہ آدم کو اس کی صورت پر بنایا جو علم الٰہی میں قرار پا چکی تھی اہل کتاب اس کے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں توریت سفر تکوین کے مطابق ۱۲ منہ +

مخصوص ہے اور وہ نہ زمانی ہے نہ جسمانی۔

کھانے پینے پیشاب و پائخانے اور صحت و مرض خوشی و رنج وغیرہ سے پاک ہے کیونکہ یہ سب چیزیں حادث اور زمانی چیزوں میں پائی جاتی ہیں اور وہ حادث اور زمانی نہیں پس وہ ان چیزوں سے بھی پاک ہے علیٰ ہذا القیاس نیند اور اونگھ اور سب لذائذ وغیرہ سے جو حادث اور زمانی چیزوں سے مختص ہیں پاک اور مبرا ہے (اور نہ جوہر ہے) متکلمین کے نزدیک جوہر جزء لایتجزیٰ یعنی جسم کے نہایت چھوٹے ٹکڑے کو کہ پھر اُس کا جز نہ نکلے کہتے ہیں اور جوہر فرد بھی اُس کا نام رکھتے ہیں اور حکما کے نزدیک جو خارج میں کسی اور دوسری چیز میں ہو کر نہ پایا جاوے اسے جوہر کہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ جوہر بھی نہیں ہے کیونکہ متکلمین کا جوہر کسی جسم کا جز ہوتا ہے سو اللہ تعالیٰ کسی چیز کا جز نہیں ہے اور حکما کا جوہر بھی ممکنات میں داخل ہے۔ سو اللہ تعالیٰ ممکن نہیں بلکہ واجب ہے لہذا جوہر نہ کہنا چاہیئے۔

اور نہ وہ کسی کا ہم جنس اور نہ کسی کے ساتھ مشابہ نہ کسی کے ساتھ متحد ہے اس لئے کہ اگر اُس کے لئے کوئی جنس ہو تو آپس میں تمیز اور فرق کسی فصل سے ہوگا۔ پس اُس کا مرکب ہونا لازم آویگا۔ اور یہ محال ہے اور کوئی اُس کی مانند بھی نہیں ہے کیونکہ اگر ہو بس یا تو ذات میں اس جیسا ہوگا یا صفات میں ذات میں ہونا تو محال ہے کیونکہ پھر توحید نہ رہے گی حالانکہ وہ ثابت ہو چکی ہے اور صفات میں بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کے سوا جو ہے وہ عالم یعنی مخلوق میں داخل ہے اور مخلوق میں سے ایسا کوئی نہیں ہے کہ اس کی صفات اس کی مانند ہوں نہ کسی کا علم اس کے علم کے برابر کیونکہ اس کا علم حضوری ہے کہ تمام عالم اُس کے نزدیک حاضر ہے وہ سب کو ہر وقت یکساں جانتا ہے مخلوق میں سے یہ بات کسی کو حاصل نہیں خواہ کوئی ولی ہو یا نبی یا فرشتہ علیٰ ہذا القیاس اس کی قدرت و ارادہ و حیات وغیرہا صفات سب بےمثل ہیں اگر مخلوق میں حیات یا قدرت یا ارادہ ہے تو اس کی طرف سے ہے خود نہ کسی میں قدرت ہے نہ حیات نہ ارادہ اور متحد بھی اس کے ساتھ کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر کوئی ہوگا تو مخلوق میں سے ہوگا اور مخلوق اور خالق کا ایک ہونا صریح البطلان ہے پس نادانوں کا یہ قول کہ انسان حجر و شجر جو کچھ ہے سب وہی ہے صریح کفر ہے۔

وحدت الوجود | بعض صوفیاء کرام جو وحدت الوجود کے قائل ہیں اُس سے یہ نہیں ثابت

ہوتا کہ یہ مخلوقات عین خالق ہے کس لئے کہ وہ وحدت الوجود کے قائل ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ سب کی ایک ہستی ہے یعنی اللہ کی ہستی سے خلق موجود ہے اور فی نفسہ کچھ نہیں نہ کہ وحدت الوجود کے قائل ہیں مثال اس کی یہ ہے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو در و دیوار اور جس قدر شفاف چیزیں ہیں سب منوّر ہو جاتی ہیں اور جب وہ غروب ہو جاتا ہے تو سب پر اندھیرا چھا جاتا ہے پھر کہہ سکتے ہیں کہ ان سب منوّر چیزوں میں ایک ہی نور چمکتا ہے یعنی آفتاب کے نور سے منوّر ہیں لیکن منور الگ الگ ہیں آفتاب اور ہے شفاف چیزیں آئینہ وغیرہ اور ہیں ان کو کوئی عاقل ایک نہ کہے گا یا یوں کہو اعیان خارجہ یعنی جو چیزیں خارج میں موجود ہیں زمین و آسمان اور ان کے اندر کی چیزیں ہیں ان کو وہ بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں کرتے یا کہو ان کی چشم حقیقت بین میں غلبۂ محبت سے کوئی چیز موجود نہیں دکھائی دیتی۔ اس کے وجود اصلی کے اظلال معلوم ہوتے ہیں اور اگر کوئی کہے کہ وحدت الوجود سے خالق و مخلوق کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں یہ صاف کفر ہے خواہ کسی کا مذہب ہو اور کوئی اس کا قائل ہو۔

نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ کوئی اور چیز اس میں حلول کر سکتی ہے | ایک چیز کے دوسری چیز میں سما جانے اور پیوست ہو جانے کو حلول کہتے ہیں جیسے کپڑے میں سیاہ یا سفید رنگ پیوست ہو جاتا ہے سو اللہ تعالیٰ کی نسبت حلول محال ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ میں کوئی چیز حلول کرے تو وہ محل اور قابل ہو جاوے اور قبولیت اور استعداد ممکنات کا خاصہ ہے پس اللہ تعالیٰ میں کوئی چیز اسطرح سے نہیں ہے کہ جیسے برتن میں پانی یا کپڑے پر رنگ ہوتا ہے یا گرم پانی سرد میں مل کر ایک ہو جاتا ہے دونوں میں فرق نہیں رہتا ہے یا برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتا ہے نہ وہ کسی چیز میں اس طرح سے مل سکتا ہے پس وہ جو کم عقل لوگ کہتے ہیں کہ ممکنات خصوص بندۂ کامل ولی اس کی ذات میں اس طرح مل جاتا ہے جیسا برف پانی میں یا قطرہ دریا میں یا اولیاء اللہ اور اللہ ایک ہی ہیں کیونکہ وہ ان کی ذات میں حلول کرتا ہے اور ان کے اندر سما جاتا ہے سو یہ بالکل غلط اور صاف کفر ہے

اس کی ذات اور صفات کو کبھی فنا اور تغیر نہیں | دلیل عقلی اس سے پہلے آچکی ہے قال اللہ تعالیٰ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ یعنی اس کی ذات کے سوا ہر شے فانی اور ہلاک ہونے والی ہے پس اس کی ذات مع صفات ہمیشہ باقی رہے گی وقال وَيَبْقَىٰ وَجْهُ

رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یعنی اللہ جلال اور اکرام والا ہمیشہ باقی رہے گا۔

نہ وہ کسی کی اولاد سے ہے نہ کوئی اس کی اولاد ہے کیونکہ اولاد میں اور ماں باپ میں جنسیت ضروری ہے پس اگر اس کے اولاد ہوگی تو بالضرور اس کے ہمجنس ہوگی اور اگر وہ کسی کی اولاد سے ہوگا تو اس میں اور اس کے ماں باپ میں بالضرور مجانست ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی چیز ہمجنس نہیں جیسا کہ اس کا بیان گزرا پس نہ کوئی اس کی اولاد ہے نہ وہ کسی کی نہ اس کے ماں ہے نہ باپ نہ کوئی بھائی برادر ہے نہ کوئی اس کا ہم قوم ہے نہ ہم کفو ہے نہ اس کے لئے بیٹا ہے نہ بیٹی ہے نہ وہ نر ہے نہ مادہ ہے قال اللہ تعالیٰ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ کہ اے نبی کہہ دے اللہ ایک اور بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ کسی نے اس کو جنا نہ کوئی اس کا کفو ہے نصاریٰ کس قدر دینی امور میں بے خبر ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا[۱] کہتے ہیں۔

کوئی چیز اس پر واجب اور ضرور نہیں کیونکہ اس سے اس کا اختیار باطل ہوتا ہے اور اضطرار ثابت ہوتا ہے اور یہ اس کے لئے عیب ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ جو چیز بندے کے حق میں خیر اور اصلح ہو اللہ کو اس کا کرنا ضرور ہے ورنہ بخل لازم آئے گا سو یہ ان کی نافہمی ہے قال اللہ تعالیٰ فَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت کرتا دیکھو سب کے حق میں ہدایت بہتر تھی لیکن اس نے سب کو ہدایت نہ دی ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ اپنی رحمت اور فضل سے بعض چیزوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے جیسے مومنوں کو جنت دینا اور اس میں بھی اس کو اختیار باقی رہتا ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے۔

کوئی چیز اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں کیونکہ اس میں اس کے لئے نقصان ثابت ہوتا ہے اور وہ ہر عیب اور نقصان سے پاک ہے پس وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کی اسکو خبر ہے۔

اس کے حکم کو کوئی پھیر نہیں سکتا کیونکہ اگر کوئی اس کے حکم کو ٹال دے تو اس کا عاجز ہونا ثابت ہو جاوے ولا مانع لحکمہ۔ اور کوئی اس کے حکم کو روکنے والا نہیں۔

---

[۱] قدماء اہل کتاب باپ کا لفظ کبھی ادب اور محبت میں خدا تعالیٰ پر اور بیٹے کا اسی لحاظ سے مخصوص بشر پر بولتے تھے۔ رفتہ رفتہ غلو ہوتا گیا اور ان الفاظ کے حقیقی معنی مراد ہونے لگے ۱۲ منہ رح

سب عیبوں سے پاک ہے اور سب کمال اس کو حاصل ہیں | کیونکہ اس میں عیب ہونا اور کسی کمال سے خالی ہونا محال ہے فائدہ یہ تنزیہات قرآن کی بہت سی آیات سے ثابت ہیں از انجملہ یہ آیت ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ الآیۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں از انجملہ یہ آیت ہے هُوَ الْغَنِيُّ الآیۃ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں کسی کا محتاج نہیں پس مجسم ہونا اور عرض و جوہر ہونا اور مکانی زمانی ہونا اور کھانا پینا۔ سونا پیشاب و پاخانہ پھرنا اور اولاد جننا علیٰ ہذا القیاس جس طرح جسم اور جوہر سے متعلق ہیں اور اسی طرح جو چیزیں کہ ممکنات سے مختص ہیں اور اس کی صمدیت اور غنیٰ یعنی وجوب الوجود کو منافی ہیں مثل حلول اور اتحاد مشابہت تغیر حدوث و احتیاج جہل و عجز و موت و ضعف وغیرہ ان سب کی نفی ان آیات سے صراحتہً اور دلالتہً ثابت ہوتی ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ فائدہ اہل حق کے نزدیک صفات باری تعالیٰ کی نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات یعنی نہ یہ اوصاف خود اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وصف خود موصوف نہیں ہوتا ہے اور نہ اس سے جدا ہیں کہ منفصل ہو جاویں سو غیر کے معنی یہاں منفصل کے ہیں نہ نقیض عین کے پس ارتفاع نقیضین لازم نہ آیا۔ حکماء اور معتزلہ کے نزدیک اس کی صفات عین ذات ہیں

خدا تعالیٰ کے نام | خدا تعالیٰ کے جس قدر نام اور صفات شرع سے ثابت ہیں اسی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں جمیع ممکنات سے جدا ہے پھر اپنے قیاس سے اس کا کوئی نام تجویز کرنا کوئی وصف قائم کرنا جائز نہیں شافی کہہ سکتے ہیں اس پر قیاس کر کے طبیب نہ کہنا چاہیئے یہ ان اسماء میں کلام ہے جو کسی صفت پر دلالت کرتے ہیں مگر اسمائے ذات اس سے مستثنیٰ ہیں یہود و نصاریٰ کے ہاں یا اور قوموں میں جو اللہ کے نام مقرر ہیں جیسا کہ یہود میں یہوواہ اور فارسی میں خدا یا ایزد اور ہندی میں نارائن یا بھگوان یا پرمیشر اور ہر ملک میں اس کا ایک نام ہے ایسے ناموں سے یاد کرنے میں احتیاط ہے مبادا یہ کسی ناجائز صفت کے لحاظ سے قرار نہ دیئے گئے ہوں مگر ان کی بے تعظیمی بھی نہ چاہیئے۔

فصل چہارم۔ رسالت عامہ کے اثبات میں | (اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کو کچھ بندے خالص کتابیں اور معجزے دیکر بھیجے ہیں ان کو رسول کہتے ہیں) اسکے ثبوت کیلئے چند دلیلیں ہیں۔

دلیل اوّل | ضرور ہے کہ لوگوں کے افعالِ مختلفہ میں سے بعض کام اللہ کو پسند اور بعض ناپسند ہوں مثلاً بعض لوگ بعض کام کو اچھا جان کر کرتے ہیں اور بعض بُرا سمجھ کر اس سے دور رہتے ہیں تو لامحالہ یا اللہ کے ہاں اُس کا کرنا پسند ہوگا یا ناپسند اور رضائے الٰہی کے دریافت کرنے سے عقلیں قاصر ہیں اس لئے بعض عقلاء بعض افعال کو بدلیل عقلی اچھا کہتے ہیں اور بعض بُرا پس یہ تعارض صریح دلیل ہے کہ اصل حال معلوم نہیں پس خدا کی مرضی کما حقہ بے اس کے بتلائے ہرگز معلوم نہیں ہوسکتی لہٰذا کوئی شخص خدا کی طرف سے آنا چاہیئے کہ وہ مرضی و نارضی الٰہی سے اطلاع دے تاکہ بے بسی اور بے خبری کی حالت میں اس کے بندے گرفتار عذاب نہ ہوں اور اس اطلاع دینے والے کو رسول کہتے ہیں پس مدعا ثابت ہوگیا ہے۔

دلیل دوم | بندوں کو اپنے خالق کی طرف امور دینی اور دنیوی میں نہایت احتیاج ہے جس طرح کہ بادشاہ کی طرف رعایا کو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عدم مماثلت کے سبب ہر شخص بے واسطہ خدا سے ہمکلام نہیں ہوسکتا نہ اپنی حالت کو پورا کرسکتا ہے پس کوئی شخص ایسا واسطہ بیچ میں ہونا چاہیئے کہ طرفین سے اس کو مناسبت ہو ورنہ حرج عظیم پیش آئے گا سو ایسے شخص کو رسول کہتے ہیں اور یہی مدعا ہے۔

دلیل سوم | تین چیزوں کی خبر نہایت ضرورت ہے اوّل عذاب و ثواب آخرت کی کہ جس کی ترغیب و ترہیب سے اچھے افعال کئے جاویں بُرے افعال سے باز آویں دوم طریق قبولیتِ عبادت کیونکہ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ فلاں عبادت فلاں طور پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسند فلاں طور سے ناپسند ہے تو مفت اوقات ضائع کرنا ہے اور یہ ہر بندے پر بڑا بھاری فرض ہے تیسرے تعلیم روحانی اعنی اس کی ذات وصفات کا علم اور ان تینوں امور میں گو فی الجملہ عقل کو لگاؤ ہے مگر کما حقہٗ ادراک مشکل ہے پس ایسے شخص کی طرف حاجت پڑی کہ جو ان امور سے بہ الہام الٰہی واقف کرے اور وہ نبی ہے پس یہ جو بعض[1] کہتے ہیں کہ عقل کافی ہے محض غلط ہے اور ان تینوں ادلہ کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے رُسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔

---

[1] جیسا کہ ہنود کا ایک فرقہ اور حکمائے قدیم وحال کے لوگ ۱۲ منہ۔

یعنی ہم نے پیغمبروں کو خوشی اور ڈر سُنانے کو بھیجا۔ تاکہ لوگوں کا اللہ کے روبرو رسولوں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ مختصر ثبوت ہے ورنہ اس مدّعا کے اثبات کے لئے علمائے کرام نے اپنے مطوّلات میں اور بہت سے ادلّہ بیان کئے ہیں فائدہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کبھی کتاب الٰہی ہوا کرتی ہے کہ ان کے بعد اور ان کے روبرو اس پر عمل کیا کریں اور جو چیز اس کتاب کے مخالف ہو اسے چھوڑ دیا کریں فائدہ اور معجزہ بھی اپنی تصدیق کے لئے دکھایا کرتے ہیں معجزے سے سچے جھوٹے میں تمیز ہو جاتی ہے پس جو شخص جھوٹا ہوگا نبوت کا دعویٰ کر کے کوئی خرقِ عادت ظاہر نہ کر سکے گا کیونکہ عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ سچے سے بعد دعوے نبوت کے منکروں کے یقین کرانے کو کوئی امر خارقِ عادت ظاہر کرا دیتا ہے اور جھوٹے سے نبوت کے دعوے کے بعد ظاہر نہیں ہونے دیتا لہٰذا معجزہ دیکھنے کے بعد یقین ہو جاتا ہے کیونکہ اگر یوں عادت جاری نہ ہو تو انتظامِ عالم بگڑ جاوے دنیا میں اگر کوئی شخص بادشاہ کی نیابت یا پیغامبری کا جھوٹا دعویٰ کر کے جعلی سند بناتا ہے تو بادشاہ خبر پانے کے بعد انتظام ملک کیلئے اس جھوٹے کو بڑی سزا کو پہنچاتا ہے جب بادشاہان دنیا کو اس قدر انتظام ملک مقصود ہے تو کیا اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کو اپنے عالم کا انتظام مقصود نہ ہوگا پس ہرگز جھوٹے شخص سے معجزہ ظاہر نہ ہونے دیگا۔ اور اس جھوٹے کو دنیا میں ہی رسوا کرے گا چنانچہ مسیلمہ کذاب اور اسود کندی وغیرہ کو رسُوا کیا اور توریت[1] میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی خبر دی ہے کہ جو شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریگا اور اپنی طرف سے کچھ کہے گا تو قتل کیا جاویگا اور سزا پاویگا اور قرآن مجید میں بھی اسکی خبر دی ہے قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ٥ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ[2] فائدہ جو امر خارق عادت کہ نبی علیہ السلام سے ظاہر ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں جیسا کہ تھوڑے سے پانی سے لشکر کو سیراب کرنا اور بُلانے سے درختوں کا چلا آنا اور کلام کرنا اس کی نبوت کی شہادت قائم کرنا مردے کو زندہ کر دینا چاند کو اشارہ سے شق کر دینا اور جو قبل نبوت اس نبی سے ظاہر ہوا تو اس کو ارہاص کہتے ہیں اور اگر یہ خارق عادت نبی کے پیرو سے ظاہر ہو پھر اگر ولی سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں اور اگر

---

[1] سفر استثنیٰ باب ۱۸ - ۱۲ منہ [2] اگر نبی بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اس کا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اس کے دل کی رگ پھر نہ ہوتا تم میں سے کوئی روکنے والا عرب میں دستور تھا کہ جب کسی کی گردن مارتے تھے تو داہنا ہاتھ پکڑتے تھے تاکہ سرک نہ جاوے ۱۲ منہ

مومن صالح سے ظاہر ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں اور یہ دونوں چیزیں ان کے نبی کے واسطے معجزہ شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ پیرو لوگوں سے ایسے امور کا ہونا اس نبی کی صداقت کے لئے دلیل بین ہے اور اگر یہ خرقِ عادت کافر سے ظاہر تو اس کو قضاء حاجت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کی مرادیں دیکر اور ان کی حاجات حسب دلخواہ عطا فرماکر اور زیادہ گمراہی میں ڈالتا ہے آگے سحر اور استدراج اس کے اقسام ہیں کیونکہ اگر بلا مباشرت اسباب خفیہ وجلیہ کے ہے تو اس کو استدراج کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ خدا اس کافر کو مغرور کر کے ہلاک کریگا لیکن اگر وہ کافر مدّعی نبوت ہو کر ظاہر کیا چاہے گا تو اس سے خارق عادت موافق ظاہر نہ ہوں گے بلکہ خلاف ظاہر ہوں گے جیساکہ مسیلمہ کذاب سے کسی نے کہا تھا کہ محمد علیہ السلام نے دعا سے فلاں شخص کی آنکھ اندھی درست کر دی اگر تو نبی ہے تو تو بھی کر۔ پس اس نے دعا کی اس کی دوسری بھی اندھی ہو گئی اس کو اہانت کہتے ہیں اور اگر بواسطۂ اسباب خفیہ ظاہر ہو تو اس کو سحر کہتے ہیں یعنی جادو استدراج میں تعلیم کو دخل نہیں سحر تعلیم سے حاصل ہو سکتا ہے بعض کے نزدیک سحر خوارق عادات سے الگ ہے کیونکہ وہ اسباب پر مبنی ہے جیساکہ دواؤں سے مریض کا اچھا ہو جانا پس جس طرح دوا سے مرض کے دور ہونے کو خوارق عادات میں داخل نہیں کرتے اسی طرح سحر کو بھی داخل نہ کریں گے لیکن سحر کے اسباب خفی ہوتے ہیں اس وجہ سے خارق عادت معلوم ہوتا ہے۔

وہ سب راستباز اور نیکوکار اور کبیرہ و صغیرہ گناہ سے پاک تھے

تفصیل اس کی یہ ہے کہ کل انبیاء علیہم السلام وحی آنے کے بعد یعنی نبی ہونے کے بعد کفر اور شرک اور جمیع کبائر سے خواہ عمداً ہوں خواہ سہواً اور عمداً صغائر سے بھی اشاعرہ اور جمہور معتزلہ کے نزدیک معصوم تھے مگر بعض اہل السنۃ کے نزدیک عمداً صغیرہ ہونا ممکن ہے اس لئے کسی نبی سے بعد نبوت نہ کوئی صغیرہ نہ کوئی کبیرہ سرزد ہوا ہے جمہور اہل حق قائل ہیں کہ بعد نبوت کے بھولے سے صغیرہ گناہ ہونا انبیاء علیہ السلام سے ممکن ہے

فائدہ۔ آج کل کے حکماء فرنگ بھی کہتے ہیں کہ معجزہ ممکن نہیں ان کا خدا خلاف قانون عادت کوئی بات نہیں کر سکتا مگر جس کو روحانی علوم کی کچھ بھی چاشنی ہے وہ بخوبی باور کر سکتا ہے کہ روحانی طاقت سے بعض اوقات وہ عجیب و غریب باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں جن کو ظاہر میں خلافِ قانون فطرت تصور کرتے ہیں اولیاء کرام کی برکات کا بہت نے مشاہدہ کیا ہے مگر یورپ میں ایسے لوگ نہیں ۱۲ منہ فائدہ خرق عادت اس کام کو کہتے ہیں جو خلاف عادت مستمرہ سرزد ہو ۱۲ منہ۔

بخلاف معتزلہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان سے سہواً بھی صغیرہ ممکن نہیں ہاں نبوت سے پہلے زمانہ میں اختلاف ہے مگر کفر اور شرک سے بالاتفاق معصوم تھے کسی نبی سے قبل نبوت بھی کفر اور شرک سرزد نہیں ہوا۔ اب باقی رہے کبائر و صغائر عمداً و سہواً سو بعضوں کے نزدیک قبل نبوت یہ امور ان سے ممکن الوقوع تھے کیونکہ ممکن ہے کہ پھر ان کو خدائے تعالیٰ معاف کر دے اور اصلاح حال فرما کر نبی بنا کر بھیجے اس میں کچھ کسی طرح کا محال نہیں لازم آتا معتزلہ کہتے ہیں کہ قبل نبوت بھی یہ امور ان سے ممکن الوقوع نہ تھے کیونکہ اس سے خلق کو نفرت پیدا ہوتی ہے جو ہدایت کی مانع ہے اور حق یہ ہے کہ جو چیز باعث نفرت خلق خدا ہو مثلاً ولد الزنا ہونا یا فجور میں مبتلا ہونا یا جو امور خست پر دلالت کریں ان امور سے انبیاء علیہم السلام بری تھے معتزلہ اور شیعہ کا اس باب میں یہی عقیدہ ہے اب رہا یہ اختلاف کہ یہ عصمت انبیاء علیہم السلام آیا دلیل عقلی سے ثابت ہے یا نقلی سے؟ اہل حق کے نزدیک ادلہ نقلیہ قرآن و حدیث و اجماع پر مبنی ہے معتزلہ کے نزدیک عقلیہ پر پس جب یہ ثابت ہو چکا تو جن روایتوں میں کہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت گناہ کرنا آیا ہے اگر وہ خبر احاد ہیں تو ان روایات کا اعتبار نہ کیا جاوے گا اور اگر متواتر منقول ہیں تو گناہ سے مراد صغیرہ لیا جاوے گا یا قبل نبوت کے اس کا سرزد ہونا قرار دیا جاویگا پس یہ جو قرآن مجید میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی کما قال عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی یا موسیٰ علیہ السلام کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے ایک قبطی کے مکا مارا اور وہ مر گیا یا یوسف کے بھائیوں کی نسبت مذکور ہے کہ یوسف کو کنوئیں میں ڈالا اور پھر نکال کر چند دراہم کو بیچ دیا یا داؤد علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ ان کے پاس دو فرشتے فتویٰ پوچھنے کو آئے کہ میری ایک دنبی اس میرے بھائی نے چھین لی اور اس کے پاس ننانوے دنبیاں موجود ہیں اور اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ داؤد نے ایک سپاہی کی بیوی کو دیکھا خوبصورت تھی پسند آئی اس کے شوہر کو جہاد میں بھیجا قضاءً وہ شہید ہوا پھر داؤد نے اس عورت سے نکاح کر لیا سو یہ فتویٰ اس رمز کا تھا یا یونس علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ بے حکم الٰہی اپنی قوم سے عذاب آنے کا دن مقرر کر دیا تھا جب سمجھے تو گھبرائے کہ اگر روز معین پر عذاب نہ آیا تو میری رسوائی ہوگی لہذا وہاں سے بھاگے راستہ میں دریا میں گرائے گئے مچھلی نے ان کو لقمہ کر لیا پھر وہاں استغفار کیا پھر باہر آئے یا ابراہیم علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ آفتاب کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہٰذَا رَبِّیْ کہ یہ میرا رب ہے اور یہ ظاہر شرک کی صورت ہے

یا بعض روایات سے ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ بولنا ثابت ہے ایک بار جب کہ ان کی قوم نے ان کو عید میں لے جانا چاہا تو ابراہیم نے فرمایا اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہ میں بیمار ہوں پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو دیکھا کہ چھوٹے بتوں کو کسی نے توڑ ڈالا اور بڑے کے کندھے پر کلہاڑی رکھی ہوئی ہے ابراہیم سے پوچھا تو کہا ان کے بڑے نے کیا ہے اور ایک بار جب کافر بادشاہ نے ان کی بیوی کو حسین جان کر چھین لیا ان سے پوچھا کہ یہ تمہاری کون ہے کہا میری بہن ہے واضح ہو کہ ان سب اشکالوں کا جواب ہمارے پہلے بیان سے خوب واضح ہوگیا۔ مگر کچھ یہاں بھی صراحت ضروری ہے میں کہتا ہوں کہ بعض ان میں سے گناہ نہیں گو بظاہر گناہ معلوم ہوتے ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کا قبطی ظالم کو کہ جو ایک اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا اعانت کے لئے مکّا مارنا کچھ گناہ نہ تھا بلکہ واجب تھا مگر قضا الٰہی سے مرگیا لیکن موسیٰ علیہ السلام کی اولوالعزمی کی نسبت گو موسیٰ محض بے خطا تھے ایک قسم کا نقصان تھا آخر استغفار کیا خدا نے اس چوک کو معاف کر دیا اور اسی طرح داؤد علیہ السلام کا قصہ محض بے اصل ہے۔ یہود کی کتاب صموئیل میں کسی نے لکھ دیا ہے اس کی تقلید سے ہمارے رعایات کش نے اس کو قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر میں لکھدیا جو سورۂ ص میں دو شخصوں کا داؤد علیہ السلام کے پاس دنبیوں کا جھگڑا لانے اور اس کا انصاف چاہنے اور داؤد کا دل میں ان کے بے محابانہ آنے سے ناخوش ہونا اور پھر اس کو آزمائش سمجھ کر سجدے میں گرنے اور خدا سے معافی مانگنے کی بابت مذکور ہے محققین اسلام نے لکھ دیا ہے کہ قصہ محض جھوٹ ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے ھٰذَا رَبِّیْ اِسْتِہْزَاءً کفار کو الزام دینے کے لئے فرمایا تھا نہ کہ اعتقاداً کما قال تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ مِنْ قَبْلُ الآیۃ کہ ہم نے اول عمر سے ابراہیم کو رُشد عطا کیا تھا پس رُشد کی یہ منافی ہے کہ آفتاب کو خدا سمجھیں اور وہ تینوں جھوٹ نہیں تھے بلکہ توریہ تھا کیونکہ ابراہیم یا حقیقتہً بیمار تھے ورنہ دل ان کی حرکات سے بیمار تھا۔ سو یہ جھوٹ نہیں اور واقعی سب سے بڑے نے جو خدا تعالیٰ ہے چھوٹے بتوں کو زخمی کیا تھا کیونکہ بندہ کے کل افعال خدا کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں لہٰذا صراحتاً نہ کہا بلکہ ذومعنیین بات کہہ گئے تاکہ وہ مطلب حاصل ہو جاویں سو یہ جھوٹ نہیں گنا جاتا ان کی بی بی چچا زاد بہن تھیں اگر اس موذی کے دفع شر کے لئے بہن کہا تھا تو کچھ جھوٹ نہ تھا اور یونس کا بلا امر الٰہی وعدہ کر دینا گناہ نہ تھا کیونکہ اسی کیلئے

بھیجے گئے تھے مگر پھر وہاں سے چلا جانا منافی علو شان تھا لہٰذا عتاب آیا پھر استغفار کیا معاف کیا گیا ہاں آدم علیہ السلام نے بھول کر اس درخت سے کھایا تھا سو یہ سہواً گناہ ان سے سرزد ہوا کما قال تعالیٰ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ط کہ آدم کا ہم نے عزم یعنی ارادہ اس گناہ میں نہ دیکھا لہٰذا عتاب ہوا پھر استغفار سے معاف ہو گیا اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت میں اختلاف ہے جن کے نزدیک وہ نبی نہیں تو کچھ اعتراض نہیں اور جن کے نزدیک وہ نبی ہیں تو یہ افعال ان سے قبل نبوت سرزد ہوئے تھے کما لایخفیٰ انبیاء کی اس لغزش کو زلّت کہتے ہیں اور جن جن انبیاء سے زلات سرزد ہو گئی ہیں سب معاف کر دیئے گئے ہیں انبیاء علیہم السلام سے زلالت صادر ہونے میں چند حکمتیں تھیں از انجملہ یہ کہ وہ ہمیشہ اپنی اس لغزش کو یاد کر کے بہت رویا کریں اور عبادت زیادہ کیا کریں از انجملہ یہ ہے کہ کبھی نفس بشری ان کو اپنی عبادت کے غرور میں نہ ڈالنے پائے بلکہ وہ اپنی عبادت کو اس لغزش کی بھی مکافی نہ سمجھیں از انجملہ یہ کہ وہ اپنی امت کے گناہ دیکھ کر ان سے متنفر نہ ہو جائیں بلکہ ان کو بھی اپنے کثرت استغفار میں شامل کریں۔

احکام الٰہی کے پہنچانے میں کمی نہ کرتے تھے

کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ کے امین ہوتے ہیں اور اسی لئے اللہ ان کو اور خلق سے ممتاز کر لیتا ہے پس امین الٰہی سے محال ہے کہ وہ مخالفوں سے ڈر کر احکام الٰہی کے پہنچانے میں کمی کرے یا دین میں مداہنت کرے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام

فائدہ آنحضرت صلعم کی بابت جو آیا ہے کہ خدا تیرے گناہ معاف کرے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرتؐ اپنی امت کے گناہوں کے بخشے جانے کے لحاظ سے اپنا گناہ سمجھتے تھے سفارش کرنیوالا ملزم کی طرف سے کہہ دیا کرتا ہے کہ حضور میرے جرم کو معاف کریں اور خاص حضرتؐ ہی کے گناہ قرار دیئے جاویں تو راہ عشق الٰہی میں تقصیرات بشریہ ہیں ۱۲ منہ فائدہ بعض متعصب عیسائیوں اور ان کے مقلدوں نے آنحضرت صلعم کی عصمت پر ان آیات سے کہ جن میں گناہ سے معافی مانگنے یا بخش دینے کا ذکر ہے حملہ کیا ہے اور پھر اسکی تائید میں مسلمانوں کی رطب و یابس روایات کو عجیب عجیب رنگ دیکر ناواقفوں کو دھوکا دیا ہے یا یہ کہوا پنے اوتاروں رشیوں دیوتاؤں کے شرمناک واقعات کا کہ جو ان کے پرانوں میں درج ہیں جس سے فرقہ آریہ ہنود کو نفرت ہوئی اور سرے سے ان پرانوں کا انکار کر دیا بدلہ اتارا ہے پادری فنڈر اور ان کے مرید عماد الدین اور ان کے مقلد اندر من مراد آبادی کی تصانیف میں یہی خرافات بھرے پڑے ہیں مگر عیسائیوں کے مقابلہ میں تو الزامی جواب اسی قدر کافی ہے کہ عہد جدید و قدیم تو ایسے شرمناک الزامات سے بھرپور ہیں جن میں حضرت داؤد و سلیمان کو کہ جن کی نبوت کے وہ قائل ہیں اور ان کی کتابوں کو آسمانی جانتے اور نمازوں میں پڑھتے ہیں) بت پرست اور سخت شہوت پرست ثابت کیا ہے اور کتاب ایوب میں ہے کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے گناہ سے پاک نہیں اور انجیل میں حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ کون ہے جو گناہ سے پاک ہے۔ آنحضرت صلعم کا درحقیقت کوئی گناہ نہیں امت کے گناہوں کو شفیع اکبر اپنی طرف منسوب کر کے معافی مانگتے ہیں جس پر معافی کا وعدہ ہو گیا۔ ۱۲ منہ

نے نمرود کو اور اس کی قوم کو اور موسیٰ نے فرعون کو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو باوجود ایذا دینے کے پورے پورے احکام الٰہی پہنچائے اور ان کی تکالیف کو خیال میں نہ لائے قال اللہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔

کوئی نبی اپنی نبوت سے معزول نہیں ہوا ہے | کیونکہ اللہ علیم و حکیم کو ہر چیز کا ابتدا اور انجام معلوم ہے پس وہ کسی ایسے بے لیاقت کو یہ بڑا رتبہ کیوں دینے لگا کہ آخر کسی امر ناملائم کا مرتکب ہو کر اس مرتبہ عالیہ سے معزول کیا جاوے اور جو خلق اس کے سبب ہدایت پر آئی تھی اس کے بگڑنے سے گمراہ ہو جاوے۔

ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ان کا موافق مقبول مخالف مردود ہے | کیونکہ رسول کا ماننا بعینہ اس کا ماننا ہے کہ جس کی طرف سے وہ آیا پس جب یہ ثابت ہوا کہ وہ اللہ کی طرف سے آئے ہیں تو ان کی نافرمانی اور ان کی فرمانبرداری خدا کی نافرمانی اور فرمانبرداری ہے اور جو بات رسول فرماتے ہیں تو اللہ کے حکم سے فرماتے ہیں پس جو طریق ان کا ہے وہ بعینہ اللہ کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا موافق مقبول اور مخالف مردود ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو خبریں غیب کی رسول نے دیں وہ سب سچی ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خبریں دی ہیں پس جو اُن کو مخالف بتلاوے تو وہ گویا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیب داں سمجھتا ہے اور اس کو غلطی پر اور اپنے آپ کو حق پر گمان کرتا ہے وقال تعالیٰ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ کیا وہ نہیں جانتا جس نے تمام عالم پیدا کیا حالانکہ وہ لطیف اور بہت خبردار ہے وقال اللہ تعالیٰ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۵ یعنی جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا۔

فصل ۵۔ حضورؐ کی شان | سب رسولوں سے افضل اور سب سے بعد محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر تین بحث ہیں اول میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات دوسری میں آپ کا خاتم النبیینؐ ہونا تیسری میں آپ کا افضل الانبیاء ہونا بحث اول دو قسم پر ہے۔ قسم اوّل۔

مقدمہ | رسول اس بشر کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے لوگوں کو اس کے احکام پہنچاوے اور نبوت کا دعویٰ کر کے اپنی تصدیق کے لئے معجزہ دکھاوے پس جس شخص میں یہ اوصاف ہوں گے

وہ قطعی اللہ کا رسول ہوگا کس لئے کہ ایسے ہی شخص کو رسول کہتے ہیں سوااس کے رسول کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ کھانا نہ کھایا کرے اور پانی نہ پیا کرے یا اس کی شکل وصورت کسی اور ہی طرح کی ہوا کرے۔ پس جب یہ ثابت ہوچکا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اوصاف سب موجود تھے سو وہ بھی موجب مقدمہ مذکورہ کے رسول برحق تھے اب رہا اُن اوصاف کا اثبات آپ کی ذات بابرکات میں سو وہ اس طور پر ہے۔

معجزہ قرآن | کہ آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ دائمہ قرآن مجید ہے کس لئے کہ معجزہ ایسی خارق عادت کو کہتے ہیں جو نبوت کے دعویٰ کرنے والے سے اس طرح ظہور میں آوے کہ منکر سے نہو سکے پس معجزہ کو اسی لئے معجزہ کہتے ہیں کہ منکر سے وہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور وہ اس کو اس کی مثل ظاہر کرنے سے عاجز کردیتا ہے معجزے کی سب تعریف قرآن مجید میں پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں ہزاروں قسم کے اعجاز ہیں اس کی فصاحت وبلاغت سے تمام عرب کے بڑے بڑے فصیح وبلیغ شاعر عاجز آگئے تھے شب وروز ان کو عار دلا کر کہا جاتا تھا کہ اگر قرآن کو تم کلام الٰہی نہیں جانتے بلکہ بشر کا کلام کہتے ہو سو تم بھی تو بشر ہو عرب ہو فصیح وبلیغ ہو ایک چھوٹی سی سورت ہی کی مثل تو بنا لاؤ۔ لیکن کبھی کسی سے یہ نہو سکا بلکہ اس کے مقابلہ کو محال سمجھتے رہے اور قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت پر نظر کرکے قرآن کو امر خارق عادت کہتے تھے اور جس طرح انبیاء سابقین کے معجزات کو منکرین خارق عادت سمجھ کر سحر کہتے تھے اسی طرح یہ لوگ بھی قرآن کو اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ کہنے لگے۔ غیب کی خبریں قرآن مجید میں کثرت سے ہیں بہت سی ظاہر ہوچکیں اور بہت سی آئندہ اپنے وقت پر ظاہر ہوں گی۔ حکمت نظریہ قرآن مجید میں ایسی ہے کہ بڑے بڑے حکماء زماں اور عقلاء یونان کی حکمت کی اس سے آب جاتی رہی اور جس طرح آفتاب جہانتاب کے نور کے مقابل ذرہ خیرہ ہوتا ہے اسی طرح ان کو خیرہ کردیا خصوصاً الٰہیات اور مبدء ومعاد کا اس نہایت خوبی کے ساتھ بیان ہے کہ اہل کتاب نے بھی سر مو اس کو متفاوت نہ پایا بلکہ اس کے آگے سر تسلیم جھکایا حکمت عملیہ قرآن مجید میں ایسی خوب ہے کہ جس کی ثنا وصفت ہر شخص کی زبان پر جاری ہے افراط وتفریط سے بالکل خالی ہے کیونکہ تدبیر المنزل اس میں ایسا خوب ہے کہ کبھی اس پر عمل کرنے سے انتظام میں خلل نہ آوے اور سیاسیات مُلک ایسا ہی عمدہ ہے کہ عقلاء فرنگ بہت سے روپے

صرف کرکے ہر سال نئے قانون بدلتے ہیں۔ چونکہ قرآن کے قوانین آسمانی ہیں ہر ملک اور ہر قوم میں روزِ نزول سے قیامت تک ان پر عملدرآمد سزاوار اور بجا ہے۔ ان کے قوانین اپنی اٹکل کے ہیں۔ اس لئے ان میں تغیر و تبدّل ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کے قوانین پر عمل کرنے سے خلفائے راشدینؓ کے فتوحات کا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک کہیں نظیر نہ پایا گیا اور طہارتِ باطنی اس میں بے مثل ہے یہاں تک کہ اس کے پڑھنے اور عمل کرنے سے باطن کی سب نجاستیں دور ہو جاتی ہیں جس قدر اخلاق بد ہیں سب کو صابن کی طرح دھو ڈالتا ہے جس کا نمونہ صحابہؓ کے اخلاق حمیدہ اور ان کی خدا پرستی اور راست بازی اور دین گرمجوشی ہے۔ جو سخاوت تواضع رحمدلی حلم و عفت و شجاعت میں بے عدیل تھے اور ان کی پہلی حالت کو بھی دیکھنا چاہیئے طہارت ظاہری بھی اس میں بے نظیر ہے پاکی بدن و مکان اور پیشاب و پائخانہ کی نجاست اور جمیع نجاستوں سے پاک رہنے کا حکم ہے۔ الغرض اور بہت سی خوبیاں قرآن میں موجود ہیں گویا ہر علم کا معدن و مخزن قرآن ہے اور اسی سبب سے وجہ اعجاز کے تعیین میں علماء کا اختلاف ہے پس ایسی کتاب کا ایسے شخص سے ظاہر ہونا کہ جس نے کبھی استاد سے تعلیم نہ پائی ہو نہ کبھی کسی مکتب کے دروازے کو جھانکا۔ بلکہ امی ہو باوجود اس کے نہ کسی ملک کی سیر کی ہو کہ وہاں سے کچھ سیکھ آئے ہوں نہ کسی ذی علم دانشمند حکیم کی صحبت اٹھائی ہو کہ اس کی صحبت کا اثر کہا جاوے یہاں تک کہ ماں باپ کو بھی جس نے اچھی طرح سے نہ دیکھا ہو کہ ان کی تعلیم و تربیت کا ثمرہ قرار دیا جاوے باوجود ان سب باتوں کے پھر ایسے ملک کا رہنے والا ہو کہ جہاں علوم و فنون کا کچھ ذکر بھی نہ ہو اکثر لوگ اس ملک کے جہالت منش وحشی سیرت ہوں البتہ مردہ کے زندہ کرنے سے بھی زیادہ خارق عادت ہے کما لایخفیٰ اب رہی یہ بات کہ مدعی نبوت سے اس کا ظہور ہوا سو چالیس برس کی عمر سے آخر دم تک نبوت کا دعویٰ کرتے رہے ایک عالم اس کا بھی شاہد ہے اب رہا یہ امر کہ مخالف اس کا مثل بنانے سے عاجز آگئے ہوں۔ سو وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ آواز بلند دم اخیر تک کفار سے یہی کہتے رہے کہ اگر کسی کو قرآن میں شک ہو وہ اس کی ایک سورت کے برابر تو بنا لاوے اور جس سے چاہے اس میں مدد لے پھر کسی سے بھی آج تک یہ نہ ہو سکا حالانکہ وہ لوگ رات دن شعر و سخن میں مصروف رہتے تھے

اور آپ کے ہم قوم اور ہم زبان بھی تھے اور آپ ان کو دعوے کر کے عار بھی دلاتے تھے اور خاص دعوے کے وقت اس کے مقابلہ کرنے کو ہر ایک شخص کے جی میں آگ بھی بھڑکا کرتی تھی سو آپ اسی اطمینانِ قلب سے یہ دعویٰ کرتے رہے تمام عرب خصوص قریش کو قرآن کے حروف کے مقابلہ سے سیوف کا مقاتلہ آسان معلوم ہوتا تھا۔

دوسری برہان اعجاز قرآن پر یہ ہے کہ قرآن مجید دو حال سے خالی نہیں یا اور فصحاء بلغاء کے کلام کے برابر ہے یا ان سے زائد اور زیادتی بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس قدر زائد ہے کہ عادتًا ایک کلام دوسرے سے اس قدر زائد ہوتا ہے یا اس قدر زائد کہ عادت کے خلاف اور خارق ہے پس پہلی دونوں قسمیں باطل ہیں کیونکہ اگر قرآن اور فصحاء وبلغاء کے کلام کے برابر یا زائد بقدر معتاد ہوتا تو بیشک ایک ایک یا مجتمع ہو کر قرآن کی کسی ایک آیت کے برابر بنا لاتے کیونکہ وہ لوگ قواعد فصاحت و بلاغت و لغات کو نہایت عمدہ طرح سے جانتے تھے اور بدرجۂ غایت اس کے ماہر تھے اور حضرت نبی علیہ السلام کے قول کے ابطال میں نہایت سرگرم بھی تھے اور اس کی بڑی حرص رکھتے تھے یہاں تک کہ جان و مال صرف کر ڈالا اور صدہا مشقتیں اٹھائیں باوجود اس کے ان کو شب و روز عار دلا کر کہا جاتا تھا کہ اس کی مثل لاؤ لیکن نہ لا سکے اور حضرت اسی اطمینان سے اخیر تک یہی دعویٰ کرتے رہے اگر کوئی یوں کہے کہ شاید اس نظر سے وہ قرآن کی مثل بنانے کا ارادہ نہیں کرتے تھے کہ کوئی ان کے کلام کو قبول نہ کرے گا اور نزاع ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی سخت ضرورت کے وقت بالخصوص دینی مقابلہ میں ہر ایک فصیح و بلیغ کی رگ غیرت جوش میں آکر حرکت کیا کرتی ہے سو ایسے مواقع پر ایسے امور کی طرف نظر نہیں کیا کرتے بلکہ خواہ مخواہ اس کی مثل بنانے کا قصد کیا کرتے ہیں اور عدم قبولیت کے خوف سے طرفین میں حکم مقرر ہو جایا کرتے ہیں بلکہ وہ حضرت سے پہلے حکم مقرر کر لینے کی درخواست کرتے پھر بناتے لیکن ان کو کبھی اس کا حوصلہ بھی نہ ہوا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس قدر حسن و خوبی کا کلام طاقت بشریہ سے خارج ہے۔ ہم سے ہرگز نہ ہو سکے گا مفت حکموں کے سامنے ندامت ہوگی اگر کوئی یوں کہے کہ شاید حضرت کے رعب سے یہ قصد نہ کرتے ہوں تو اس کا یہ جواب ہے کہ اگر ایسا رعب ہوتا تو وہ جنگ و جدل سے پیش نہ آتے پس جب یہ دونوں قسمیں یعنی برابر یا زائد بقدر معتاد ہونا باطل ہوئیں تو تیسری قسم ثابت ہوئی کہ

قرآن حسن وخوبی میں اور فصحاء بلغاء کے کلام سے زائد خلاف عادت ہے ثابت ہوا کہ قرآن خارق عادت ہے پس قرآن معجزہ بھی ہے اور یہی مدّعا ہے۔

تیسری برہان | اعجاز قرآن پر یہ ہے کہ قرآن فصاحت وبلاغت میں حدّ اعجاز کو پہنچ گیا ہے یا نہیں اگر کہو ہاں تو مدّعا ثابت ہے اور اگر کہو نہیں تب بھی مدّعا ثابت ہے کیونکہ باوجود قرآن کے معجزہ نہ ہونے کے پھر اس کا معارضہ ممکن نہ ہونا خارق عادت ہے اور اگر کہو کہ ممکن ہے تب بھی مدعا ثابت ہے کیونکہ باوجود امکان معارضہ اور توافر دواعی کے پھر بھی معارضہ کا وقوع میں نہ آنا خارق عادت ہے پس ثابت ہوا کہ جمیع وجوہ سے قرآن معجزہ ہے اور ہر طرح سے خارق عادت واضح ہو کہ قرآن مجید میں چند اوصاف خاص ہیں اور چند ایسے امور ہیں کہ اگر وہ کسی اور کلام میں ہوں تو اس کلام کو فصاحت سے دور کردیں لیکن باوجود ان امور کے پھر قرآن غایت درجہ کا بلیغ ہے پس ثابت ہوا کہ قرآن معجزہ ہے اور وہ اُمورِ مخل فصاحت یہ ہیں۔

اعجاز قرآن پر دلائل | اوّل یہ کہ عرب کی فصاحت وبلاغت اکثر مشاہدات کی تعریف وتوصیف میں ہوتی ہے جیساکہ اونٹ یا گھوڑے کی تعریف یا کسی معشوق کے حسن وجمال کی توصیف یا کسی شجاع کے جنگ وجدل کا ذکر یا کسی بزم کے عیش وسامان لیکن قرآن ان امور سے خالی ہے باوجود اس کے پھر فصاحت میں عالی ہے دوم یہ کہ ہر جگہ قرآن میں صدق کی رعایت ہے حالانکہ جو فصیح وبلیغ اس امر کا التزام کرتا ہے اس کا شعر پھیکا پڑجاتا ہے چنانچہ لبید بن ربیعہ اور حسّان بن ثابت کے زمانۂ جاہلیت کے شعر زمانۂ اسلام کے اشعار سے نہایت بلیغ ہیں سوم یہ کہ ہر شاعر کے تمام قصیدے یا غزل میں کُل دو تین شعر اچھے ہوتے ہیں باقی بھرتی لیکن قرآن مجید اول سے آخر تک یکساں اعلیٰ درجہ کا فصیح وبلیغ ہے چہارم یہ کہ جب کوئی شاعر کسی معاملہ میں کچھ اشعار کہتا ہے پھر جب دوبارہ اس کا بیان کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں مساوات نہیں ہوتی اور کلام ثانی بے مزہ معلوم ہوتا ہے بخلاف قرآن مجید کے کہ اس میں بہت سے مضامین کو بار بار ذکر کیا ہے لیکن سب اعجاز میں برابر ہیں اور ہر جگہ لطف ہے پنجم یہ کہ قرآن میں ایجاب عبادات و تحریم قبائح وترغیب مکارم اخلاق اور ترک دنیا واختیار آخرت وغیرہ اُمور پر اقتصار ہے حالانکہ جن اشعار میں اس قسم کے مضامین ہوتے ہیں وہ اشعار کم درجہ کے بلیغ ہوتے ہیں لیکن قرآن

اعلیٰ درجہ کا بلیغ ہے ششم یہ مشہور ہے کہ ہر ایک شاعر کا کلام ایک خاص بیان میں عمدہ ہوتا ہے
دوسرے میں ضعیف پس کوئی رزم میں کوئی بزم میں زیادہ ہوتا ہے چنانچہ امرؤالقیس عورتوں اور گھوڑوں
کی مدح میں عمدہ اشعار کہتا ہے اور نابغہ کے اشعار بیان خوف میں اچھے ہوتے ہیں اور اعشیٰ کے
اشعار حسن الطلب اور وصف شراب میں بے نظیر ہیں اور زہیر کے اشعار رغبت اور رجا میں
اپنا مانند نہیں رکھتے لیکن قرآن مجید میں صدہا فنون اور ہر قسم کے بیان ہیں مگر سب جگہ نہایت
درجہ کی فصاحت وبلاغت ہے کسی میں کمی نہیں چنانچہ ترغیب میں یہ آیت کس درجہ کی بلیغ ہے
قال اللہ تعالیٰ۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ
وَقَالَ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ وَقَالَ وَلَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ ط اور
ترہیب میں یہ آیات نہایت درجہ کی بلیغ ہیں قال تعالیٰ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ
الآیات وقال ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ه اَمْ اَمِنْتُمْ
الآیۃ وقال وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ الیٰ قَوْلِهٖ وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور زجر میں
یہ آیات اس قدر بلیغ ہیں کہ خیال بشری سے باہر ہیں قال تعالیٰ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ الیٰ قولہ
وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا الآیۃ اور تہذیب النفس میں یہ بڑی بلیغ آیات ہیں قال تعالیٰ قَدْ اَفْلَحَ
مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا وقال فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ
هِیَ الْمَاْوٰى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى
اس مقام پر اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں لہٰذا دو تین مضامین کے چند آیات بطور نمونہ کے
لکھ دیئے اور جسے تفصیل مطلوب ہو وہ قرآن کی تفاسیر دیکھے ہفتم یہ ہے کہ قرآن میں سب علوم
کے اصول موجود ہیں علم فقہ علم کلام تہذیب اخلاق الٰہیات وغیرہ سب علوم قرآن میں
مذکور ہیں پس یہ امر ایسا ہے کہ آج تک کسی بلیغ نے اس کا التزام نہیں کیا اور اگر کیا تو اس کا
کلام بے لطف ہو گیا ہشتم باوجود اس کے کہ قرآن ضخیم کتاب ہے مگر بسبب بلاغت کے اس
کا حفظ کرنا نہایت آسان ہے ہر گاؤں اور ہر شہر میں صدہا آدمی اس کے حافظ ہیں اور بعض
کو تو یاد کر کے پھر پڑھنے کا اتفاق بھی نہیں ہوتا مگر پھر یاد ہے یہ کسی کتاب میں وصف نہیں کوئی
اپنی کتاب کے دس بیس حافظ تو دکھا دے آج تک کوئی پادری انجیل کا حافظ بھی نہ سنا نہ کوئی

یہودی توریت کا حافظ دیکھا نہ کوئی پنڈت وید کا حافظ نظر آیا۔ تاہم ایک تاثیر خاص اس کی یہ ہے کہ جب کوئی سمجھ کر اسے بکثرت پڑھتا ہے نہایت رقیق القلب زاہد و متقی ہو جاتا ہے اور امراض نفسانی زائل ہو جاتے ہیں۔ یہ کسی کلام میں تاثیر نہیں سوائے ان وجوہ کے اور بھی وجہ اعجاز قرآن میں موجود ہیں اس لئے تعیین وجہ میں اختلاف ہے بعض نے کوئی وجہ بعض نے کوئی وجہ اعجاز کی قرار دی لیکن بلاغت و فصاحت وجہ غالب ہے لہٰذا سب کا اس پر اتفاق ہے واضح ہو کہ قرآن کا معجزہ جمیع انبیاء کے معجزات سے افضل ہے چند وجوہ سے اوّل یہ کہ یہ معجزہ جب سے ظاہر ہوا قیامت تک باقی رہے گا لہٰذا اور انبیاء کو بار بار معجزات دکھلانے کی ضرورت پڑتی تھی اور ہمارے حضرتؐ سے جب کفار بار بار معجزات طلب کرتے تھے تو من اللہ یہ جواب آتا تھا کہ ایک بڑا عظیم الشان معجزہ جس کو یہ ہر وقت دیکھتے ہیں موجود ہے پس جب اس کو نہ مانا تو اور کو کب مانیں گے یہی کافی ہے لہٰذا لوگوں کی خواہش کے بموجب کم تر معجزات آپ ظاہر فرماتے تھے کیونکہ مقصود دین کے آنے سے ہدایت ہے اور اس کی تصدیق کے لئے کسی معجزہ کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ مقصود نہیں کہ بھان متوں کی طرح انبیاء علیہم السلام ہر وقت معجزات ہی دکھلایا کریں اور لوگ تماشا سمجھیں دوم اور معجزات فقط نبی کی تصدیق کا فائدہ دیتے ہیں لیکن قرآن میں دونوں وصف حاصل ہیں۔ تصدیق بھی اور اصلی مقصود کی رہنمائی بھی سوم اور معجزات میں اگر معاند زبان درازی کرے تو کر سکتا ہے کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے میں کہہ سکتا ہے کہ یہ طبیب ہے اور یہ شخص مرا نہ تھا بلکہ بیمار تھا اس نے تندرست کر دیا یا یوں کہیں کہ کوئی جن اور شیطان اس کی صورت میں ظاہر ہو گیا ہے علیٰ ہذا القیاس بخلاف قرآن کے کہ اس میں اس گفتگو کو مجال ہی نہیں جسے زیادہ اس کی تشریح مطلوب ہو وہ امام رازیؒ کے دلائل الاعجاز دیکھے پس جب اوصاف معجزہ ہونے کے قرآن میں پائے گئے تو قرآن قطعی معجزہ ہے گو جاہل معاند تسلیم نہ کرے قرآن کے سوا اور بہت سے معجزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے ہیں جیسے چاند کا اشارہ سے شق کرنا۔ درختوں کا آپ کے بلانے سے حاضر ہونا پھر آپ کے رسول ہونے کی سب کے سامنے گواہی دینا آپ کے انگلیوں سے اس قدر پانی نکلنا کہ لشکر نے شکم سیر ہو کر پیا مردہ زندہ کرنا علیٰ ہذا القیاس اور صدہا معجزے ہیں کہ ان کی تفصیل مطولات میں موجود ہے پھر آپ کے بعد آپ کی امت سے آج تک اس قدر خوارق عادات ظاہر

ہوئے ہیں کہ معاند اور مکابر کے سوائے کوئی شخص انکا انکار نہیں کرسکتا سو یہ خوارق بھی آپ ہی کے معجزات ہیں اب رہا آپ کا خلق کو ہدایت کرنا اور احکام الٰہی پہنچانا سو وہ اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے آپ نے ایک عالم کو بت پرستی سے چھڑا کر اللہ پرست بنا دیا زمین کو ایمان وغیرہ سے بھر دیا۔ خصوص ملک عرب کو دیکھو کہ آپ سے پہلے تمام ملک جہالت آباد اور پُر از شر و فساد تھا۔ رذالت دینی و دنیوی میں بھی یہ ملک سب ملکوں سے زیادہ تھا پھر آپ کی برکت سے شرافت دینی اور دنیوی میں تمام جہان سے فوقیت لے گیا۔ معدن علوم و فنون ہو گیا مکارم اخلاق سے ایسا آراستہ و پیراستہ ہوا کہ اور لوگ اس کے افعال و اقوال کو اپنی تہذیب کے لئے سند بنانے لگے اور اس کے حالات کو اپنے ہاں لکھ لکھ کر لے جاتے لگے چنانچہ اہل تاریخ اس امر کے شاہد ہیں پس جب سب اوصاف نبوت آپ کی ذات بابرکات میں اس طرح پائے گئے کہ کبھی کسی نبی میں نہ پائے گئے تو آپ کے سید المرسلین ہونے میں کیا شک ہے اور امام النبیین ہونے میں کون سا شبہ ہے؟ پس اب جو کوئی شبہ کرے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہت کے سب مراتب سکندر میں تسلیم کر کے اس کی بادشاہت میں شک کرے سوایسے معاند کے انکار کا جواب نارِ جہنم ہے ایسا معاند اگر ٹھیک دوپہر میں آفتاب کا انکار کر بیٹھے تو اس سے کچھ بعید نہیں فقیر عبدالحق تو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور خواہ کسی بدبخت کو شبہ ہو پر یہ تو بآواز بلند اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم ابداً ابداً۔

دوسری دلیل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو معجزات دکھلائے اور تمام عالم کو اپنے دین کی طرف بلایا اور لاکھوں آدمیوں نے آپ کے روبرو آپ کا دین قبول کیا اور روز بروز ترقی دین کی ہوتی گئی یہاں تک کہ چند روز میں زمین کے کناروں تک اسلام پھیل گیا اور بڑی بڑی شان و شوکت کی سلطنتیں اہل اسلام کے قبضہ میں آئیں اور دم آخر تک حضرت کی شان و شوکت زیادہ ہوتی گئی پس معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسولؐ تھے کیونکہ اگر جھوٹے ہوتے تو بموجب وعدہ الٰہی شان و شوکت کے بدلے ذلت اٹھاتے اور آخر بہت رسوائی سے قتل کئے جاتے۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب وغیرہ قتل کئے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کے دین کو جو اس کے ہاں ناپسند ہو اس طرح سے ہرگز ترقی نہیں دیتا چنانچہ اس کا بیان پہلے

ہو چکا ہے۔

تیسری دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اخلاق عظیمہ اور اوصاف جزیلہ اور کمالات علمیہ اور عملیہ سب مجتمع تھے یہاں تک کہ کفار قریش نے باوجودیکہ بسبب عداوت مذہبی کے شب و روز آپ کی عیب جوئی میں مصروف تھے کبھی کوئی عیب و نقصان حضرتؐ کی سیرت و صورت میں نہ پایا کہ اس سے حضرتؐ پر طعن کرتے اور آپ کے دین میں خلل انداز ہوتے نہ کبھی کسی معاملہ میں حضرتؐ کا جھوٹ معلوم ہوا نہ کبھی آپؐ کو بددیانت متکبر بدخلق ایذا رساں شراب خور زنا و فسق شعار دیکھا نہ کبھی جاہ مال عزو جلال کی طرف آپ کی رغبت دیکھی بلکہ شب و روز دنیا و مافیہا سے نفور اور ہمہ وقت زہد و تقویٰ و عبادت خدا میں مسرور دیکھتے تھے یہاں تک کہ تمام قریش نبوت ظاہر کرنے سے پہلے آپ کو نہایت محبوب رکھتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ آج تک ایسا دانا اور ایسا نیک کردار شخص ہم نے کبھی دیکھا نہ سنا چنانچہ آج تک یہود و نصاریٰ[1] بھی اس بات پر متفق ہیں پس عقل سلیم کے نزدیک محالی ہے کہ ایسا عقلمند اور ایسا سچا اور ایسا عابد و زاہد جاہ و مال سے دور بھاگنے والا شخص ایک ایسی نئی چیز کا جھوٹا دعویٰ کرے جس کو نہ کبھی کسی نے سنا تھا نہ دیکھا تھا اور ایسا خدا شناس دین کے معاملہ میں خدا پر جھوٹ باندھ کر نبی ہونے کا دعویٰ کرے کہ جس سے نہ کچھ دینی فائدہ نہ دنیوی ظہور میں آوے بلکہ تمام فوائد دنیوی فوت ہو جاویں صدہا اذیتیں سر پر آویں خرید و فروخت بند ہو جاوے شہر سے نکالا جاوے آپس کی بیاہ شادی موقوف کی جاوے ہر شخص ہر دم خون کا پیاسا بن پھرنے لگے اور زد و کوب سب و شتم پر آمادہ ہو جاوے ہرگز ہرگز کبھی عقل سلیم تسلیم نہ کریگی کہ ایسا عاقل دنیا کے معاملات کا سچا بے فائدہ تمام قوم کو دشمن بنا لیوے اور بے غرض ہر ایک قسم کی ایذا اٹھاوے اور دینی امر میں اللہ پر جھوٹ باندھ لیوے۔

چوتھی دلیل آپ کی شریعت غرّا کے دیکھنے سے عاقل کو فوراً یقین کامل ہو جاتا ہے کہ یہ شریعت آسمانی ہے اور جو شخص شریعت آسمانی اور دین رحمانی لے کر آتا ہے وہ قطعی نبی ہوتا ہے پس آپ یہ شریعت لائے ہیں تو یہ معلوم ہوا کہ آپ بھی اللہ کے رسول ہیں اور یہی مدعا ہے دوسرا مقدمہ تو ظاہر ہے کہ جو آسمانی شریعت لاتا ہے وہ نبی ہوتا ہے اب رہا پہلے مقدمہ کا ثبوت کہ آپ کی شریعت آسمانی ہے سو وہ بہت تفصیل چاہتا ہے مطولات میں اس کو خوب تفصیل سے ثابت کر دیا ہے لیکن مجملاً یہاں

[1] مثلاً اسپیان ہمس نے جو ترجمہ قرآن لکھا ہے اس کے ترجمے میں وہ بھی حضرتؐ کے کمالات کا قائل ہوا ہے۔ ۱۲ منہ

بھی ذکر کرتا ہوں شریعت آسمانی کے چند اصول ضروری ہیں اول اصل الاصول توحید ہے کہ بڑا مطلب رسول کے بھیجنے سے یہی ہے پس توحید تمام وکمال جیسے شریعت احمدیہ علیٰ صاحبہا السلام میں ہے آج تک کسی کے ہاں پائی نہیں گئی مشرق سے مغرب تک جس مسلمان کو دیکھئے گا وہ ایک بڑا موحد ہوگا ہنود نصاریٰ کی طرح کبھی کسی غیر کو نہ خدا کہیگا نہ خدا کا بیٹا بنا دے گا المختصر تمام صفات کمال سے موصوف اور سب عیبوں سے پاک جس طرح اللہ کو اہل اسلام نے جانا ہے کسی نے نہیں جانا یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے دوم تہذیب اخلاق وطہارت جسمانی وروحانی سو وہ بھی اس شریعت میں اس درجہ پر ہے کہ آج تک کہیں اس کا مثل نہیں دکھائی دیتا سوم معاشرت کے طریقے سو وہ بھی ایسے عمدہ ہیں کہ جہاں کے بڑے بڑے عقلاء اور حکماء کو سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہوا اور پہلی شریعتوں کا اس کو ناسخ ماننا پڑا چہارم خدا کے احکام کو سیاست سے جاری کرنا یعنی بلا غرض دنیاوی خاص حقوق اللہ کے لئے دنیا میں راستی قائم کرنے کے لئے سرکشوں کو جرائم آسمانی میں سزا دینے کے لئے غربا اور ضعفا پر رحم کھانے کے لئے آسمانی سلطنت زمین پر قائم کرنا اس کے اصول قیام و دوام باقی چھوڑ جانا جو عہد آدم سے اب تک کہیں نہیں پایا گیا ہاں قدرے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعض اتباع کے عہد میں ظہور ہوا تھا یہ خاصہ شریعت احمدیہ ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

پانچویں دلیل حضرت صلعم کی نبوۃ پر | محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں ظاہر ہوئے کہ اسوقت نبی کی نہایت ضرورت تھی کس لئے کہ تمام عالم میں نہایت کفر و شرک جور و جفا تھا چنانچہ عرب کے لوگ لڑکیوں کو مارتے تھے اور راہ لوٹتے تھے اور کفر و شرک میں رات دن مصروف تھے اور ہر قسم کی بدکاری میں آلودہ تھے اور فارسی دو خدا ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے ماں بہن بیٹی کے ساتھ جماع کرنا درست سمجھتے تھے اور ترک لوٹ مار میں مصروف تھے اور ہنود گائے بیل درخت و پتھر کی عبادت میں مشغول تھے اور یہود دین تشبیہ اور تحریف کتب میں سرگرم تھے اور نصاریٰ پرستش صلیب و تصویرات میں مصروف تھے علیٰ ہذا القیاس سب فرقوں میں گمراہیاں اور بدکاریاں اور کفر و شرک کا ظہور تھا پس اللہ کے انعام عام اور حکمت تام کا یہ مقتضی نہیں کہ ایسی ضرورت کے وقت اپنا رسول نہ بھیجے اور اس وقت میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی شخص ظاہر نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں اور یہی مدعا ہے فائدہ منصف مزاج کے لئے یہ چند

ادلہ کافی ہیں اور شقی نا انصاف کے لئے ہزار دلیل بھی وافی نہیں منکروں سے ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ تمہارے نزدیک بھی کوئی نبی مسلم ہے یا نہیں اگر کہیں ہاں! تو ہم ان سے اس کی نبوت کی دلیل طلب کریں گے پس جس دلیل سے وہ اس کی نبوت ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اسی دلیل سے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کردیں گے اگر کہیں ہمارے نزدیک کوئی نبی مسلم نہیں تو لازم آوے گا کہ خدا نے کوئی نبی نہیں بھیجا۔ حالانکہ اس کا ثبوت پہلی فصل میں ہو چکا۔

حضورؐ کی رسالت کے مسئلہ میں دھوکہ دہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر پہلے انبیاء نے دی ہے اور اب تک اہل کتاب کے ہاں وہ بشارتیں پائی جاتی ہیں اگرچہ انہوں نے اکثر خبروں کو بدل ڈالا۔ اور اکثر کو اپنی کتابوں میں سے نکال ڈالا لیکن علماء نصاریٰ عوام کو غلطی میں ڈالتے ہیں اور ان بقیہ خبروں کی تاویلات کرتے ہیں پس اولیٰ یہ ہے کہ اوّل چند امور جن سے ان کی خیانت ظاہر ہو جائے اور کوئی مسلمان پھر دھوکا نہ کھاوے ذکر کردوں۔

امر اوّل بنی اسرائیل میں سے اکثر نبیوں نے مثل اشعیا وارمیا و دانیال وخرقیال وعیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام کے آیندہ کے حالات کی خبر دی ہے جیسا بخت نصر وسکندر وقورش کا ظاہر ہونا اور زمین اودم اور نینوی اور مصر پر حوادث کا گزرنا۔ پس عقل سلیم کے نزدیک نہایت بعید ہے کہ انبیا علیہ السلام ایسے چھوٹے چھوٹے حوادث کی خبر دیویں ان میں سے کوئی بھی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کا حال نہ بیان کرے حالانکہ آپ کی امت میں ہزارہا بادشاہ اور لاکھوں بڑے بڑے حکیم دانشمند پیدا ہوئے ہیں مشرق سے مغرب تک آپ کا دین پھیل گیا اہل کتاب کی حکومتیں آپ کی اُمت کے ہاتھ میں آئیں لاکھوں یہود ونصاریٰ جنہوں نے مقابلہ کیا قتل کئے گئے اور ہزارہا اہل کتاب آپ کے دین میں داخل ہوئے الغرض عقل نہایت بعید جانتی ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل ارض اودم ونینوی وغیرہ کمتر حادثات کی خبر دیویں اور ایسے حادثہ عظیمہ کی کوئی بھی خبر نہ دیوے پس اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل کتاب نے عداوت سے وہ خبریں جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کا ذکر تھا اور آپ کی نبوت کی بشارت تھی نکال ڈالیں یا بدل دیں۔

امر دوم پہلے انبیاء اگر کسی پچھلے نبی کے ظاہر ہونے کی خبر دیتے تھے تو اس میں یہ شرط نہ

تھی کہ پچھلے نبی کے ماں باپ شہر محلہ قوم سن سال صورت و سیرت کی خوب صراحت کیا کریں۔ کہ کسی کو شبہ باقی نہ رہا کرے اور ہر شخص جان لیا کرے کہ یہ وہی نبی ہے بلکہ اکثر خبریں مجمل ہوتی تھیں کہ ان کو عوام لوگ نبی موعود کے کہنے سے جان لیتے تھے اور ان اوصاف کو اس پر مطابق کر لیتے تھے اور خواص لوگ کبھی قرائن سے معلوم کر لیتے کہ یہ وہی نبی ہے کہ جن کی خبر فلاں فلاں انبیاء نے دی تھی اور کبھی خواص بھی نہیں معلوم کر سکتے تھے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ جس نبی کے لئے خبر دی گئی ہے وہ خود بھی نہیں جانتا کہ فلاں خبر کا مصداق میں ہی ہوں اور یہ امر خود انجیل سے ثابت ہے چنانچہ یوحنا اپنی انجیل کے باب اول انیس آیت سے لے کر پچیس آیت تک لکھتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت یوحنا یحییٰ پیغمبر کے پاس کاہنوں اور لادیوں کو دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ تم کون سے پیغمبر ہو آیا الیاس ہو یا مسیح ہو یا وہ نبی[1] حضرت یوحنا نے جواب دیا کہ ان تینوں میں سے کوئی نہیں ہوں بلکہ سوائے اس کے اور ایک نبی ہوں کہ جس کی خبر یسعیاؑ نبی نے دی ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ کاہن[2] اور لادی جو علماء یہود تھے اور توریت کو خوب جانتے تھے حضرت یوحنا یعنی یحییٰ پیغمبر کو پہچان نہ سکے پس معلوم ہوا کہ خاص تفصیل سے ایسے علامات مذکور نہ تھے جن سے وہ آکر پہچان لیتے پس اگر ہم اہل کتاب کی اس بات کو تسلیم بھی کر لیں کہ انہوں نے توریت وانجیل وغیرہ کتابوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی وہ خبریں جن میں تفصیل سے سب علامتیں حضرتؐ کی مذکور تھیں مٹ[3] دور کی ہیں تو بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے واسطے جو خبریں باقیماندہ تورات و انجیل میں مجملاً ہیں کافی ہیں۔

امر سوم | یہ دعویٰ کہ اہل کتاب سوائے مسیح اور ایلیا[4] علیہما السلام کے اور کسی کا انتظار نہ کرتے تھے بالکل غلط ہے کیونکہ اور کا بھی ان کو انتظار تھا چنانچہ امر دوم میں معلوم ہو چکا ہے کہ علماء یہود نے جو یحییٰ علیہ السلام سے آکر پوچھا کیا تم مسیح ہو پھر جب انہوں نے اس کا انکار کیا تو پوچھا کیا تم ایلیا ہو پھر جب انہوں نے اس کا بھی انکار کیا تو پوچھا کیا تم وہ نبی ہو یعنی جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے

---

[1] وہ نبی سے مراد ہمارے حضرت ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۲ منہ [2] کاہن ان کے امام اور لادی دینی سردار ہوتے تھے ۱۲ منہ [3] پس اہل کتاب کا یہ شبہ کہ تمہارے نبی کا نام اور تفصیل سے نشان ہمارے ہاں نہیں ہے لہٰذا وہ نبی نہیں ہیں رد ہو گیا ۱۲ منہ [4] ایلیا الیاس علیہ السلام کو کہتے ہیں اہل کتاب کے اعتقاد میں وہ زندہ آسمان پر آتشین گاڑی پر سوار ہو کر چلے گئے۔ بوقت ضرورت ان کے نزول کا بھی انتظار نہیں تھا اور اب بھی ہو تو تعجب نہیں۔ ۱۲ منہ

پس یہاں سے معلوم ہوا کہ اس نبی معہود کا انہیں انتظار ایلیا اور مسیح کے انتظار کے برابر تھا اور یہ نبی معہود ایسا مشہور تھا کہ اسکے نام ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی بلکہ اس کی طرف اشارہ ہی کافی تھا انجیل یوحنا کے ساتویں باب میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کر کے یہ لکھا ہے ۔ ۴۰۔ تب ان لوگوں میں سے بہتروں نے سُنکر کہا کہ حقیقت میں یہی وہ نبی ہے۔ ۴۱۔ اوروں نے کہا یہ مسیح ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ نبی معہود ان کے نزدیک مسیح کے سوا کوئی اور شخص ہے کیونکہ اس کو مسیح کے مقابلہ میں ذکر کیا پس وہ نبی سے اگر ہمارے حضرتؐ مراد نہ ہوں تو پھر وہ کون ہے کہ جس کا ان کو انتظار تھا۔

امر چہارم | نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین ہیں کہ ان کے بعد اور کوئی نبی نہ آوے گا بالکل غلط ہے کیونکہ امر سوم میں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لوگ نبی معہود کا جو عیسیٰ مسیح اور ایلیا علیہما السلام کے سوا کوئی شخص ہے انتظار کرتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ سوائے عیسیٰ مسیح اور ایلیا کے اور تیسرا نبی جس کی موسیٰ نے خبر دی تھی ظاہر ہوگا۔ پس جب نبی معہود کا عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے ظاہر ہونا دلیل قوی سے معلوم نہ ہوا تو ضرور وہ نبی عیسیٰ کے بعد ظاہر ہوگا پس عیسیٰ علیہ السلام کا خاتم النبیین سمجھنا غلط ہوگیا دوسرے نصاریٰ پولوس اور حواریوں کی نبوت کے قائل ہیں۔ حالانکہ سب عیسیٰ ؑ کے بعد ہیں تیسرے کتاب اعمال کے گیارہویں باب میں لکھا ہے ۲۸ اور انہیں دنوں کئی ایک نبی اورشلیم سے انطاکیہ میں آئے ان میں سے ایک نے جس کا نام اگبس تھا اٹھ کے روح کے باعث سے بتلایا کہ سارے جہان میں عنقریب بڑا کال پڑیگا جیسا قلادیوس قیصر کے عہد میں پڑا تھا یہاں سے صاف ظاہر ہوا کہ اورشلیم سے انطاکیہ میں نبی آئے تھے ان میں سے ایک کا نام اگبس تھا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ قصہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے اور ان کے بعد بھی نبی ثابت ہوئے پس عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین کہنا بالکل غلط ہے چوتھے نصرانیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا پھر اس قول سے ہمارے حضرتؐ کی نبوت کا باطل کرنا باطل ہوگیا۔

امر پنجم | عیسائیوں نے جو خبریں کہ عیسیٰ کی نبوت کے لئے نقل کی ہیں وہ خبریں یہود کی تفسیر اور تاویل کے مطابق عیسیٰ پر ہرگز صادق نہیں آتیں اسی لئے یہود سخت انکار کرتے ہیں لیکن عیسائی لوگ اپنی سینہ زوری سے یہود کی تاویلات اور جھٹلانے پر کچھ التفات نہیں کرتے اور اپنے طور پر ان کی ایسی تاویلات کرتے ہیں جو حضرت عیسیٰ ؑ پر صادق آئیں۔ پس جس طرح آیات مذکورہ میں یہود کی

لے بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد بھی عیسائیوں میں فارقلیط ہی کا انتظار تھا اور اسی لئے چند آدمیوں نے عیسیٰ کے سیکڑوں برس بعد فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت سے عیسائی ان پر ایمان بھی لے آئے۔ دیکھو تاریخ کلیسیا ۱۲ منہ۔

...تاویلیں عیسائیوں کے نزدیک مردود اور نامقبول ہیں اسی طرح جن چیزوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوتی ہے ان میں عیسائیوں کی واہیات تاویلیں ہمارے نزدیک مردود اور نامقبول ہیں جیسے وہ یہود کی تاویلات کی طرف التفات نہیں کرتے اسی طرح ہم ان کی تاویلات کو لغو اور ہذیان سمجھتے ہیں باوجود اسکے کہ جو خبریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں عیسائیوں کی خبروں سے نہایت قوی ہیں۔

امر ششم سب اہل کتاب کے سلف اور خلف میں ہمیشہ سے نام کا ترجمہ کرنیکی عادت جاری تھی اور کبھی کلام الٰہی میں بطور تفسیر کے کچھ بڑھا بھی دیا کرتے تھے اور اصل کلام اور تفسیر میں کوئی علامت امتیاز کی بھی نہیں رکھتے تھے اس لئے خبط اور مطلب اصلی بے ربط ہو جاتا تھا ان کی مختلف زبانوں کے ترجموں کے دیکھنے سے یہ امر صاف ظاہر ہے بطریق نمونے کے کچھ ذکر کرتا ہوں کہ واقعی اہل کتاب یہ چالاکی کرتے آئے ہیں از انجملہ یہ ہے سفر تکوین ترجمہ عربی میں جو ۱۶۲۵ء اور ۱۸۴۴ء میں چھپا تھا۔ باب ۴۹۔ آیت ۱۰۔ یہ ہے۔ فلا یزال القضیب من یهودا والمدبر من فخذه حتی یجیئ الذی له الکل وایاه منتظر الامم۔ پس الذی له الکل لفظ شیلوہ کا ترجمہ ہے اور یہ ترجمہ یونانی ترجمے کے موافق ہے اور ایک عربی ترجمہ میں جو ۱۸۱۱ء میں چھپا ہے یوں ہے فلا یزال القضیب من یهودا والرسم من تحت امره الی ان یجیئ الذی هو له والیه یجتمع الشعوب اور اردو کے ترجمہ میں جو ۱۸۲۵ء میں چھپا تھا لفظ شیلا ہے پس اصل میں لفظ شیلوا ایک شخص مبشر کا نام ہے مترجموں نے اس کا اپنی رائے کے موافق ترجمہ کر دیا۔ از انجملہ یہ ہے ترجمہ عربی سفر خروج مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۴۴ء کے تیسرے باب کی چودھویں آیت میں یوں ہے (فقال الله لموسیٰ هیه اشراهیه) اور دوسرے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے (فقال له الازلی الذی لایزال) پس لفظ آهیه اشراهیه بمنزلہ اسم ذات کے ہے اس کا ترجمہ الازلی الذی لایزال کر دیا۔ از انجملہ یہ ہے ترجمہ عربی سفر خروج مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے آٹھویں باب کی گیارہویں آیت میں اس طرح ہے تبقی فی النهر فقط اور دوسرے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں اس طور پر (تبقی فی النیل) دیکھئے نیل ایک خاص دریا کا نام ہے جو مصر کے نیچے بہتا ہے اس کا ترجمہ نہر کیا۔ حالانکہ نہر کا لفظ سب دریاؤں کو شامل ہے از انجملہ یہ ہے ترجمہ عربی کتاب یوشع مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے دسویں باب کی تیرہویں آیت

میں اس طرح سے ہے (الیس ہذا مکتوبا فی سفر الابرار) اور دوسرے ترجمہ عربی ۱۸۱۱ء میں سفر الابرار کی جائے سفر المستقیم ہے اور ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۳۶ء میں لفظ ابرار اور مستقیم کی جائے لفظ یا صادہ ہے اور دوسرے ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یاشر ہے اور ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں لفظ یاشاہی پس اصل میں یاشا یا باصار یا آشر کتاب کے مصنف کا نام ہے مترجموں نے اپنی اپنی رائے سے ابرار اور مستقیم کے ساتھ ترجمہ کر دیا۔ از انجملہ یہ ہے کہ باب اول انجیل یوحنا مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یوں ہے (قد وجدنا مسیا الذی تاویلہ المسیح) اور ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں اس طرح پر ہے (مسیح راکہ ترجمہ آن کرسطوس می باشد یافتیم) اور ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں اصل لفظ خرستہ اور مسیح اس کا ترجمہ قرار دیا ہے۔ اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اصل نام مسیا ہے یا مسیح یا خرستہ ہے عربی ترجمہ سے اصل مسیا معلوم ہوتا ہے اور مسیح اس کا ترجمہ اور ترجمہ فارسی سے اصل مسیح اور کرسطوس ترجمہ ظاہر ہوتا ہے اور اردو سے اصل خرستہ اور ترجمہ مسیح سمجھا جاتا ہے دیکھو نام کا اس طرح پر ترجمہ کیا کہ معلوم نہیں کہ اصل کیا ہے اور ترجمہ کون سا ہے پس اگر اہل کتاب نے اسی طرح جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا بھی ترجمہ کر دیا۔ اس کو معین اور وکیل سے بدل دیا ہو تو کچھ بعید نہیں کیونکہ بعض اہل کتاب زمانہ سابق میں حضرت کا نام انجیل و تورات میں لکھا دیکھ کر ایمان لائے تھے۔

امر ہفتم | پولس نصاریٰ کے نزدیک اگرچہ حواریوں کے مرتبے میں ہے اور اہل تثلیث اس کو اپنا بزرگ اور پیشوا سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن اور دین عیسائی کا خراب کرنے والا تھا اس نے حرام چیزوں کو حلال کر دیا اس نے خنزیر اور شراب نصاریٰ کے لئے مباح کر دی اول میں وہ دین عیسائی کا نہایت دشمن تھا بہت سے عیسائیوں کو اس نے قتل کیا آخر اس فریب سے مارا کہ ظاہر میں اپنے آپ کو عیسائی مشہور کیا سو اس کے دھوکے میں نصاریٰ آ گئے لہذا ہمارے نزدیک اس کے اقوال کا کچھ اعتبار نہیں اور اس کی تاویلات واجب الرد ہیں جب یہ امور ثابت ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ باوجود تحریف اور تبدیل کے اب تک تورات و انجیل میں سے ایسی خبریں بہت ملتی ہیں کہ جن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوتی ہے سو ان میں سے چند خبریں نقل کرتا ہوں۔

پہلی بشارت | توریت سفر استثنیٰ کے اٹھارہویں باب میں اللہ تعالیٰ کا کلام اس طرح منقول ہے۔

میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں تجھ سے ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ بھی اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا پس یہ بشارت نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں نہ یوشع علیہ السلام کے لئے ہے جیسا کہ یہود کہتے ہیں بلکہ یہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے چند وجہ سے۔

وجہ اول | امر ثالث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے زمانہ میں بھی جو آخر زمانہ تھا اس نبی کا کہ جس کی یہ بشارت ہے انتظار تھا اور اس وقت کے علمار توریت اس نبی کے منتظر تھے پس نہ اس سے عیسیٰ مراد ہے نہ یوشع علیہما السلام کیونکہ یہ ان سے بھی پہلے تھے۔

وجہ دوم | اس بشارت میں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ تیری مانند نبی برپا کروں گا اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی مانند نہ تو یوشع ہیں نہ عیسیٰ کیونکہ یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اور توراۃ سفر استثنیٰ کے چونتیس باب دسویں درس میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مثل نہیں ہوا۔ دوسرے موسیٰ علیہ السلام کو شریعت جدید عطا ہوئی تھی وہ کسی اور نبی کی شریعت کے تابع نہیں تھے نہ ان کے اوپر کوئی نئی کتاب نازل ہوئی تھی نہ ان کی شریعت جدید تھی پس وہ موسیٰ کی مانند ہرگز نہیں ہو سکتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے اعتقاد میں خدا کے بیٹے اور خود خدا تھے۔ اور موسیٰ آدمی تھے پس خدا کے بیٹے اور آدمی میں ہرگز مماثلت نہیں پائی جاتی۔ تیسرے عیسیٰ بقول نصاریٰ ملعون ہوئے اور پھانسی دیئے گئے اور بعد مرنے کے دوزخ میں بھی داخل ہوئے۔ چنانچہ اہل تثلیث کے عقائد میں اس کی تصریح ہے اور موسیٰ میں یہ اوصاف ہرگز نہیں پائے گئے۔ چوتھے موسیٰ کو ایسی شریعت ملی تھی کہ جس میں تعزیرات اور حدود اور غسل اور طہارت اور کھانے پینے کی چیزوں کی حلت و حرمت تھی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یہ بات ہرگز نہیں پائی جاتی جیسا کہ ان کی انجیل متداول سے صاف ظاہر ہے اور موسیٰ علیہ السلام احکام جاری کرنے پر قادر تھے بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کو یہ قدرت نہ تھی ہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور

موسیٰ علیہ السلام میں خوب مماثلت تامہ پائی جاتی ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ کی شریعت میں حرام و حلال کے احکام ہیں ویسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ہیں جس طرح موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی ذلت سے نکال کر عزت دی اور راہ راست دکھائی اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو فارس اور روم کی قید سے نکال کر موحد بنایا اور مہذب اور شائستہ کر دیا۔ اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام الشان تھے بیوی بچے رکھتے تھے ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی طرح جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر امر میں ان دونوں پیغمبروں میں جیسی مماثلت پائی جاتی ہے کسی میں نہیں پائی جاتی جو شخص دونوں کی شریعت اور حالت سے واقف ہے وہ اس امر کو خوب جانتا ہے اور اسی لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ط۔

وجہ سوم | اس بشارت میں بنی اسرائیل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے بھائیوں میں تجھ سا نبی برپا کروں گا اور یہ ظاہر ہے کہ سب بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسرائیل کے غیر ہونے چاہئیں جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہوں کیونکہ عرف میں جب کوئی شخص کسی قوم سے خطاب کر کے مثلاً یوں کہے تمہارے بھائی آتے ہیں تو اس قوم مخاطب کے غیر لوگ سمجھے جایا کرتے ہیں بناءً علیہ بنی اسرائیل کے غیر لوگوں میں یہ نبی ہونا چاہیئے جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہو اور توریت میں اسحاقؑ[1] و اسمٰعیل کے سوا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کے لئے برکت کا وعدہ نہیں ہوا ہے توریت کے باب پیدائش میں یوں ہے اور اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ پس ضرور ہے کہ یہ شخص اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہو اور بنی اسرائیل کے بھائیوں سے وہاں بنی اسمٰعیل ہی مراد ہوں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسمٰعیل میں سے سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی ایسا نبی نہیں ہوا ہے۔

وجہ چہارم | اس بشارت میں یوں فرمایا ہے کہ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا یعنی توریت و زبور وغیرہ کتب کی مانند لکھی ہوئی کتاب اس کے اوپر نہ اترے گی بلکہ فرشتہ آکر اس کے روبرو پڑھے گا وہ

---

[1] ۔ اور اسحق کی اولاد بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرائیل کے غیر بنی اسمٰعیل ہیں جن کے لئے برومندی کا وعدہ ہے ۔ باب ۱۷ آیت ۲۱۔ ۱۲ منہ۔

نبی اُمّی ہوگا اسے سُنکر یاد کرے گا اور لوگوں کو اپنے منہ سے پڑھ کر سنائے گا۔ پس یہ بات بھی سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی میں نہیں پائی جاتی خصوصاً یوشع علیہ السلام پڑھے ہوئے تھے سو وہ کسی طرح اس خبر کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

وجہ پنجم | اس بشارت میں اس نبی کے اعزاز واکرام کے لئے یوں فرمایا کہ جو شخص اس نبی کے سخن کو نہ مانے گا تو میں اسے سزا دوں گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سزا سے خاص عذاب آخروی ہی مراد نہیں کیونکہ اس میں کسی نبی کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر نبی کے نافرمان کو عذاب اُخروی ہوگا بلکہ اس سے مراد دنیا کی سزا ہے کہ اس نبی کے منکروں کو جہاد وقتال سے زیر کروں گا اور محکوم و ذلیل بنا دوں گا۔ سو یہ بات نہ یوشع علیہ السلام کو حاصل تھی نہ عیسیٰ علیہ السلام کو البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی پس اس بشارت سے وہی مراد ہیں۔

وجہ ششم | اس بشارت میں تصریح ہے کہ یہ نبی اگر کوئی بات اپنی طرف سے کہے گا تو قتل کیا جاویگا اور یہ ظاہر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد دعویٰ نبوت کے قتل نہیں کئے گئے بلکہ ہر روز ان کی شان و شوکت زیادہ ہوتی گئی پس اگر حضرت وہ نبی نہ ہوتے تو موجب وعدہ خدا کے قتل کئے جاتے عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے اعتقاد میں قتل کئے گئے پس اگر یہ بشارت ان کے لئے قرار دیجاوے تو ان کا جھوٹا نبی ہونا لازم آوے جیسا کہ یہود کہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔

بشارت دوسری | توراۃ[1] کی کتاب استثنا میں یوں ہے انھوں نے اس کے سبب سے جو خدا نہیں مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا۔ پس گروہ بے عقل اور جاہل سے مراد عرب ہیں کیونکہ تمام جہان سے جاہل یہی لوگ تھے ان کے ہاں نہ علوم عقلیہ تھے نہ نقلیہ لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتے تھے اور بتوں کی عبادت کے سوا اور کچھ نہ پہچانتے تھے خصوص یہود کے

ف بعض پادریوں نے اس بشارت میں بڑی قیل وقال کی ہے اور آنحضرت صلعم کے حق میں صادق نہ آنے کے لئے اسی باب کے ۱۵۔ آیت کو پیش کرتے ہیں کیونکہ اس میں ہے خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا انتہا تیرے ہی درمیان سے کا فقرہ کہتا ہے کہ وہ نبی اسرائیل ہونا چاہیئے اس کا جواب یہ ہے اول تو یہ عبارت جو ۱۵ درس میں ہے موسیٰ کے کلام میں ہے خاص خدا کے کلام میں جو آگے چل کر ۱۸ درس میں ہے یہ لفظ نہیں دوم پطرس حواری کا کلام جو کتاب اعمال کے تیسرے باب ۲۲ ویں جملے میں منقول ہے وہاں بھی پطرس نے جب اس بشارت کو یہودیوں کے سامنے نقل کیا اس جملہ کو نہیں نقل کیا اور مان بھی لیا جاوے تو اس کے معنی ہیں تمہارے خاندان میں سے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

[1] باب ۳۲۔ آیت ۲۱۔ ۱۲ منہ۔

نزدیک نہایت حقیر اور ذلیل تھے کہ وہ ان کو ہاجرہ لونڈی کی اولاد سمجھتے تھے پس مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے جھوٹے معبودوں اور حقیر چیزوں کی عبادت کرکے جس طرح مجھے خفا کیا اور غیرت دلائی تھی اسی طرح میں بھی ایک نہایت حقیر اور جاہل قوم کو کہ وہ عرب ہیں عزت اور سرفرازی اور علم و معرفت دے کر بنی اسرائیل کو جلاؤں گا اور غیرت دلاؤں گا سو اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ پورا کیا کہ عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کرکے بھیجا پھر انہوں نے عزت دین و دنیا عرب کو بخشی یہود کو ان کے ہاتھ سے قتل کرایا روم و شام ایران کر دار و رکمبل پوش عربوں کا قبضہ کرادیا کما قال تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ۔ عیسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کی قوم جاہل اور حقیر نہ تھی۔ اور نہ ان سے بنی اسرائیل کو غیرت دلائی گئی ہے پس سوائے قوم عرب کے اور کسی پر یہ خبر صادق نہیں آتی۔

بشارت تیسری | توراۃ سفر استثنا کے تینتیسویں باب میں یہ ہے اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑوں سے وہ جلوہ گر ہوگا اور اس کے ساتھ ہزاروں پاک لوگ ہوں گے اور اس کے داہنے ہاتھ آتشی شریعت ہوگی۔ پہاڑ سینا سے آنا رب کا یہ تھا کہ اس نے وہاں موسیٰ کو توراۃ دی اور کوہ شعیر پر طلوع ہونے سے مراد ہے عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو انجیل دینا کہ اس پہاڑ پر ان کو یہ کتاب ملی اور فاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے کہ وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اور وہاں ہی حضرتؐ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تھا پس کوہ فاران سے خدا کے جلوہ گر ہونے سے قرآن کا اتارنا مراد ہے کہ حضرت پر وہاں اتارا اور موافق وعدے کے ہزاروں صحابہؓ پاکباز او رقدوس حضرتؐ کے ساتھ تھے اور آتشی شریعت بھی حضرت کے ہاتھ پر تھی آتشی شریعت سے مراد سختی احکام ہے سو مشرکوں اور راہ زنوں اور حرام کاروں اور چور بدمعاشوں کیلئے اس شریعت میں سخت احکام ہیں بخلاف شریعت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کی شریعت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) یعنی ابراہیم کی نسل سے خداپرستوں میں سے نہ کہ بنی اسرائیل میں سے ورنہ دوسرا جملہ مہمل ہو جاتا ہے ۱۲ منہ۔
(حاشیہ صفحہ ہذا ۱؎) ترجمہ اللہ وہ ہے کہ جس نے بھیجا ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول انہیں میں کا کہ وہ پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں۔ اور سنوارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے کتاب اور عقلمندی اور اس سے پہلے تھے صریح گمراہی میں (سورہ جمعہ رکوع اول) ۱۲ منہ۔ ۲؎ ترجمہ عربیہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء سے نقل کیا ہے۔ ۱۲ ؛

میں احکام ہی نہیں نہ زناکار کے لئے رجم ہے نہ چور کے لئے ہاتھ کاٹنا ہے نہ قزاق کے لئے قتل اور قطع اعضار ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور یہ بات کہ فاران مکہ کے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ توریت سفر تکوین کے اکیسویں باب سے ثابت ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت یوں فرمایا ہے اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام مکّہ کے بیابان میں رہا کرتے تھے اور وہاں ہی انہوں نے پرورش پائی ہے اب اگر کوئی منکر اس بشارت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قرار نہ دے تو وہ بتلائے کہ مکہ کے بیابان سے خدا کیونکر جلوہ گر ہوا اور کس کے ساتھ ہزارہا لوگ تھے اور کس کے ہاتھ پر سخت شریعت تھی۔

بشارت چوتھی | توریت[1] سفر تکوین میں یہ ہے یہودا سے ریاست کا عصا جُدا نہ ہو گا اور نہ حکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا جب تک کہ شیلا نہ آوے اور قومیں اس کے پاس اکھٹی نہ ہوں پس شیلا سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ یہود کہتے ہیں اس سے مراد ان کا مسیح ہے جس کے ظاہر ہونے کا ان کو اب تک انتظار ہے سو اس کے آنے میں تو ابھی تک کلام ہے اور تخمیناً دو ہزار برس ہوئے کہ یہودا کا حکم جاتا رہا۔ اور عیسائی اس سے مراد اپنا مسیح حضرت عیسےٰ لیتے ہیں۔ سو ان کے آنے سے پہلے ہی حکومت تو کیا شہر یروشلم اور مسجد اقصےٰ شاہانِ بابل و مصر و انطاکیہ کے ہاتھوں سے برباد ہو چکی تھی اس لئے عصا ریاست سے شریعت موسوی اور حکم سے مراد قاضیوں اور کاہنوں کے فتاوے مراد لینے چاہئیں سو وہ حضرت عیسےٰ کے بعد تک بھی تھے حضرت محمد صلعم کی بعثت تک اس کے بعد سب کا سب جاتا رہا۔ اور دین منسوخ ہو گیا۔ اور دوسری یہ عبارت کہ اس کے پاس قومیں اکھٹی ہوں گی۔ صاف دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ قومیں اور مختلف لوگ حضرت ہی کے دین میں آئے ہیں اور حضرت ہی کے پاس مجتمع ہوئے ہیں

بشارت پانچویں | ۴۵ زبور میں ہے "میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے اور میں اُن ان چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنایا ہے بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے تو[2] حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں میں لطف ڈالا گیا ہے اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا۔ اے پہلوان اپنی تلوار کو۔ جو تیری حشمت اور بزرگی ہے حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا

---

[1] انچاسواں باب آیت دس ۱۲ [2] یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ۱۲ منہ۔

اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی سے آگے بڑھ۔ تیرا داہنا ہاتھ تجھکو بہت مہیب کام سکھا دے گا تیرے تیر تیز ہیں لوگ تیرے نیچے گرتے پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔ تیرا تخت اے خدا دنداً ابدالآباد ہے تیرا سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسح کیا تیرے سارے لباس سے مُرّ اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے کہ جن سے ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان انہیں تجھ کو خوش کیا ہے۔ ۹۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ اوفر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔ ۱۶۔ آیت میں یہ ہے۔ تیرے بیٹے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ تو انہیں تمام زمین کے سردار مقرر کرے گا۔ ۱۷۔ میں ہے ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تیری ستائش کریں گے" انتہٰی۔ تمام اہل کتاب کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ داؤد علیہ السلام ایک ایسے نبی کی بشارت دیتے ہیں جو ان کے بعد ان صفات سے موصوف ہو کر ظاہر ہوگا۔ پس یہود کے نزدیک تو اب تک کوئی نبی ان صفات کا بعد داؤدؑ کے ظاہر نہیں ہوا ہے اور نصاریٰ کے نزدیک اس بشارت سے عیسٰی علیہ السلام مراد ہیں۔ اور اہل اسلام کے نزدیک حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور حق یہی ہے کہ یہ بشارت حضرتؐ ہی کے واسطے ہے کیونکہ اس بشارت میں اس نبی کے لئے چند اوصاف بیان کئے ہیں سو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں اور عیسٰی علیہ السلام میں ہرگز نہیں پائے جاتے لہذا بالضرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے مصداق ہیں اور وہ اوصاف یہ ہیں۔ حسین[1] ہونا۔ قوی[2] ہونا۔ افضل[3] البشر ہونا۔ فصیح[4] ہونا۔ شمشیر[5] بند ہونا۔ مبارک[6] الی الدہر ہونا۔ تیر[7] انداز ہونا۔ خلق[8] کا آپ کے تابع ہونا۔ کپڑوں[9] سے خوشبو کا آنا۔ بادشاہوں[10] کی بیٹیوں کا ان کے گھرانے میں آنا۔ اس[11] کی اولاد کا بجائے اپنے باپ کے رئیس اور حاکم ہونا۔ ہر[12] جگہ اس کا نام مذکور ہونا۔ ہدایا[13] کا آنا۔ ابدالآباد تک اس کا ذکر خیر جاری رہنا۔ سو حُسنِ صورت حضرت کا ایسا تھا کہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے کوئی زیادہ خوبصورت چیز نہیں دیکھی گویا آفتاب آپ کے چہرۂ مبارک میں پھرتا ہے اور جب ہنستے تھے تو

دیوار تک آپ کے دانتوں سے روشن ہو جاتی تھی اور بہت سے صحابہؓ سے ایسا ہی منقول ہے۔ اور آپ کی قوت کا یہ حال تھا کہ ایک شخص رُکانہ نام قوت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا ایک روز حضرتؐ سے جنگل میں ملا اور کہنے لگا اگر تو مجھے کشتی میں مغلوب کر دے تو جانوں کہ تم نبی برحق ہو سو حضرتؐ نے اس کو پچھاڑ دیا۔ دوبارا پھر لڑا پھر پچھاڑا۔ رکانہ نے تعجب کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا یہ کیا تعجب کی بات ہے اگر تو اللہ پر ایمان لادے اور مجھے سچا رسول سمجھے تو میں درخت کو بُلا دوں۔ سو حضرتؐ نے ایک درخت کو بلایا اور وہ آکے حضرتؐ کے سامنے کھڑا ہو کر آپ کی رسالت کی گواہی دینے لگا پھر کہا کہ اے درخت! پھر جا، وہ وہیں چلا گیا۔ افضل البشر ہونے پر آپ کی نبوت عامہ دلیل ہے۔ اور فصاحت آپ کی اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے اور تلوار باندھنا اور جہاد کرنا بھی مسلم الثبوت ہے اور مبارک ہونا بھی آپ کا ظاہر ہے کہ مشرق اور مغرب میں لاکھوں مسلمان پنج وقتہ نمازیں اور نماز کے بعد حضرتؐ پر درود بھیجتے ہیں اور آپ کے لئے برکت مانگتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الآیۃ۔ تیر اندازی کل بنی اسمٰعیل کا شیوہ ہے خصوص ہمارے حضرتؐ کا کہ ہر جنگ میں آپ کے پاس تیر و کمان رہتی تھی اور اکثر معرکوں میں تیر سے حضرتؐ کو فتح حاصل ہوئی ہے اور خلق بھی آپ کے تابع ہوگئی تھی۔ چنانچہ گروہ کے گروہ آتے تھے اور اسلام لاتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ اور آپ کے کپڑوں سے خوشبو بھی آیا کرتی تھی یہاں تک کہ حضرتؐ کا پسینہ جمع کر کے ایک عورت نے ایک دلہن کو ملا تھا۔ کئی پشتوں تک اس کی اولاد سے خوشبو آتی رہی اور قرن اول میں بادشاہوں کی بیٹیوں نے آپ کی ذرّیات کی خدمت کی ہے چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھر میں شہربانو یزدجرد کسریٰ فارس کی بیٹی تھی۔ اور ہدایا بھی آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ چنانچہ مقوقش شاہ قبط نے حضرتؐ کی خدمت میں تین لونڈیاں اور ایک غلام اسود اور ایک خچر شہبا اور ایک حمار اشہب اور ایک گھوڑا اور کچھ کپڑے ہدیہ بھیجے تھے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور بعد انکے ایران و

فائدہ بنی فاطمہ کی خلافت مصر اور ملک مغرب بلکہ شام تک صدیوں رہی عباسیہ بھی ایک معنی سے آپ ہی کی ذرّیت ہے اسی طرح بنی اُمیّہ بھی۔ ان کی خلافت جو سینکڑوں برس تقریباً نصف کرۂ زمین پر رہی۔ اس کا سلف میں نظیر بھی نہیں ملتا۔ پھر محمد مہدی آخر الزمان آپ کی ذریت میں سے آخر زمانے میں بادشاہوں کے بادشاہ ہوں گے ۱۲ منہ +

یمن و ہندوستان وغیرہ ملکوں میں اب تک حضرت کی ذریت میں سے حاکم اور فرماں روا ہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب امام مہدی رضی اللہ عنہ جو حضرت کی اولاد میں سے ہونگے تمام روئے زمین کے حاکم ہوں گے اور ذکر خیر بھی آپ کا ابدالآباد جاری رہیگا۔ چنانچہ ہر ملک میں مؤذن پانچ وقت بآواز بلند اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتا ہے اور اوقات غیر محصورہ میں مصلی حضرت پر درود بھیجتے ہیں اور علماء و فضلاء مجالس وعظ میں آپ کے محامد بیان کرتے اور سلاطین اور بڑے بڑے بادشاہ آپ کے روضہ مبارک کی خاک پر سر رگڑتے ہیں لیکن یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام پر ہرگز ہرگز صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اشعیاء کے ترپیپن باب کو نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت قرار دیتے ہیں حالانکہ اس کتاب میں ان کی نسبت یوں لکھا ہے کہ وہ نہایت بدشکل تھے اور وہ آدمیوں میں بھی نہایت ذلیل وحقیر تھے سو یہ اوصاف ان اوصاف کے جو زبور میں نبی مبشر کے لئے مذکور ہیں برخلاف اور ضد ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نہ تلوار بند تھے نہ کبھی انہوں نے تیر اندازی کی نہ ان کی بیوی تھی کہ اس کو کسی بادشاہ کی بیٹی قرار دیتے نہ ان کے اولاد ہوئی کہ وہ باپ دادوں کے قائم مقام ہو کر حکومت کرتی عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہدایا کا آنا اور خلق کا ان کی تابعدار ہونا تو درکنار بقول نصاریٰ ان کو سرے سے کچھ عزت ہی نہ تھی بلکہ یہود نے ان کو بڑی ذلت سے پھانسی دیا۔

بشارت چھٹی انجیل متی کے تیسرے باب میں یوں لکھا ہے "ان دنوں میں یوحنا بپتسمہ[1] دینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے اور یہ کہنے لگا۔ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے"۔ اور اسی انجیل کے چوتھے باب میں یوں ہے "جب یسوع نے سنا کہ یوحنا گرفتار ہوا تب جلیل کو چلا گیا۔ ۱۷۔ اور اسی وقت سے عیسیٰ نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ ۲۳۔ اور عیسیٰ جلیل کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور آسمانی بادشاہت کی خوشخبری سناتا تھا۔" اور اسی انجیل کے دسویں باب میں یوں ہے کہ عیسیٰ نے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم کی ۔ ۱۸۔ اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ پس ظاہر ہوا کہ یحییٰ

---

[1] جس کو اصطباغ کہتے ہیں مرید کرتے وقت پانی میں مرید کو غوطہ دیتے تھے جو آج تک عیسائیوں میں دستور ہے اور اس بغیر وہ عیسائی ہونا صحیح نہیں جانتے۔ ۱۲ منہ۔

علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے عہد میں آسمانی سلطنت ظاہر نہ ہوئی تھی۔ کس لئے کہ آسمانی سلطنت نبوت ہے۔ بلباس شاہی یعنی اندر اندر نہیں فقر اور ترک دنیا رغبت الی العقبیٰ محبت الہٰی اس کی ذات وصفات میں استغراق کلی ہو اور بظاہر اجرار احکام آسمانی و دفع شر شیاطین و متمردین کے لئے شاہی بلکہ شہنشاہی ہو۔ گردن کشوں کی گردنیں جس کے آگے جھکیں نہ صرف نبوت ہو فقر اور مسکنت کے لباس میں جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تھے نہ محض بادشاہی و امارت ہو اور اس میں شک نہیں کہ برسوں کے وعظ و پند کا اتنا اثر نہیں ہوتا جس قدر کہ حکومت کے فرمان کا ہوتا ہے۔ پھر جب کہ نبوت کے احکام شاہی فرامین کے پیرایہ میں ظاہر ہوں تو پھر جلد تر اثر ہوتا ہے اور وہ اثر تا دیر باقی رہتا ہے یہ آسمانی سلطنت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ اور آپ اپنے جانشینوں کے لئے چھوڑ گئے اسی آسمانی سلطنت سے سرکشوں کو حضرت مسیح و یحییٰ علیہما السلام ڈراتے تھے۔ آسمانی سلطنت کی کوئی بات شریعت عیسوی میں نہیں کیونکہ اول تو اس شریعت میں احکام سیاست اور حلت و حرمت نہیں جیسا کہ انجیل متداولہ کے مطالعہ سے خوب ظاہر ہوتا ہے بلکہ توریت کے احکام کو بھی پولوس نے کہ جو بزعم نصاریٰ رکن دین عیسوی تھا منسوخ کر ڈالا۔ دوم اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ ان کے ہاں احکام سیاست اور حلت و حرمت ہیں تو وہ آج تک عیسیٰ علیہ السلام کے عہد سے کبھی جاری نہ کئے گئے نہ حواریوں کے عہد میں نہ خود عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کبھی کسی زانی یا چور یا قزاق کو سزا دی گئی اگر نصاریٰ کی حکومت اور شوکت کو نشوع شریعت عیسوی قرار دیا جائے تو اس زمانہ سے زیادہ کبھی نصاریٰ کو شوکت و حکومت حاصل نہیں ہوئی۔ پس اب احکام آسمانی جاری ہوتے دکھلائی نہیں دیتے ہاں پارلیمنٹ اور کمیٹیوں کے احکام تو جاری ہیں البتہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں۔ صاحب شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور ان کے بعد ان کے صحابہؓ کے زمانہ میں تابعین و تبع تابعین کے دور میں بلکہ زمانۂ حال تک خوب آسمانی احکام جاری رہے۔ خدا کے دشمنوں کو خوب سزائیں دی گئیں اور ان کے لئے سزا کے قوانین نازل ہو کر اُن پر خوب عمل ہوا کہ ان کو غلام بنایا گیا۔ اور ان کے مال و اسباب کو ضبط کر کے خدائی خزانہ میں جس کو بیت المال کہتے ہیں جمع کر دیا گیا خاص بلا غرض دنیوی فوجیں تیار ہو کر خدا کے

دشمنوں سے مقابل ہوئیں پھران کی توبہ سے ان کو حسب قانون آسمانی معاف کردیاگیا - چوروں اور قزاقوں کو سزائیں ملیں۔ ہاتھ کاٹے گئے گردنیں ماری گئیں زناکاروں پر رجم ہوا دُرّے مارے گئے خزانہ الٰہی یعنی بیت المال میں سے خدا کے بیکسوں اور یتیموں اور فرومایوں کی دستگیری کیگئی منصف آنکھ کھول کر دیکھ لے کہ آسمانی بادشاہت کا مصداق شریعت محمدی ہے یا کوئی اور۔

بشارت ساتویں | اسی انجیل کے اکیسویں باب میں یوں ہے - ۴۲۔ یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کونہ کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے ہماری اور تمہاری نظروں میں عجیب۔ اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ بادشاہت تم سے لی جاویگی اور ایک قوم کو جو اس کا میوہ لاوے دی جاویگی۔ جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ پر جس پر وہ پتھر گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔ انتہیٰ۔ آسمانی سلطنت کا ایک میوہ لانے والی قوم کو دیا جانا عرب پر صادق آتا ہے اور اس کے بعد صاحب سلطنت کی مثال ناپسند پتھر کے ساتھ دینا اور انجام اس کا کونے کا سرا ہونا اور لوگوں کی نظروں میں اس کا عجب حال معلوم ہونا پتھر میں یہ وصف ہونا کہ جس پر گرے گا چور اکر ڈالے گا خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ عرب قوم تمام قوموں کے نزدیک ذلیل وخوار تھی علوم وفنون کا ان میں نام ونشان نہ تھا۔ یہود ونصاریٰ بسبب اپنے علم وہنر کے اور بھی اہل عرب کو حقیر اور ذلیل جانتے تھے اور عرب میں بالخصوص محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی لوگوں کے نزدیک ناپسند تھے۔ کیونکہ نہ ان کے پاس مال واسباب دنیوی تھا نہ کبھی ان کا کوئی باپ دادا بادشاہ ہوا تھا نہ حضرت کے والدین حیات تھے پس گویا حضرت ناپسند پتھر کی مانند تھے۔ اور لوگوں کے نزدیک آپ کا تمام جہان کے لئے رسول ہونا عجب تھا۔ پھر آپ کو اللہ نے کونے کا سرا بنایا۔ یعنی خاتم النبیینؐ کر دیا۔ پھر آپ پر جو گرا چور ہو گیا۔ بدر کے دن قریش مکہ آپ پر گرے سب کو حضرت نے چورا کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس اور جس پر حضرت چڑھ کر گئے اس کو بھی چورا کر ڈالا۔ فتح مکہ میں اہل مکہ کو اور اس سے پہلے اہل خیبر وغیرہ کو اور آپ کے بعد صحابہ ایران وروم وغیرہ بڑے بڑے ملکوں پر گرے سب کا انہوں نے چورا کر دیا چند روز میں اقطار الارض میں دین پھیل گیا۔ پس یہ بشارت

لہ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی ایک ایسے محل کی مثال ہے کہ تمام محل خوب بنا لیکن اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی سو وہ اینٹ میں ہوں۔ پس مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ ۱۲۔ منہ۔

بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر صادق نہیں آتی۔ خاص کر عیسیٰ علیہ السلام پر تو کسی طرح صادق ہی نہیں آتی کیونکہ اول تو عیسیٰ علیہ السلام کسی اور کی نسبت یہ فرماتے ہیں جیسا کہ سیاقِ کلام سے ظاہر ہے دوسرے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام ناپسند پتھر کے مانند تھے اس لئے کہ بنی اسرائیل میں سے خاص داؤد علیہ السلام کی نسل میں تھے کہ جو تمام بنی اسرائیل میں معظم و مکرم تھے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کونے کا سرا ہوئے کہ جس سے مراد خاتم النبیین ہونا ہے کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین نہ تھے اور نہ عیسیٰ السلام پر گر کے کوئی چورا ہوا۔ چنانچہ یہود نے آپ سے کیا کچھ کیا اور کس طرح سے آپ پر گرے کہ آپکو بقول نصاریٰ چورا کر دیا لیکن عیسیٰ علیہ السلام نے کسی پر گر کے چورا نہ کیا۔

بشارت آٹھویں | یہ بشارت انجیل یوحنا کے چودہویں باب میں ہے عربی ترجمہ سے کہ سنہ ۱۸۳۱ء اور سنہ ۱۸۳۱ء اور سنہ ۱۸۴۴ء میں شہر لندن میں چھپا تھا نقل کرتا ہوں عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام اپنے حواریوں سے یوں فرماتے ہیں " اگر تم مجھے دوست رکھتے ہو تو میری وصیتوں کو یاد رکھو اور میں باپ سے مانگتا ہوں وہ تمہیں فارقلیط دے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ ۲۶۔ اور فارقلیط (یعنی روح القدس) جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھاوے گا۔ اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہیں ہیں۔ یاد دلائے گا[۲۹] اور اب میں نے تم کو اس کے آنے سے پہلے خبر کر دی تاکہ جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ۔ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا۔ اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے؛ اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ۱۵۔ باب انجیل یوحنا۔ ۳۰۔ پھر جب کہ وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا آوے گا تو وہ میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دو گے ۱۶ باب ۷ آیت لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا۔ تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آوے گا۔ پر اگر میں جاؤں گا تو میں اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آن کر دنیا کو گناہ پر اور نیکی پر اور حکم پر

ؔ یہ یعنی کے ساتھ فارقلیط کی نصاریٰ نے تفسیر کی ہے بالکل غلط ہے اور یہ انجیل میں داخل نہیں ہے بلکہ صاف ظاہر ہے کہ کسی نے بعد میں زیادہ کیا ہے پس اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ ۱۲ منہ۔

سزا دے گا۔ ۹۔ گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ ۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ ۱۳۔ لیکن جب وہ فارقلیط آوے گا۔ تو تمہیں راہِ حق بتلا دے گا کس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ بلکہ جو سنے گا سو کہے گا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا۔ ۱۴۔ اور وہ میری بزرگی بیان کرے گا اس لئے میں نے تم سے یہ کہا کہ وہ میری چیزیں پاکر تمہیں خبر کرے گا۔ ۱۵ جو چیز باپ کی ہے سو وہ میری ہے اس لئے میں نے تم سے یہ کہا کہ وہ میری چیزیں پاکر تمہیں خبر کرے گا۔ انتہیٰ مقصد سے پہلے دو مقدمے بیان کرتا ہوں تاکہ مقصد ظاہر ہو جاوے۔

مقدمہ اولیٰ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ اہل کتاب سلف سے خلف تک تحریف کرتے چلے آئے ہیں۔ اور نام کا ترجمہ کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اولیٰ میں بیان اس کا ہوا۔ پس اصل عبارت انجیل میں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہوا تھا۔ اور خاص احمد کے نام سے بشارت مذکور تھی لیکن جب اس کا اول ترجمہ یونانی زبان میں ہوا تو حضرت کے اسم مبارک کا ترجمہ پیرکلوطوس کہ جس کے معنی احمد ہیں کر دیا۔ پھر جب یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا معرب[1] فارقلیط بنایا چنانچہ ایک پادری صاحب اپنے ایک رسالہ میں جو لفظ فارقلیط کی تحقیق میں انہوں نے لکھا ہے اور سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں کلکتہ میں چھپا تھا لکھتے ہیں کہ یہ لفظ یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے پس اگر اس کی یونانی میں پاراکلی طوس اصلی قرار دی جائے تو اس کے معنی معین اور وکیل کے ہیں اور اگر کہیں اصل پیرکلوطوس ہے تو اس کے معنی محمدؐ یا احمدؐ کے قریب ہیں پس جس عالم اہل اسلام نے اس بشارت سے استدلال کیا تو وہ اصل پیرکلوطوس سمجھا کیونکہ اس کے معنی محمدؐ یا احمدؐ کے قریب ہیں۔ پس اس نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمدؐ یا احمدؐ کی خبر دی لیکن اصل پاراکلی طوس ہے فقط ہم کہتے ہیں کہ اصل پیرکلوطوس ہے یونانی خط میں بہت تشابہ ہے اس کو پاراکلی طوس غلطی سے پڑھ لیا اور اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے تو ہم اول ان کے اکابر کی تحریف و تبدیل ثابت کر چکے ہیں پس ایسے دیانت داروں سے

---

[1] معرب اس کو کہتے ہیں کہ غیر زبان کے لفظ کو کمی بیشی کر کے عربی میں لے آتے ہیں جیسا کہ سنگ گل اس کو سجیل کر لیا۔ علیٰ ہذا القیاس پیرکلوطوس کو فارقلیط کر لیا۔ ۱۲ منہ

یہ کیا بعید ہے کہ پیرکلوطوس کو پاراکلی طوس بنا دیا ہو اور قطع نظر اس کے یوں بھی مدعا حاصل ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام معین اور وکیل بھی ہے۔

مقدمہ دوم | ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک لوگ فارقلیط کے منتظر تھے چنانچہ بعض لوگوں نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا اور بعض لوگوں نے اسے مانا بھی تھا چنانچہ منتس مسیحی نے قرن ثانی میں دعویٰ کیا تھا کہ میں وہ فارقلیط نبی ہوں کہ جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ پس بہت سے عیسائی لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کے تابع ہو گئے چنانچہ میور صاحب نے اپنی تاریخ کے تیسرے باب میں اس اور اس کے متبعین کا حال لکھا ہے اور یہ کتاب ۱۸۴۸ء میں چھپی ہے اور لب التواریخ کا مصنف کہ وہ بھی عیسائی ہے لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود و نصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے ملک حبشہ بادشاہ نجاشی جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سُن کر ایمان لایا اور کہا کہ بے شک یہ وہی نبی ہے کہ جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے انجیل میں حالانکہ نجاشی عیسائی تھا۔ اور تورات وانجیل خوب جانتا تھا۔ باوجود اس کے بادشاہ بھی تھا۔ اس کو اس وقت آنحضرت صلعم کا کچھ خوف وخطر نہ تھا۔ اور اسی طرح مقوقش بادشاہ قبط نے حضرت کی نبوت کا اقرار کیا اور بہت سے ہدایا آپ کے حضور میں روانہ کئے اور یہ بادشاہ عیسائی تورات وانجیل کا بڑا عالم تھا اور جارود بن العلا جو اپنی قوم نصاریٰ میں بڑا عالم تھا حضرت پر ایمان لایا اور کہا کہ بے شک تمہاری خبر انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے اور ہرقل شاہ روم نے بھی اقرار کیا تھا علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے ذی شوکت نصاریٰ کے عالم انجیل کی خبر کے مطابق حضرت پر ایمان لائے۔ حالانکہ ان کو اس وقت نہ کچھ حضرت کا خوف تھا نہ کچھ طمع کس لئے کہ حضرت کی اس زمانے تک شوکتِ ظاہری قائم نہ ہوئی تھی کہ جس سے یوں کہیں کہ وہ لوگ ڈر کر ایمان لائے اور نہ آپ کے پاس مال ومتاع تھا کہ اس کے لالچ میں آ گئے پس ثابت ہوا کہ انجیل میں ہمارے حضرت علیہ السلام کا نام لکھا ہوا تھا کہ جس کو دیکھ کر منصف مزاج حضرت پر ایمان لائے تھے اور آپ سے پہلے آپ کے منتظر تھے پس جب یہ مقدمے بیان ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ

عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی خبر دی ہے جیساکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں تصدیق کرتا ہوا اپنے سے پہلی چیزوں کو کہ وہ توراۃ ہے اور خوشی سناتا ہوا ایک رسول کی کہ میرے بعد آتا ہے جس کا نام احمد ہے پس اس بشارت کے بموجب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں اور اگر کوئی یوں کہے کہ فارقلیط کی اصل بعض نصاریٰ کے نزدیک پاراکلی طوس ہے کہ جس کے معنی معین اور وکیل کے ہیں نہ احمد کے تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی ہمارا مطلب ثابت ہے کیونکہ اس وکیل اور معین سے بھی ہمارے نبی مراد ہیں نہ روح جیساکہ عیسائی دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ عیسٰے علیہ السلام نے اس بشارت میں اس نبی فارقلیط کے لئے چند باتیں بیان فرمائی ہیں سو وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہیں نہ روح پر کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں پر نازل ہوئی تھی از انجملہ یہ ہے کہ عیسیٰ نے اول فرمایا کہ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری وصیت کو یاد رکھنا پس یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ اس کے بعد جو کچھ فرماویں گے بڑی ضروری چیز ہوگی کہ جس کا انکار ان لوگوں سے کچھ بعید نہیں پھر اس کے بعد فارقلیط کے آنے کی خبر دی پس اگر فارقلیط سے مراد روح ہوتی تو اس قدر اہتمام کی عیسیٰ علیہ السلام کو حاجت نہ ہوتی کیونکہ روح کا نازل ہونا حواریوں پر کسی جسم اور شکل میں نہ تھا بلکہ دل پر ان کے اس کا ظہور رہا۔ سو ایسی حالت کا انکار صاحبِ حالت سے مستبعد بلکہ ناممکن ہے دوسرے روح ان پر پہلے بھی عیسٰے کے روبرو اترا کرتی تھی۔ پھر اس کے انکار کے کیا معنی؟ پس عیسیٰ نے اپنے نورِ نبوت سے دریافت کیا کہ یہ اکثر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے گی تو اول ہی سے اہتمام کیا۔ اور پھر حضرت کے آنے کی خبر دی۔ از انجملہ یہ ہے کہ روح اَب سے متحد ہے اسی طرح اس کو ابن سے اتحاد ہے۔ جیساکہ

لہ عیسائی لوگ جب ان کو اس بشارت کا کچھ جواب نہیں آتا تو کہتے ہیں کہ اس شخص سے کہ جس کے آنے کی عیسیٰ علیہ السلام خبر دیتے ہیں روح القدس مراد ہیں سو وہ عیسیٰ کے بعد حواریوں پر ایک گھر میں اس طرح ظاہر ہوئے تھے کہ جس طرح کسی میں آگ رجن ظاہر ہوتا ہے اور کلام کرتا ہے ۱۲ منہ ع کس لئے کہ آنحضرت کے ناموں سے یہ بھی آپ کے نام ہیں۔ ۱۲ منہ۔

نصاریٰ کہتے ہیں پس روح کو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غیریت ناممکن ہے بخلاف محمد علیہ السلام کے کہ ان سے بالکل غیریت ہے پس اور فارقلیط کا لفظ ہمارے دعوے پر دلیل ہے کیونکہ اور کا لفظ غیریت چاہتا ہے اور عیسیٰ اور روح میں غیریت نہیں از انجملہ یہ ہے کہ وکالت اور شفاعت نبوت کے خواص میں سے ہے نہ روح کے کہ جو اللہ سے متحد اور عین ہے پس وکیل اور شفیع ہونا جو فارقلیط کی نسبت اس بشارت میں مذکور ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے نہ روح میں از انجملہ یہ ہے کہ اس بشارت میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ فارقلیط تمہیں وہ چیزیں جو میں نے تم سے کہیں ہیں یاد دلائے گا حالانکہ کسی رسالہ عہد جدید سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے فرمائے ہوئے احکام کو حواری بھول گئے تھے پھر روح نے آکر انہیں یاد دلایا ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے فرمائے ہوئے بہت سے احکام یاد دلائے۔ جن میں سے توحید و ردّ تثلیث ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ۔ الآیۃ کہہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے اہل کتاب آؤ ایک بات مان لو کہ وہ ہمیں اور تمہیں برابر ہے وہ یہ ہے کہ سوائے اللہ کے ہم کسی کو نہ پوجیں[1] اور نہ شرک کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوائے معبود نہ بناوے از انجملہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کے آنے سے پہلے تم کو خبر کر دی تاکہ تم جب وہ آوے ایمان لاؤ اس سے ظاہر ہوا کہ روح مراد نہیں کیونکہ روح پر تو وہ پہلے ہی سے ایمان رکھتے تھے اور اس بشارت میں فرماتے ہیں کہ جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔ پس یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ جہان کے سردار سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضرت کی نبوت تمام جہان کے لئے ہے اور آپ تمام عالم کے نبی ہیں اور نبی اپنی قوم کا سردار ہوتا ہے پس آپ بھی تمام جہان

---

[1] نصاریٰ نے جب کہ اللہ کے تین جزو قرار دیئے اب یعنی عیسیٰ اَب یعنی خود خدا روح القدس پس جب عیسیٰ اور روح جزو خدا بنا کر پوجا تو غیر اللہ کی عبادت کی اور پوپ کو یہ لوگ حلال و حرام کا مختار جان کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے حکم کو نہیں مانتے پس یہ مراد ہے ارباب سے کہ جس کو منع کیا ہے ۱۲ منہ۔

کے سردار ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ وصف نہیں کیونکہ وہ خاص بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ پس اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ میں یہ بات نہیں جیساکہ آپ عیسیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں بخلاف روح کے کہ وہ اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں۔ پس جو اوصاف اس میں ہوں گے وہ بعینہٖ عیسیٰ علیہ السلام میں ہوں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول (مجھ میں کوئی چیز نہیں) صادق نہ آئے گا ازانجملہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں فارقلیط آکر میرے لئے گواہی دے گا پس یہ گواہی دینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرتؐ نے عیسیٰ کے رسول ہونے کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ قرآن میں موجود ہے بخلاف روح کے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں پر نازل ہوئی تھی سووہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے رسول جانتے تھے۔ ان کو روح کی گواہی کی حاجت نہ تھی۔ ہاں مخالفوں کو حاجت تھی۔ سوان کے روبرو روح نے ہرگز گواہی نہ دی دوسرے یہ کہ روح بقول نصاریٰ خدا حقیقی ہے جو نزول اور صعود اور حلول سے پاک ہے۔ بس روح نازل نہیں ہوسکتی۔ باوجود اس کے کہ روح ان پر ہوا کی مانند آئی تھی۔ اور جس طرح کسی پر جن وآسیب کا اثر ہو جاتا ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں پر اس کا اثر ہوا تھا جیساکہ نصاریٰ کہتے ہیں کسی صورت میں آکر گفتگو نہیں کی تھی۔ پس جس طرح جن کا کلام بعینہٖ اس کا ہوتا ہے کہ جس پر آکر کے وہ جن بولتا ہے اسی طرح اس روح کی شہادت بعینہٖ شاگردوں کی شہادت تھی۔ پس یہ گواہی دینا روح کا جداگانہ شہادت نہ ہوئی بلکہ وہی شاگردوں کی شہادت ہوئی۔ حالانکہ شاگرد عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے سے عیسیٰ کے رسول ہونے کی گواہی دیتے تھے ازانجملہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر میں یہاں سے نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آوے۔ پس فارقلیط کا آنا عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر موقوف ٹھہرا تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ظاہر ہے کیونکہ دو رسول صاحب شریعت اور خصوص ان میں سے ایک رسول کی رسالت تمام عالم کے لئے ہو ہرگز ایک زمانہ میں جمع نہیں ہوسکتی۔ پس جب تک عیسیٰ علیہ السلام نہ جاویں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آویں۔ بخلاف روح کے کہ اس کا آنا عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر کسی طرح موقوف نہیں ازانجملہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بشارت میں فرماتے ہیں کہ

فارقلیط جہاں کو اس گناہ پر کہ وہ مجھ ایمان نہ لادے سزا دے گا چنانچہ توبیخ کا لفظ جن تراجم کا ہم نے حوالہ دیا ہے اور اس ترجمہ عربی میں کہ جو ۱۸۱۱ء میں رومہ میں چھپا تھا۔ موجود ہے اور بیروت میں جو ترجمہ عربی کہ ۱۸۶۰ء میں چھپا تھا اس میں یہ عبارت موجود ہے وَيُبَكِّتُ الْعَالَمَ عَلَىٰ خَطِيئَتِهِ اس سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں کیونکہ حضرت نے یہود کو کہ جو عیسیٰ پر ایمان نہ لائے تھے موافق بشارت عیسیٰ کے سزا دی جس کا مخالف بھی انکار نہیں کر سکتے۔ بخلاف روح کے کہ اس کا سزا دینا عیسیٰ کے منکروں کو کہیں ثابت نہیں نصاریٰ کی بھی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں۔ اور نہ حواریوں نے کسی منکر کو سزا دی کیونکہ وہ نہایت عاجز اور مسکین تھے۔ پھر فارقلیط سے کہ جو اس بشارت میں مذکور ہے روح کیونکر مراد ہو سکتی ہے کیونکہ فارقلیط کے لئے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ میرے منکروں کو سزا دے گا اور روح نے سزا نہیں دی ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب رسولوں کے بعد میں جب دیکھا کہ پہلے رسولوں کو لوگوں نے نہیں مانا اور زبانی وعظ و پند کو خیال میں نہ لائے اور بدون زجر و توبیخ کے کلام الٰہی کو نہیں مانتے اور اپنے شرک و کفر سے باز نہیں آتے سلطنت آسمانی اور قوت روحانی و جسمانی کے ساتھ بڑے رعب و ہیبت سے دُنیا میں رسول بنا کر بھیجا تھا۔ سو آپ نے اول ان شریروں کو کہ جو اللہ کا شریک بنا کر غیر کو پوجتے تھے۔ اور خدا کے پہلے رسولوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں جادوگر کہتے تھے۔ نہایت نرمی اور ملائمت سے سمجھایا اور ایک عرصہ تک وعظ و پند فرمایا۔ پس جب نہ مانا اور اُلٹے اور سر چڑھے تب عصائے روحانی اور سیفِ آسمانی سے سب کو موحد بنا دیا بتوں کو سرنگوں گرا دیا اور یہ آواز بلند سنا دیا کہ میں نبی السیف ہوں کہ جس کی خبر پہلے انبیاء نے دی ہے خصوص عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام نے بیابانوں اور بستیوں میں میرے نام کی منادی کی ہے اور خبر دی ہے کہ

---

[۱] یہ بھی ایک صاف دلیل آپ کی نبوت کی ہے کہ آپ کی تلوار آسمانی تھی کہ اس کے مقابلہ میں تمام عالم اور بڑے بڑے بادشاہ روم و ایران عاجز آ گئے تھے اور آسمانی ہونا ظاہر ہے کہ اول تو دینی لڑائی سخت ہوتی ہے کہ باپ بیٹے اور بھائی بھائی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے سو آپ نے دینی لڑائی کی۔ دوم آپ نے ایسی سخت لڑائی اس بے سروسامانی سے کی کہ نہ آپ کے پاس فوج تھی نہ خزانہ نہ اعوان و انصار نہ خویش و تبار۔ بلکہ وہ سب خونخوار تھے پھر باواز بلند فرما دیا کہ تم اہل مکہ بلکہ تمام اہل عرب بلکہ تمام عالم جو اس طریق حق پر نہیں کافر ہے ۱۲ منہ۔

جلد توبہ کرو ورنہ آسمانی سلطنت کا عہد قریب آیا اور احمد علیہ السلام آخری نقیب آیا۔ پس اب جو دین حق میں نہ آوے گا اول تو میرے ہاتھ سے دنیا میں سزا پاوے گا پھر آخرت میں جہنم جاوے گا۔

تبلیغ از جانب ابو محمد عبدالحق، مصنف کتاب | اے بھائیو اے یہود اے ہنود اے عیسائیو! میں دلسوزی اور ہمدردی سے تمہاری خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ دنیا فانی ہے ہر چیز یہاں کی آنی جانی ہے۔ ہر عیش یہاں کا قصہ و کہانی ہے اس زندگی چند روزہ کو غنیمت جانو جس خداوند نے کہ تمہیں اور ہمیں ہاتھ پاؤں کان ناک مال واولاد صحت و عافیت صدہا نعمتیں مفت عطا کی ہیں اور لاکھوں نعمتیں بن مانگے دی ہیں اس کے واسطے اس طریق پر چلو کہ جس سے وہ راضی ہو۔ اور آخرت میں اس سے زیادہ عنایت فرماوے اور وہ طریق حق یہ ہے کہ اس کے سچے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مانو دیکھو منصفی کرو اور دل میں سوچو سچے رسول کی یہ علامت ہے کہ وہ خود راست باز نیکوکار تقویٰ شعار ہو اور لوگوں کو توحید و صلہ رحمی نیکوکاری راستبازی اور سب بھلائی کی باتیں بتلادے اور اللہ کی حرام وحلال چیزوں کی خبر دیوے اور اس کی خاص عبادت کے طریقے سکھاوے سو یہ سب چیزیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں خوب پائی جاتی ہیں حضرت کی راستبازی۔ نیکوکاری۔ صلہ رحمی۔ مروت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ حلم و علم۔ زہد و تقویٰ سب پر اظہر من الشمس ہے پھر آپ کا خلق خدا کو ہدایت کرنا اور مکارم اخلاق میں کامل بنانا اور بُری باتوں سے باز رکھنا کہ جو سب اہل عقل کے نزدیک بُری تھیں ظاہر و باہر بلکہ ابین من الامس ہے باوجود ان باتوں کے پھر آپ کی نبوت کی خبر توراۃ وانجیل وزبور وغیرہ کتب سماویہ میں باوجود یہود و نصاریٰ کی تحریف و تبدیل کے اب تک موجود ہے دیکھو جس شخص نے کچھ اچھی طرح سے لکھ کر دکھادیا ہو یا کسی کاریگر نے کہ وہ جس چیز کے بنانے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کو بنا دیا ہو پھر جو کوئی شخص اس کے کاتب اور کاریگر ہونے کا انکار کرلے اور اپنی ہٹ دھرمی پر اصرار کرے اب وہ شخص بے انصاف نہیں تو اور کیا ہے اب ہم اس کو متعصب اور معاند کہیں تو بجا ہے اسی طرح جس طرح نبی یا رسول نے ایک جہان کو موحد اور راستباز اور نیکوکار بنا دیا ہو اور ایک خلق خدا کو اپنی رسالت کا کارنمایاں کر کے دکھا دیا ہو پس اس کے رسول ہونے

کا جو کوئی انکار کئے چلا جاوے اور دین حق میں نہ آوے تو بیشک وہ دشمن خدا ہے اور مردود درگاہِ کبریا ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ ہاں جس نبی کا دین نہ پھیلا ہو اور سوائے چند کس کے اس پر ایمان نہ لائے ہوں پس اگر کوئی کافر اس کے دین کا انکار کرے تو چنداں بعید نہیں۔

خطاب با اہل کتاب | اے یہود اور اے نصاریٰ اللہ سے ڈرو وقت قریب آگیا ہے اپنے تعصب کو جانے دو وہ نبی کہ جس کی خبر موسےٰ علیہ السلام نے توارت میں اور عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی ہے اس کا دین تمہارے پاس آچکا ہے اب اس کو مانو اور حضرت پر کہ جمیع انبیاء علیہم السلام کو منواتے ہیں۔ اور ان پر ایمان لانے کی تاکید فرماتے ہیں ایمان لاؤ تاکہ عذاب ابدی سے نجات پاؤ چاند پر خاک نہ ڈالو۔ اور شمع عالم افروز کو منہ سے نہ بجھاؤ یعنی حضرت کی نبوت جو توارت و انجیل میں جو کچھ تمہاری تحریفات سے باقی رہ گئی نہ چھپاؤ[1] پس اگر تم اب بھی ایمان نہ لائے تو کب لاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ۔ اب میں دعا اور درود پر ختم کلام کرتا ہوں اور اس بحث کو تمام کرتا ہوں۔ فیارب صل وسلم علی امام المرسلین و خاتم النبیین سیدنا مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

بحث دوسری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں | واضح ہو کہ جب ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا ثابت کر دیا تو اب ہم کو ہر دعوے کے ثبوت کے واسطے قرآن کی آیت یا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کافی ہے اور دلیل عقلی بطور تائید کے لائیں گے۔ پس ہم مدعا ثابت کرتے ہیں قال تعالیٰ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ[2]

---

[1] یہاں تک کہ پہلے سب انجیل کے نسخوں میں لفظ فارقلیط لکھا جاتا تھا۔ جب عیسائیوں نے دیکھا کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صاف ظاہر ہوتی ہے تو اس لفظ کو بھی اڑا دیا اور اس کی جائے پر اس کا ترجمہ وکیل لکھا اور بعض کے آگے تفسیر روح کے ساتھ کی اور مؤنث کی ضمیریں اس کی طرف پھیرنے لگے کہ روح آتی ہے اور یوں کریگی علی ہذا القیاس تاکہ بالکل نام مٹ جاوے ۱۲ منہ

[2] حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور زید بن حارثہ حقیقی بیٹے نہ تھے پس آپ کسی مرد کے باپ حقیقی نہ تھے تاکہ آپ کا بیٹا آپ کے پیچھے مستحق نبوت کا ہوتا اور خاتم الرسل ہونے میں فرق لازم آتا البتہ دین کی راہ سے آپ سب امت کے باپ ہیں اور سب امت آپ کی اولاد ہیں ۱۲ منہ۔

نہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کی مُہر ہیں بعض قرا نے خاتم کو بکسر تا پڑھا ہے پس اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ محمدؐ سب نبیوں کے پچھلے بنی ہیں کہ آپ کے بعد اور کوئی بنی نہ ہو گا۔ سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہو چکا جس طرح کسی چیز کا منہ بند کر کے اس پر مہر لگا دیتے ہیں اسی طرح حضرتؐ نبوت کے سلسلے پر مہر ہیں کہ اب بعد آپؐ کے اس سلسلہ میں کوئی داخل نہ ہو گا بہر تقدیر مدعا حاصل ہے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ختم بی الرسل یعنی رسالت مجھ پر تمام ہو گئی۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کا نبی بعدی کہ میرے بعد کوئی بنی نہ ہو گا اور بہت سی صحیح احادیث اس باب میں وارد ہیں اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے پس جو اس کا انکار کرے گا کافر شمار کیا جاوے گا اور دلیل عقلی یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں ان کی اُمتوں کے مزاج کے موافق افراط وتفریط تھی مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ان کی امت کے سخت ہونے کی وجہ سے احکام بھی سخت تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بہت نرمی تھی پس ان کے لئے ویسے ہی نرم احکام تھے۔ پس ایسی شریعتوں کے ہمیشہ جاری رکھنے میں بڑا حرج اور لوگوں کے واسطے بڑی دقت اور دشواری تھی اور یہ مقتضائے رحمت کاملہ سے بعید تھا۔ پس اس رحیم نے اپنی رحمت کاملہ سے معتدل زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی شریعت دیکر بھیجا کہ افراط و تفریط سے خالی تھا اور اس نعمت کو آپ پر خالی کر دیا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الآیہ یعنی آج ہم نے تمہیں کامل دین دیا کہ افراط وتفریط سے خالی ہے۔ اور یہ نعمت تم پر تمام کر دی۔ پس اس کامل دین کو ہمیشہ جاری رکھنا عین رحمت اور لوگوں کے لئے پوری آسانی ہے۔ پس جسطرح کامل چیز کی تکمیل ناممکن ہے اسی طرح آپ کے بعد کسی اور بنی کا تکمیل کے لئے آنا بھی ناممکن ہے آپ کے بعد آپ کی امت میں سے ہر صدی کے بعد مجدّد پیدا ہوا کریں گے کہ وہ دین میں جو خلل و فتور لوگوں کی زیادتی سے پڑ گئے ہیں ان کو دفع کیا کریں گے۔ پس وہ مجدّد ہیں نہ بنی۔

---

[1] ان کے لئے توبہ کرنا اپنی جان کا قتل اور نجاست کی جگہ سے اس کا کاٹنا فرض تھا۔ علیٰ ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

[2] زانی اور قزاق کو مطلق سزا نہ تھی۔ علیٰ ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

سوال | احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں قریب قیامت کے تشریف لائیں گے پس آپ کے بعد نبی کا آنا ثابت ہوا۔

جواب | بطور نیابت کے آویں گے لہذا اور خلفار کے مانند شمار کئے جاویں گے اور اس بات کے ظاہر کرنے کو امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

بحث تیسری آپ کے سب انبیاء سے افضل ہونے میں | قال اللہ تعالیٰ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ۔ یعنی تم اے اُمّتِ محمدیہ سب لوگوں سے افضل ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اُمت کا افضل ہونا بالسبب کمال دینی کے ہے اور یہ کمال دینی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کے تابع ہے پس جب اُمّتِ محمدیہ تمام امتوں سے افضل ہوئی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے کمال سے ان کی امت کو یہ فضیلت ہوئی اور سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ الحدیث کہ اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء پر مجھ کو چھ چیزوں کے سبب فضیلت دی ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیّٖنَ الحدیث کہ قیامت کے روز میں تمام نبیوں کا پیشوا ہوں گا۔ ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے میں پچھلے اور پہلوں میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم ہوں اور فخر نہیں یعنی فخر کی راہ سے نہیں کہتا۔ اور بہت سی احادیث صحاح اس مضمون کی وارد ہیں۔

دلیل عقلی | یہ ہے کہ آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے کامل ہے جیساکہ اس کا ثبوت ابھی ہو چکا ہے اور کامل ہونا شریعت کا نبوت کے کمال کی دلیل ہے پس آپ سب اہل شرائع سے کہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں کامل اور سب سے افضل ہیں دوم وجہ یہ ہے کہ مشتق کا کمال اور اس

ف اس کے علاوہ ایک رسول صاحب شریعت وکتاب بھیجنا عالم میں ایک تغیر عظیم پیدا کرتا ہے دنیا وی بادشاہوں کے تغیر وتبدل سے زیادہ اس میں انقلاب عظیم ہے۔ پھر جب پچھلے زمانے میں سب بدعات ملحوظ رکھ کر ایک رسول بھیج دیا ہو تو پھر حکمت الٰہی میں اس کے بعد بھی انقلاب پیدا کرنے میں بجائے اس کے بعض مفاسد کی اصلاح سے رحمت کی جائے سخت زحمت ہے اس لئے دروازۂ رسالت بند کیا گیا اور مفاسد کی اصلاح مجددانِ دین کے سپرد کی ۱۲ منہ [۱] اول یہ کہ مجھے کلمات جامع عطا فرمائے کہ میری ایک بات سے بہت سی باتیں سمجھی جاتی ہیں دوم [۲] یہ کہ کفار پر میرا رعب ڈالا گیا اور اس سے فتح حاصل ہوئی سوم یہ کہ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا چہارم مرتبہ شفاعت مجھے ملا کہ قیامت کو سب کا شفیع ہوں گا پنجم یہ کہ پہلے ایک قوم کا نبی ہوتا تھا اور میں تمام عالم کا نبی ہوں۔ ششم [۶] یہ کہ مجھ پر نبوت ختم ہو گئی ۱۲ منہ۔

کی زیادتی من حیث ہو مشتق اس کے مبدء کی کمال اور زیادتی سے ہوتی ہے اور نبی کا لفظ نبوت سے مشتق ہے اور حضرت کی نبوت اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے بہت زیادہ اور کامل ہے چند وجہ سے۔

وجہ اوّل | یہ ہے کہ آپ کی نبوت خلق کے لئے تاقیامت باقی ہے بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کی نبوت ایک زمانہ معین تک تھی پس کسی کی نبوت سو برس تک کسی کی اور زیادہ کم رہی اور حضرتؐ کی قیامت تک رہے گی۔

وجہ دوم | یہ ہے کہ حضرت تمام خلق کے لئے جن سے انس تک سب کے نبی ہیں بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کی نبوت خاص ایک ہی قوم کے لئے تھی پس کوئی ہزار آدمیوں کا کوئی سو کا اور کوئی زیادہ کا نبی تھا علیٰ ہذا القیاس۔

وجہ سوم | یہ ہے کہ جس قدر حضرت کی نبوت کا اثر ظاہر ہوا اور کسی نبی کی نبوت کا اثر اس قدر ظاہر نہ ہوا کیونکہ لاکھوں آدمی حضرتؐ ہی کی حیات میں اور کروڑہا آدمی حضرتؐ کے بعد اپنے اور بیگانے ہر قوم کے حضرت کے دین میں آئے اور ہر امر میں حضرت کا اتباع انہوں نے کیا اور حضرت کے حرام و حلال کو عمل میں لائے بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کے سچے متبعین بہت ہی کم ہیں۔

شبہ | عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے متبعین بھی کچھ کم نہیں بلکہ عیسائی تو آج کل کسی قدر مسلمانوں سے زیادہ ہیں۔

جواب اوّل | جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور سب سے پہلے انبیاء کی شرائع اور ادیان کے ناسخ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا زمانہ معین اور محصور ہوا مثلاً موسیٰؑ کے اتباع کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام تک اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پس اس قدر زمانہ کے لوگ تو ان کے متبعین کہلائیں گے اور بعد کے حقیقت میں متبعین نہ ہوں گے بلکہ مخالفین کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جو یہودی ان کی پیروی نہ کریگا حقیقت میں موسیٰ علیہ السلام کا متبع نہ ہوگا اب خیال کرو کہ حضرت کی اتباع کا زمانہ حضرتؐ سے قیامت تک بیشمار ہے اور ان کا زمانہ محصور پس انکے متبعین کسی طرح حضرتؐ کے متبعین سے زیادہ نہیں ہو سکتے علاوہ اسکے اس زمانہ بیشمار میں حضرت کا تمام عالم کے لئے اتباع ہے اور ان کا خاص بنی اسرائیل کے واسطے۔

جواب دوم | اتباع دو قسم پر ہے ایک حقیقی کہ کل یا جمیع احکام میں متبع ہوں دوسرا غیر حقیقی اعنی رسمی کہ اقل یا قلیل احکام کا اتباع اور اکثر کا انکار یا ترک بغفلت پس اگر ہم اوّل جواب سے قطع نظر کریں تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا کلام اتباع حقیقی میں ہے نہ رسمی میں جیسا کہ مداریہ سالاریہ حضرت شاہ مدار و شاہ سالار کے اتباع کا دعوے کرتے ہیں اور حقیقت میں ان کے متبع نہیں۔ پس اسی طرح عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کے حقیقت میں متبع نہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تورات کو مٹانے نہیں آیا بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں حالانکہ توریت میں خنزیر و شراب وغیرہ صدہا اشیاء حرام ہیں اور عیسائی ان کو مباح جان کر عمل میں لاتے ہیں پس سوائے دو ایک کے اور کسی بات میں عیسیٰ علیہ السلام کے متبع نہیں علاوہ اسکے یہ کثرت عیسائیوں کی اخیر قرن میں ہوئی ہے ہاں قرن اولی یا ثانی میں کچھ لوگ عیسے علیہ السلام کے متبع تھے سو وہ اصل عیسائی بہت ہی کم تھے اور یہودی تو کسی طرح مسلمانوں سے زیادہ ہو ہی نہیں سکتے پس جب یہ ثابت ہوا کہ حضرتؐ کی نبوت بہ نسبت اور انبیاء علیہم السلام کے زیادہ اور کامل ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکور کے آپ سب انبیاء سے زیادہ اور کامل نبی ہیں **فائدہ۔** انبیاء علیہم السلام کا آپس میں ایک دوسرے سے افضل ہونا قطعی الثبوت ہے قال تعالیٰ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ الآیہ یعنی بعض انبیاء کو ہم نے بعض پر تفضیل دی ہے اور تفضیل نبی خاص کی ظنی ہے کذا فی شرح فقہ اکبر لیکن حضرت کی فضیلت دلیل قرآن اور احادیث صحاح اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کذا فی الشفاء۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق کے نبی ہیں | آپ کا تمام جہان کے لئے نبی ہونا قرآن اور احادیث سے بدلالت قطعیہ ثابت ہے از انجملہ یہ آیت ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ یعنی ہم نے تجھ کو سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے از انجملہ یہ آیت قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا تو کہہ اے نبی کہ اے لوگو! میں اللہ کا رسول تم سب کی طرف آیا ہوں از انجملہ یہ آیت ہے تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔ بڑی برکت ہے اس کو کہ جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن اتارا تاکہ تمام

لے کتاب احبار باب دسواں و باب گیارہواں ۲؎ فائدہ سچا اتباع اور حقیقی پیروی نہ موسیٰ کی قوم کو ان کی حیات میں نصیب تھی نہ بعد میں ہوئی گوسالہ پرستی اور بت پرستی کرنا تورات سے ظاہر ہے اور عیسیٰ کے متبعین کا تو یہ حال ہے کہ ان کے حواری بھی ان کی گرفتاری کے وقت پہلو تہی کر کے چلے گئے تھے حضرت مسیح نے ان کو ملعون کہا برخلاف حضرتؐ کی قوم کے کہ انہوں نے سخت سخت حوادث میں اپنی جان و مال کو تہلکہ میں ڈال دیا اور کبھی منہ نہ موڑا۔ ولیم میور کی تاریخ کو دیکھو کامل ثبوت کا یہ بھی ایک اعجاز تھا ۱۲ منہ۔

جہان کو ڈر سنا دے صحیحین میں ہے وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ
کہ پہلے نبی اپنی قوم خاص کا نبی ہوتا تھا اور میں تمام لوگوں کا نبی ہوں پس حضرت صلعم تمام
جہان کے نبی ہیں کچھ عرب کی خصوصیت نہیں اور قیامت تک تمام عالم میں مقبول دین آپ
ہی کا رہے گا اور کوئی نبی نہ آئے گا پس جب تک کوئی شخص حضرتؐ کے دین میں نہ آئے گا خواہ
وہ کیسی ہی عبادت وریاضت کرے عذاب دائمی سے نجات نہ پائے گا جیساکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ
خبر دیتا ہے۔ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی دین اسلام سے خوش ہوں اور یہ تمہارے
لئے پسند کرتا ہوں پس اس سے معلوم ہوا کہ سوائے اسلام کے اللہ کے نزدیک اور کوئی دین قبول
نہیں وقال اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ کہ دین مقبول اللہ کے نزدیک ایک اسلام ہی
ہے وقال وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔
یعنی جس نے سوائے اسلام کے اور دین اختیار کیا تو وہ قبول نہ ہوگا۔ اور وہ شخص آخرت میں
بہت ہی نقصان پانے والوں میں سے ہوگا کیونکہ اس نے تو بھلا جان کر اور دین اختیار کیا تھا۔
اور اسی میں بہت سعی کی تھی انجام کار وہ سعی اس کے حق میں مضر پڑی پس ان آیات سے
صاف معلوم ہوا کہ انسان کی نجات بدون دین اسلام کے اختیار کے نہیں ہوگی اور دین
اسلام میں بڑا رکن یہ ہے کہ اللہ کو ایک اور محمدؐ علیہ السلام کو خدا کا رسول برحق سمجھے۔
پس اگر کسی نے اللہ کو ایک جانا اور محمدؐ علیہ السلام کو نہ مانا تو اس کی بھی نجات نہ ہوگی کیونکہ
اس کو دین اسلام بسبب فوت ہونے ایک رکن اعظم کے حاصل نہ ہوا اور اسی وجہ سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد
بیدہ لا یسمع بی احد من ھذہ الامۃ یھودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن
بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار۔ (رواہ مسلم) کہ مجھے قسم ہے اس کی جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس تمام عالم میں سے کہ جس کی طرف میں رسول ہو کر آیا ہوں جو شخص کہ
اسکو میری خبر پہنچے خواہ وہ یہودی ہو خواہ نصرانی اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے اور اسی حالت میں
مر جاوے تو وہ بلاشک ہمیشہ عذاب نار میں رہیگا **فائدہ** حضرتؐ نے فرمایا کہ جسکو میری خبر پہنچی اس سے معلوم
ہوا کہ جن لوگوں کو حضرتؐ کی خبر نہ پہنچی جیسے کہ پہاڑوں اور ٹاپوؤں کے بعض لوگ انکو فقط اللہ کا ایک جاننا ہی کفایت کرتا ہے

کیونکہ اس کو عقل دریافت کر سکتی ہے اور حضرت پر ایمان لانے میں وہ بے خبر لوگ مجبور ہیں ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ الحدیث رواہ مسلم والبخاری۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم الٰہی یوں ہوا ہے کہ میں تمام عالم سے جہاد کئے جاؤں جب تک کہ وہ اللہ کے ایک ہونے اور محمدؐ کے رسول ہونے کی گواہی نہ دیں اور بہت سی احادیث صحیحہ و آیاتِ قرآنیہ اس مطلب پر شاہد ہیں پس وہ جو بعض کم عقل یہ کہتے ہیں کہ اپنے دین پر مضبوط رہنا چاہیئے سب دین اس کے ہیں سب کو خدا بخشے گا۔ محض غلط ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ جو بعض نادان کہتے ہیں کہ فقط اللہ کو ایک جاننا نجات کے لئے کافی ہے اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے لاالہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا حالانکہ یہاں حضرتؐ کی رسالت کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرتؐ نے اختصار کے واسطے اول جزء کو ذکر فرمادیا ہے ورنہ لاالہ الا اللہ تو یہود بھی کہتے تھے۔ حالانکہ ان کو نجات کے واسطے محمدؐ کی رسالت کا اقرار کرنا شرط ہے اور بدون اس کے وہ اہل نار ہیں۔ چنانچہ قرآن واحادیث میں ان کے اہل نار ہونے کی تصریح ہے۔

معراج کا ذکر | حضرت صلعم کو معراج ہوئی اور جاگتے میں رات کو براق پر سوار ہو کر مکہ سے بیت المقدس پھر وہاں سے آسمانوں پر گئے پھر آگے جہاں تک اللہ نے چاہا اس رات میں جنت و دوزخ کی بھی سیر کی نماز پانچ وقت کی وہیں فرض ہوئی۔ رات کو حضرت کا مکہ کی مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ تک سیر کرنا اس آیت سے ثابت ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ الآیۃ یعنی پاک ہے وہ جس نے سیر کرائی اپنے بندے (محمد علیہ السلام) کو مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک رات میں الآیۃ اور باقی تفصیل احادیثِ صحاح میں مذکور ہے کہ قدر مشترک ان کا حدِ تواتر کو پہنچ گیا ہے اگرچہ بالخصوص ایک ایک روایت جو احاد ہے پس منکر کے لئے خوفِ کفر ہے۔

سوال | بعض لوگ معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اور جسم سے فقط بیت المقدس تک جانا مانتے ہیں آگے آسمانوں پر روح کے ساتھ جانا ثابت کرتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ معاویہؓ معراج کی نسبت یوں فرماتے ہیں کَانَ رُؤْیَا صَالِحَۃً کہ ایک خواب سچا تھا اور عائشہ

رضی اللہ عنہا سے بھی یوں منقول ہے مَا فُقِدَ جِسْمُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ کہ معراج کی رات آنحضرت صلعم کا جسم مبارک گم نہ ہوا اور قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ یعنی جو خواب کہ ہم نے تجھ کو اے نبی دکھلایا تھا۔ اس کو لوگوں کے حق میں فتنہ بنا دیا۔

جواب | یہ ہے کہ اول تو یہ روایتیں کہ جو عائشہؓ اور معاویہؓ سے معراج کے بارے میں منقول ہیں ان احادیث صحاح کے مقابلہ میں کہ جن میں صاف جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا مذکور ہے صلاحیت نہیں رکھتیں پس شاذ قرار دی جاوینگی دوم اگر ان کو بہمہ وجوہ تسلیم بھی کیا جاوے تب بھی مخالف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرتؐ کو سوائے معراج جسمانی کے خواب میں بھی کئی بار معراج ہوئی تھی تو ہم کہتے ہیں کہ تمہاری ان روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت کو خواب میں معراج ہوئی پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی بیداری میں معراج جسم کے ساتھ نہیں ہوئی سوم معاویہؓ فتح مکہ میں ایمان لائے ہیں اور حضرت کو معراج کئی برس پہلے ہوئی سو ان کی روایت اس معاملہ میں ان صحابہ کے مقابلہ میں کہ جو اس وقت موجود تھے معتبر نہیں چہارم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے مخالف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جسم کو روح سے جدا نہ ہوا مع جسم کے روح اوپر گئی اور قرآن کی آیت کا یہ جواب ہے کہ خود یہی آیت ہمارے مدعا کے لئے دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس معراج کی نسبت فتنہ فرماتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خواب میں آسمانوں پر تشریف لے جانا فتنہ نہیں ہو سکتا۔ کس لئے کہ خواب کی بات کو لوگ ایسا مستبعد اور عجیب نہیں سمجھتے کہ اس کی تکذیب کر کے کافر اور مرتد ہو جاتے اور شور و غل مچاتے ہاں اگر کوئی جسم کے ساتھ حالت بیداری میں افلاک پر جانا بیان کرے تو اس کو البتہ عوام بعید اور عجیب جانا کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرتؐ نے جسم کے ساتھ حالت بیداری میں افلاک پر جانا بیان فرمایا تھا سو وہ لوگوں کے حق میں کہ جو ضعیف الایمان تھے فتنہ ہو گیا۔ پس ضرور ہوا کہ رویا کے معنی اس آیت میں خواب کے نہ کیے جاویں بلکہ رویت بصری مراد لی جاوے کیونکہ لفظ رویا کچھ خواب ہی کے واسطے مخصوص نہیں۔

سوال | ملحد لوگ حضرتؐ کے جسم اطہر کا افلاک پر جانا اس دلیل سے محال سمجھتے ہیں کہ آسمان

ل حاشیہ ص ۲۳۰ پر دیکھیے۔

میں نہ دروازہ ہے کہ حضرت اس میں سے اوپر گئے ہوں کیونکہ تمام آسمانوں کا مقتضیٰ طبعی ایک
ہے اور ایک خاصیت ہے پھر بلا مرجح کیونکر دروازے ہو سکتے۔ اور نہ آسمان ٹوٹ پھوٹ
سکتے ہیں کہ آپ توڑ پھوڑ کر اوپر تشریف لے گئے ہوں کیونکہ فلکیات میں یہ محال ثابت ہو چکا ہے۔
جواب | یہ ہے کہ اوّل تو وحی کے مقابلے میں کسی کی عقل کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ اس
کا بیان پہلے گزرا دوّم آسمان میں دروازہ نہ ہونا تمہارے نزدیک اس پر مبنی ہے کہ اللہ
کے ارادے اور اختیار سے آسمان پیدا نہیں ہوئے بلکہ بایجاب بے اختیار پیدا ہوئے ہیں سو
یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزرا پس ممکن ہے کہ اس قادر مختار نے آسمانوں میں
دروازے رکھے ہوں اور ان سے حضرت صلعم اوپر تشریف لے گئے ہوں اور جو شخص دروازہ کا
آسمان میں ہونا محال کہے اس کو لازم ہے کہ ثابت کرے۔ سوم اس بات کے تم بھی قائل
ہو کہ آسمان منطقہ کی جائے سے بہت تیز رفتار ہے اور قطبین کی جائے بالکل ساکن ہے۔
اور اس کے بھی قائل ہو کہ آسمانوں میں تداویر ہیں اور کوئی حاوی اور کوئی محوی ہے اور
کہیں بہت دل اور کہیں سے نہایت پتلا ہے کہ اس کو سطح جوہری کہیں تو بجا ہے اور ایک جسم
آسمان میں سے نہایت روشن ہو گیا ہے کہ اس کو بسبب زیادہ نورانیت کے آفتاب اور
اس سے کم کو ماہتاب اور اس سے کم کو ستارہ کہتے ہو۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت
سے اختلافات آسمانوں میں تمہارے نزدیک بھی مسلم ہیں پس اگر کوئی قادر مختار مرجح
نہ تھا۔ اور سب افلاک کا مقتضیٰ طبعی ایک تھا تو یہ اختلافات بعیدہ کیوں ہوئے ہر جگہ
یکساں کیوں نہ ہوا، پس جو جواب تم اس کا دو گے وہی ہم دروازے ہونے کا دیں گے
چہارم جن مقدمات سے حکمار نے آسمانوں کا ٹوٹنا پھوٹنا محال ثابت کیا ہے وہ مقدمات ہی

ؔلہ (حاشیہ صفحہ ۸۲) اس لفظ اطہر میں اشارہ ہے اس جواب کی طرف کہ جس کے اہل حقیقت قائل ہیں اور وہ
یہ کہ انسان کو تزکیہ کرتے کرتے یہاں تک لطافت آجاتی ہے کہ جسم بھی بمنزلہ اور لوگوں کے روح کے لطیف ہو جاتا ہی پس آنحضرت
کہ تمام نفوس سے کامل ترین ہیں آپ کا جسم مبارک روح کا اثر رکھتا تھا اور لطیف چیزوں کا آسمان سے بے پھٹے ٹوٹے پار نکلنا ایسا ہے کہ
جیسا نظر کا آئینہ سے پار ہونا اور یہی وجہ تھی کہ علیٰ قول مشہور آنحضرت صلعم کا سایہ نہ تھا اور اسی وجہ سے علو کی طرف آنحضرت تھوڑے عرصہ
میں تشریف لیگئے چونکہ اور انبیاء کو یہ لطافت اور اس درجہ تزکیہ حاصل نہ تھا معراج جسمانی نہ ہوئی ۱۲ منہ ف عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا آسمان پر جانا مانتے ہیں اور حضرت الیاس و ادریس کا آسمانوں پر جانا بھی ان کی کتابوں میں مذکور ہے پھر جب وہ محال نہیں تو

بالکل بے اصل ہیں آج تک کسی سے ان کا ثبوت کامل نہیں ہوا پنجم اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے تو حکما کی دلیل سے فقط نویں آسمان کا ٹوٹنا پھٹنا محال ثابت ہوتا ہے اور نہ آسمانوں کا پس یہ ہمارے مدعا میں خلل انداز نہیں کیونکہ ہم حضرتؐ کی معراج نویں آسمان سے باہر نہیں کہتے بلکہ آٹھویں یا نویں تک کہتے ہیں۔

فائدہ شب معراج کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنا صحابہؓ کے نزدیک مختلف فیہ ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہؓ اس کے قائل ہیں عائشہ صدیقہؓ اور چند صحابہؓ اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل کی آنکھ سے دیکھنا تھا۔

اسی طرح حضرتؐ کی اُمت سب اُمتوں سے افضل ہے

قال اللہ تعالیٰ کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیۃ اور دوسری جائے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا۔ آیا ہے یعنی اسی طرح ہم نے تم کو اچھی امت بنایا تاکہ قیامت کو تم اور سب لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جس پر کوئی گواہ آتا ہے تو وہ اس سے اولیٰ اور بہتر ہوتا ہے کیونکہ اگر گواہ بھی ویسا ہی ہو تو اس کی گواہی کا کیا اعتبار ہے پس اُمتِ محمدیہ کو اللہ نے سب لوگوں پر گواہ بنایا پس بموجب بیان سابق یہ سب سے اولیٰ اور بہتر ہوئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے سردار محمد علیہ السلام سب اور اُمتوں کے سرداروں سے افضل ہیں تو ہم ان کے متبعین سے افضل ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس امت کو دین کامل اور پورا ملا جیسا کہ پہلے ثابت ہوا۔ بخلاف اور امتوں کے کہ ان کو ناقص ملا تھا لہذا منسوخ ہوگیا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ اُمت تمام انبیاء علیہم السلام کو مانتی ہے بخلاف اور اُمتوں کے کہ کوئی موسیٰؑ کو نہیں مانتی کوئی عیسیٰؑ کو کوئی محمد علیہ السلام کو نہیں مانتی اور سر اس کا یہ ہے کہ اور امتوں کے واسطے بحسب وقت محنتیں بہت تھیں اور اجر کم اور اس اُمت کے واسطے محنت کم اور اجر بہت چنانچہ[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کی اور یہود و نصاریٰ کی یہ مثال ہے کہ جیسا ایک شخص نے کسی کو مزدوری پر مقرر کیا کہ آدھے دن تک ایک قیراط دوں گا۔ پس وہ یہود ہیں اور نصف النہار تک ایک قیراط پر کام کیا پھر اس نے کہا کہ نصف نہار سے جو کوئی عصر تک

---

[1] اور انجیل میں بھی عیسیٰ علیہ السلام سے یہی مضمون منقول ہے ۱۲ منہ۔

میرا یہ کام کرے گا تو اسے ایک قیراط دوں گا سو وہ نصاریٰ ہیں کہ ایک قیراط پر آدھے دن سے عصر تک وہی کام کیا پھر اس نے کہا کہ جو شخص عصر سے آفتاب کے غروب تک میرا یہ کام کرے گا تو میں اُسے دو قیراط دوں گا پس وہ تم ہو کہ تم نے عصر سے غروب تک دو قیراط پر کام کیا بلاشک تمہارے لئے دو چند اجر ہے پس یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے کہ ہم نے کام بڑی دیر تک کیا اور ان سے کم مزدوری پائی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے کچھ تمہارا حق دبا تو نہیں رکھا انہوں نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دوں رواہ البخاری اور بہت سی احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں جس مسئلہ میں امت متفق ہو وہ حق ہے اور ان کا مخالف مردود ہے۔

اجماع اُمت کے سند ہونے میں | ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ عَلَى الضَّلَالَةِ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت گمراہی پر متفق نہ ہوگی وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ رواہ الترمذی کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے نکلا اکیلا جہنم میں گیا وَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ رواہ ابن ماجہ کہ تابعداری کرو بڑے گروہ کی یعنی میری امت میں جس مسئلہ میں بہت سے لوگ ایک طرف ہوں اس کی پیروی کرو کیونکہ جماعت کبیر گمراہ نہ ہوگی۔ کیونکہ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ پس اگر گمراہ ہوں تو غالباً سب گمراہ کہلا دیں اور سب کا گمراہ ہونا باطل ہے کیونکہ اگر تمام اُمت گمراہ ہو تو قرآن کی تکذیب لازم آوے اور اُمت وسط اور خیر ہونا غلط ہو جاوے پس یہ محال ہے تو اُمت کا گمراہ ہونا بھی محال ہے اور بہت سی احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔

سوال | جب ایک شخص کا ناحق پر ہونا ممکن ہے تو ہو سکتا ہے .... کہ ان کا مجموعہ یعنی جماعت بھی گمراہ ہو جائے۔

جواب | اجتماع سے ایک کو دوسرے کی رائے کو اللہ تعالیٰ قوت عطا فرماتا ہے اور جماعت کو اپنا وعدہ سچا

فائدہ۔ قال اللہ تعالیٰ وان من اُمۃ الا خلا فیھا نذیر کہ کوئی ایسا گروہ نہیں کہ جس میں خدا کی طرف سے ڈرسنانے والا رسول نہ آیا ہو اور دوسری جگہ یوں آیا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ یعنی ہر رسول اپنی قوم کا ہمزبان تھا اور ایک جاکے یوں آیا ہے منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک کہ بعض رسولوں کا حضرت سے اللہ تعالیٰ نے حال بیان کیا بعض کا حال بیان نہیں کیا ایک جگہ آیا ہے ولکل قوم ہاد ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے بس ہندوستان و چین وغیرہ بلاد کہ جہاں شارع کی جانب سے صراحتاً نبی کا آنا مذکور نہیں کچھ عجب نہیں کہ وہاں خدا کی طرف سے اسی قوم کے لوگ ہدایت کو آئے ہوں اور ان کے بعد لوگوں نے ان کی نسبت بہت سے جھوٹے افترا باندھ لئے ہوں اہل اسلام خدا کے سب اچھے بندوں کو مانتے ہیں۔

کرنے کے واسطے برکت دینا ہے دیکھو ایک ایک بال ہر شخص توڑ سکتا ہے پس جب بہت سے بال جمع کئے جاویں تو ان کو ہر شخص نہیں توڑ سکتا پس حکم مجموعہ کا احاد کے حکم سے غیر ہے۔

تمام انبیا پر ایمان الغرض اول نبیوں کے آدم علیہ السلام اور سب سے آخر محمد علیہ السلام ہیں۔ اور درمیان ان کے بہت انبیاء ہوئے ہیں بے گنتی کے سب پر ایمان لانا چاہیئے صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ اگرچہ بعض احادیث سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد ثابت ہے چنانچہ امام احمد نے ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد پوچھی پس آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں کہ ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں اور بعض روائتوں میں دو لاکھ چوبیس ہزار دوسری میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صاف صاف دلالت کرتا ہے کہ حضرت نے حصر نہیں کیا پس اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی پر ایمان لاویں تو باقی انبیاء کا انکار لازم آوے گا اور اگر دو لاکھ چوبیس ہزار پر ایمان لاویں تو دو مشکلیں پیش آویں اوّل یہ کہ پہلی روایت کے بموجب غیر انبیاء کو انبیاء کہنا پڑے دوّم یہ کہ احتمال ہے کہ کوئی اور روایت ہو کہ اس میں اس سے بھی زیادہ تعداد ہو تو اوروں کا انکار لازم آوے پس بے تعداد مجملاً سب پر ایمان لاوے اور سب کی محبت دل سے رکھے اور جب کسی کا نام سنے تو علیہ السلام کہے اور جب صحابہ کا نام آوے تو رضی اللہ عنہ کہے اور اکابر دین کا نام آئے تو رحمہ اللہ کہے فائدہ اکثر جائے نبی اور رسول کے ایک ہی معنی مراد لئے جاتے ہیں لیکن کبھی نبی اور رسول میں فرق کرتے ہیں پس جس نبی کو کتاب اور دین جدید اللہ کی طرف سے ملا جیسا کہ موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان کو رسول کہتے ہیں۔ اور جس کو کتاب اور دین جدید نہ ملا تو وہ فقط نبی ہے اور اس کو رسول نہ کہیں گے۔ پس ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں واللہ اعلم۔ فائدہ۔ سب نبی مرد آزاد ذی نسب معصوم تھے اور کسی میں کوئی ایسا عیب نہ تھا کہ عوام اس کے سبب ان کو حقیر جانیں اور احکام الٰہی کو نہ مانیں۔

فصل ۶۔ کتب الٰہیہ کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں جو کچھ ان میں ہے سب حق ہے رسول کو جسطرح معجزہ اسکی سچائی کیلئے ملتا ہے اسی طرح کتاب بھی دی جاتی ہے کہ اس پر لوگ ایمان لاویں اور عمل کریں جن چیزوں سے اللہ نے انہیں منع کر دیا ہے اس سے باز رہیں اور جسکا حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور پہلے لوگوں کا ثواب و عذاب سن کر

عبرت پکڑیں اور جو غیب کی خبریں اس میں ہوں ان کو سچ جانیں اور جو صفاتِ الٰہی اس میں مذکور ہوں ان پر ایمان لاویں کتاب الٰہی میں اثباتِ توحید ردِّ شرک وکفر جزا ر آخرت کا ذکر بھی ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ اور یہ کتاب اس رسول کی امت کے لئے بمنزلہ قانون کے ہوتی ہے۔ فائدہ شرح عمدہ میں لکھا ہے کہ کل آسمانی کتابیں ایک سو چار ہیں ان میں سے چھوٹے چھوٹے پچاس صحیفے حضرت شیثؑ پر اور تیس حضرت ادریسؑ پر اور دس حضرت ابراہیمؑ پر اور دس حضرت آدم علیہ السلام پر اُترے اور چار بڑی بڑی کتابیں ان چار انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں کہ تفصیل ان کے آگے آتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہاں بھی مجملاً بے تعداد کے سب کو حق جانے۔

کتب سماوی ان میں سے توراۃ موسیٰ پر اور زبور داؤد پر اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی بنی اسرائیل کی ہدایت کو اول توراۃ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس کے بعد داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی لیکن توراۃ کے احکام کو بدستور قائم رکھا بعد اس کے عیسےٰ علیہ السلام پر انجیل اتری۔ اس میں توراۃ کے سخت و دشوار احکام کو منسوخ کر دیا گیا جن بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانا اور اپنے زعم میں وہ موسیٰ علیہ السلام کے متبع ہیں سو وہ یہود کہلاتے ہیں اور جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو مانا لیکن محمد علیہ السلام کو یہود کی طرح نہ مانا سو وہ نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ ان کتابوں میں ہمارے نبی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں اور آپ کی ہجرت کی جائے اور آپ کے صحابہ خصوص خلفاء اربعہ کا حال بھی مندرج تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ بیت المقدس میں تشریف لے گئے اہلِ کتاب نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں کہ جن کی خبر ہماری کتابوں میں لکھی ہے اور شہر کے دروازے کھول دیئے جیسا کہ کچھ کچھ نشان اب بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہود ونصاریٰ پر اول صدیوں میں بڑے بڑے سخت حادثے پڑے کہ جس کے باعث سے توراۃ و انجیل میں تغیر کلی

۱ے اور انبیاء بنی اسرائیل پر بھی کلام الٰہی الہام ہوا تھا جیسا کہ نحمیا وشیعیا وغیرہ جن کے صحیفے محرف شدہ اب تک اہل کتاب نے جمع کر رکھے ہیں جو مجموعہ بائبل میں شامل ہیں اور بہت سے مفقود ہو گئے مگر ان صحیفوں کی صحت میں کلام ہے کہ در اصل انہیں کے ہیں یا نہیں اور ہیں تو محرف ہیں کہ نہیں ۱۲ منہ۔ فائدہ۔ کتاب نازل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اترے بلکہ نبی کے دل پر مضامین الہام ہوتے ہیں وہ ان کو جمع کرتا ہے اس کتاب کا نام کتاب الٰہی ہے۔ ۱۲ منہ فائدہ۔ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں کل یہود بنی اسرائیل ہیں۔

آگیا۔ چنانچہ بخت نصر بادشاہ نے یہود پر چڑھائی کی اور ہزار ہا یہود کو قتل کیا۔ اور تلاش کرکے تورات و زبور کو جلادیا۔ ان کے ہاں لکھا ہے کہ اس وقت بیت المقدس میں کل ایک نسخہ تورات کا اصل دہرا رہا کرتا تھا سو اس کو بھی اس نے جلادیا۔ بعد کے لوگوں نے کچھ کچھ اپنی یاد سے لکھا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے قصوں کو بھی اس میں داخل کردیا۔ پھر اس میں بھی اپنی اپنی غرضوں سے تبدّل و تغیر کیا۔ پھر اس ترمیم شدہ نسخہ کو بھی جو حضرت عزیز علیہ السلام وغیرہ انبیاء نے ترتیب دیا تھا حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت پیشتر اینٹوکس بادشاہ نے غارت کیا بعد اس کے مشائخ یہود نے اپنی یاد سے کچھ قصے موسیٰ و ہارون و دیگر لوگوں کے اور کچھ دینی دستورات جمع کرکے اس کا نام توریت رکھا۔ شاہ مصر نے جو بہت سے یہودیوں کو جمع کرکے ایک صحیح نسخہ مرتب کرایا اور اس کا ترجمہ کراکے سپٹواجنٹ نام رکھا۔ وہ بھی اس میں جمع کردہ یہود کی نقل تھا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہود نے گرفتار کیا تو انجیل کا کُل ایک نسخہ تھا اس کو بھی یہود نے جلادیا۔ ان کے بعد ان کے حواریوں[1] نے کچھ حال عیسیٰ علیہ السلام کا اور کچھ مضامین انجیل کے اپنی یاد پر لکھے کہ جو اب انجیل متی و لوقا و مرقس و یوحنا کے نام سے مشہور ہیں پھر مدت کے بعد بہت سے لوگوں نے کہ بعض ان میں بہ طمع دنیاوی حواریوں کے شاگرد تھے دعویٰ کیا کہ ہمیں الہام ہوتا ہے سو اس کے بموجب تاریخ کے طور پر حواریوں کے قصوں کو جمع کیا اور حواریوں اور غیر حواریوں کے خطوط بھی جمع کئے۔ اور اس کل مجموعہ کا نام انجیل رکھا۔ اور پھر قیصران روم

---

[1] حواری عیسیٰ کے شاگردوں کو کہتے ہیں متی اور شمعون اور یوحنا وغیرہ بزرگ ان میں داخل ہیں ان کی محامد قرآن میں بھی آئی ہے یہ لوگ خاصان خدا تھے۔ عیسے کے بعد اس دین کی اشاعت میں انہوں نے بڑی جانفشانیاں کی ہیں خاص عیسائی یہی لوگ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک جو ان کا پیرو رہا وہ ہدایت پہ تھا تثلیث وغیرہ کے مسئلے ان کے بعد جاری ہوئے ہیں ۱۲ منہ فائدہ پہلے زمانہ میں لکھنے کے سامان بہت کم تھے نہ چھاپے خانے تھے جس سے گمان کرسکیں کہ بہت سے نسخے ہوں گے چندکے تلف کرنے سے وہ کیونکر تلف ہوگئے اور نہ ان کتابوں کے حافظ تھے کہ یاد سے لکھوا دیتے ۱۲ منہ فائدہ بعض ہنود کہتے ہیں یجروید رگوید شام وید اتھروید کہ جو ان کی دینی کتابیں ہیں الہامی کہتے ہیں کہ اگنی وایو ادت آنگرا رشیوں پر الہام ہوتی تھیں جیسا کہ پارسی دساتیر و زند دستہا کو الہامی کہتے ہیں کہ ان کو ساسان پنجم اور زردشت نے بطور الہام کے لکھا ہے مگر سب کا دعویٰ غلط ہے کس لئے کہ ہنود اور پارسیوں کے کتب مذکورہ عناصر اور ستاروں اور دیوتاؤں کی ستائش اور طریق پرستش سے بھرے ہوئے ہیں جن کے فرقہ آریہ ہنود میں سے تاویلات کرتا ہے ۱۲ منہ۔

کے عہد میں عیسائیوں پر بڑے بڑے حادثے پڑے تلاش کر کے کتابیں جلائی جاتی تھیں لوگ قتل کئے جاتے تھے اس میں بھی بہت تغیر و تبدل آگیا۔ پھر یونانی زبان میں ترجمے ہوئے ان میں ترجمہ کرنے والوں کی بھول چوک سے بہت تغیر ہوا۔ یہاں تک کہ ان ترجموں کی اصل بھی جاتی رہی پھر اس میں بھی خود غرضوں نے طرح طرح کی کمی زیادتی کی اور اس کی کیفیت آج کل کی انجیل دیکھنے سے خوب واضح ہوتی ہے اور اس بحث کو علماء دین نے اپنی کتابوں میں خوب ثابت کیا ہے الحاصل وہ توراۃ و انجیل اب نہیں ہے تاریخ کے طور پر کچھ کچھ حالات عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کے اور کچھ مضامین توراۃ و انجیل کے جمع کر لئے ہیں اب ان کو توراۃ و انجیل کہتے ہیں۔

قرآن مجید | اور قرآن مجید سید المرسلین خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا حضرت صلعم ابتدا عمر سے ہی ہمیشہ یاد الہٰی میں رہا کرتے تھے لہذا آپ کو تنہائی مرغوب تھی مکے پاس ایک پہاڑ میں غار ہے اس کو غار حرا کہتے ہیں اس میں تنہا بیٹھ کر یاد الہٰی کرتے تھے کئی روز کا کھانا پینا اس میں لے جایا کرتے تھے کبھی آپ کی بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دے آیا کرتی تھیں پس جب آپ کی چالیس برس کی عمر ہوئی اسی غار حرا میں جبرئیل؏ آپ کے پاس وحی لائے اور کہنے لگے کہ پڑھ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں پھر جبرئیل نے اسی طرح سے کہا پھر آپ نے فرمایا آخر جبرئیل نے سورۃ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تک پڑھی آپ اس کیفیت سے پہلے واقف نہ تھے گھبرا کر گھر تشریف لائے خدیجہؓ سے سب قصہ بیان کیا۔ خدیجہؓ حضرتؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں اور ورقہ بن نوفل انجیل خوب جانتے تھے سن کر کہنے لگے یہ جبرئیل؏ ہیں۔ اور جس رسول کے پاس آئے ہیں لوگ اس کے دشمن ہو گئے ہیں اور کاش جب قریش آپ کو مکہ سے نکالیں گے میں بھی جوان ہوتا کہ آپ کی خوب مدد کرتا اور قبل نبوت کے سوائے ورقہ کے

؎ خدیجہ خویلد کی بیٹی قریش میں بڑی ذی عزت اور مالدار مشہور تھیں جب حضرتؐ سے ان کا نکاح ہوا ہے تو ان کی عمر چالیس برس کی اور حضرتؐ کی چوبیس برس کی عمر تھی ہجرت سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہے بعض علما کے نزدیک سب عورتوں سے افضل تھیں اور بعض کے نزدیک حضرت عائشہؓ یا فاطمہ الزہرؓا افضل ہیں ۱۲ منہ فائدہ۔ علمائے اسلام نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ توریت و انجیل کتب میں جہاں تک احکام و قصص قرآن کے موافق ہیں تو صحیح ہیں اور جہاں مخالف ہیں اگر وہ احکام ہیں تو ان کو منسوخ کہیں گے ورنہ غلط یہ سمجھنا کہ اسلام نے توراۃ انجیل کو بالکل منسوخ کر دیا غلط فہمی ہے ۱۲ منہ۔

اور بہت سے رہبان اور قسیس آپ کے منتظر تھے اور شب و روز یہی دعا مانگتے تھے اور درخت پتھر آپ کو السلام علیک یارسول اللہ کہا کرتے تھے پھر چھ مہینے تک آپ پر کوئی آیت یا سورت نازل نہ ہوئی پھر سورۂ مدثر نازل ہوئی پھر قرآن پے در پے اترنا شروع ہوا۔ تیرہ برس تک حضرت مکہ میں رہے۔ حسب حاجت تیرہ برس تک قرآن نازل ہوا۔ رفتہ رفتہ لوگ ایمان لائے اور دین حق میں آنے لگے چنانچہ لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ نبی علیہ السلام کی بیوی اور بڑے لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ایمان لائے اور اللہ کے دین میں داخل ہوئے پھر رفتہ رفتہ اور لوگ بھی ایمان لائے جب کفار قریش نے یہ دیکھا تو آنحضرت صلعم اور سب مومنین کو طرح طرح کی تکلیفات دینا شروع کیا۔ حضرتؐ نے صحابہؓ کو ہجرت کی اجازت دی اور قریب ستّر صحابہ کے کہ ان میں سے حضرتؐ کے چچازاد بھائی جعفر طیارؓ بھی تھے ملک حبشہ میں چلے گئے اور وہاں کا بادشاہ نجاشی بھی ان لوگوں سے حضرت صلعم کا حال سن کر ایمان لایا اور خود حضرت مع ابوبکر صدیقؓ کے بحکم الٰہی مکہ چھوڑ کر مدینے تشریف لائے مدینے کے لوگ بہت تو حضرت پہ پہلے ہی سے ایمان لا چکے تھے لہٰذا حضرت صلعم کے آنے کی خبر سن کر صدہا آدمی استقبال کو جاتے تھے آخر جب تشریف لائے چند روز قبا میں کہ مدینہ سے قریب دو تین کوس کے فاصلے پر ہے ٹھہرے پھر مدینے میں آئے ابو ایوب انصاریؓ کے گھر ٹھہرے پھر تو اور باقی لوگ بھی ایمان لائے دس برس تک مدینہ میں رہے اسلام کو بڑی قوت ہوگئی کفار سے جہاد شروع ہوا بڑی لڑائی سب سے پہلے بدر میں واقع ہوئی وہاں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی پھر احد کی لڑائی ہوئی اسی طرح بہت سی لڑائیاں کفار سے ہوئیں آخر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا پھر مکہ کو بھی حضرت صلعم نے فتح کر لیا۔ تمام اہل مکہ بھی ایمان لائے آپ کی حیات میں دو دو مہینے کی راہ تک عرب میں اسلام پھیل گیا تھا۔ حضرت صلعم کے بعد حضرت کے صحابہؓ نے روم و شام ایران و مصر وغیرہ بڑے بڑے ملک فتح کئے۔ چند روز میں جہاں کے چہار طرف اللہ نے اپنا دین پھیلا دیا۔ ہر طرف دین حق کا نشان بلند ہوگیا۔ گیارھویں برس ربیع الاول کے اوّل عشرہ میں پیر کے دن صبح کے وقت ترسٹھ برس کی عمر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیائے فانی کو چھوڑا اور ملک جاودانی کی طرف منہ موڑا اس دس برس کے عرصے میں بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں رہے

حسب حاجت باقی قرآن نازل ہوا پس کُل قرآن تیئیس برس میں تھوڑا تھوڑا حسب حاجت آسانی کے لئے نازل ہوا۔ حضرت صلعم کے روبرو یہودیں سے بھی چند تورات کے عالم عبد اللہ بن سلام وغیرہ جیسے ایمان لائے۔ اور نصاریٰ میں سے بھی بہت لوگ انجیل کے عالم کہ ان کی تفصیل کتب سیر[۱] میں موجود ہے ایمان لائے فائدہ کیفیت قرآن کے نزول[۲] کی جیساکہ طبرانی و حاکم و بیہقی و نسائی و ابن شیبہ و ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے یوں ہے کہ رمضان میں لیلۃ القدر کو کل قرآن ایک بارگی لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا اور آسمان دنیا میں ایک جگہ بیت العزّت ہے وہاں رکھا گیا۔ اور جبرئیلؑ نے وہاں کے ملائکہ سفرہ کرام بررہ کو لکھوا دیا۔ پھر بقدر احتیاج تھوڑا تھوڑا تیئیس برس میں حضرت صلعم پر نازل ہوا کما قال تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ یعنی ہم نے اُتارا اس کو لیلۃ القدر میں وقال تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ کہ رمضان کا وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ کذا فی الاتقان فائدہ۔ پس جب حکم ہوتا تھا تو جبرئیل علیہ السلام لوحِ محفوظ سے دیکھ کر یا خود اللہ تعالیٰ سے تلقین پاکر اور سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے قالہ الطیبی کذا فی الاتقان۔

---

[۱] کیونکہ اگر دفعتًا آتا تو لوگوں کو حفظ کرنا مشکل پڑ جاتا۔ آخر تورات و انجیل کی طرح کمی زیادتی ہوجاتی دوسرے سب احکام کو وہ نئے نئے اسلام لائے ہوئے لوگ جو کہ کفر اور رسوم جاہلیت کے عادی تھے بمشکل مانتے ۱۲ منہ

[۲] از انجملہ نجاشی شاہ حبشہ و ہرقل شاہ روم و جارود بن العلی ہیں ۱۲ منہ [۳] کلام حقیقت میں متکلم کی ایک صفت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے سو وہ نازل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ نزول لغت میں اوپر سے نیچے اُترنے کو کہتے ہیں پس یہاں نزول کے معنی مجازی مراد ہیں پس جس نے یہ کہا کہ قرآن ایک معنی قائم ہیں اس کی ذات کے ساتھ اور اسی وجہ قرآن کو اس کی صفات کی مانند قائم کہتے ہیں سو اس کے نزدیک اس کے نزول سے مراد ہے کہ لوحِ محفوظ میں اس نے ایسے کلمات اور حروف پیدا کردیئے ہیں کہ جو اُن معنی پر دلالت کرتے ہیں پھر لوح محفوظ سے بیت العزت میں نازل نازل ہونے کے بھی یہی معنی ہیں کہ بیت العزت میں ان حروف اور کلمات کو ثابت کردیا اور جس کے نزدیک قرآن الفاظ کا نام ہے تو اس کے نزدیک اس کے نزول کے یہ معنی ہیں کہ لوح محفوظ یا بیت العزت میں انہیں الفاظ کو ثابت کردیا سو اس بنا پر اس کے نزدیک قرآن قدیم نہیں ہے لیکن لوحِ محفوظ میں ثابت کردینے کی کیفیت معلوم نہیں کہ کیا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام پر کلام الٰہی نازل ہونے کے یہی معنی ہیں کہ خدا فرشتہ کو تلقین روحانی فرمادے یا لوح محفوظ میں ان کے اوپر دلالت کرنے والے حروف و کلمات ثابت کردیئے۔ پھر فرشتہ وہاں سے ان کے پاس لادے کذا فی الاتقان

لیکن الفاظ اور معانی سب جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے لاتے تھے اور بعض دفعہ مضمون اور معانی اللہ کی طرف سے اور اپنی عبارت سے حضرت صلعم کو سناتے تھے لیکن اس قسم کا نام سنّت ہے نہ قرآن کیونکہ قرآن کے الفاظ بھی من جانب اللہ ہیں کذا فی الاتقان فائدہ۔ علما نے حضرت صلعم پر وحی نازل ہونے کی چند کیفیات نقل کی ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت صلعم کے پاس جبرئیل جرس کی آواز سے آتے تھے جیساکہ صحیح بخاری میں آیا ہے احمد نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ کو وحی آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے پس فرمایا کہ میں ایک جرس کی سی آواز سنتا ہوں پھر وہ آواز بند ہو جاتی ہے اور ہر بار میں یوں ظن کرتا ہوں کہ شاید اس سے میری روح قبض ہو جائے گی۔ خطابی نے کہا ہے کہ یہ آواز وحی کے فرشتے کی تھی اور حضرت پر اول کلام خلط ملط نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ آخر کو بھی سمجھ لیتے تھے۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ حضرت کو وحی آنے کی پہلے اطلاع ہو جائے تاکہ کسی طرف کا خیال باقی نہ رہے دوؔم یہ کہ جبرئیلؑ آدمی کی شکل میں ہو کر آتے تھے اور حضرت کو کلام الٰہی پہنچاتے تھے جیساکہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ احیانا تمثل الی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول۔ کبھی فرشتہ آدمی کی صورت بن آتا ہے پس مجھ سے کلام کرتا ہے سو میں جو وہ کہتا ہے خوب سمجھ لیتا ہوں سوؔم یہ کہ خواب میں آکر فرشتہ آپ سے کہہ جاتا تھا سو قرآن میں کوئی آیت یا سورت اس طرح نازل نہیں ہوئی ہاں سنّت نازل ہوئی تھی چہارؔم یہ کہ خود اللہ تعالیٰ حضرت صلعم سے کلام کرتا تھا یا تو جاگتے میں جیساکہ شب معراج میں کلام کیا تھا یا خواب میں جیساکہ حدیث معاذ میں ہے۔ اتانی ربی فقال فیما یختصم الملا الاعلی فائدہ جب جبرئیل علیہ السلام کچھ آیات قرآن کی بحکم الٰہی آپ کے پاس لاتے تو حضرت صلعم کاتبوں سے فرماتے تھے کہ ان آیات کو کہ فلاں سورت کی ہیں اس سورت

فائدہ یہ آواز جرس محققین کے نزدیک قویٰ جسمانیہ و قویٰ ملکوتیہ کے باہم مقابلے سے پیدا ہوتی تھی جیساکہ بخار آنے کے وقت جو دونوں قوتوں میں مقابلہ پیدا ہوتا ہے جھنجھناہٹ کی آوازیں سنائی دیا کرتی ہیں وحی کے وقت قوت ملکیہ نہایت زور پر ہوتی ہے اور جسمانی قوتوں پر صدمہ پڑتا تھا یہاں تک کہ حضرت صلعم پر ظاہر میں بیہوشی طاری ہو جاتی تھی اور چہرۂ مبارک پر پسینہ آجاتا تھا اس وقت آپ روحانی عالم میں ہوتے تھے جبرئیل امین کو دیکھتے تھے اور جو کچھ وہ لاکر آپ سے کہتے تھے اس کو دل میں محفوظ کرتے تھے اور جو بجز زیادہ ہو جاتا تھا تو خود خدا سے ہمکلام ہوتے تھے جو کچھ ارشاد ہوتا تھا وہ قرآن تھا۔ ۱۲ منہ۔

میں لکھ دو سو کاتب اس آیت کو جہاں کی ہوتی تھی وہیں لکھ دیا کرتے تھے چنانچہ امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے وکان اذا نزل علیہ شئ دعا البعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھٰؤلاء الایات فی سورۃ التی یذکر فیہا کذا و کذا یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ نازل ہوتا تھا تو آپ اپنے بعض کاتبوں کو بلاکر فرما دیتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں لکھ دو۔

ترتیب قرآن مجید | اور سبب یہ تھا کہ قرآن مجید کی اصل ترتیب لوح محفوظ کے مطابق اس طرح سے تھی کہ جو اب تک حضرتؐ کے زمانے سے چلی آتی ہے کہ اول سورۂ فاتحہ ہے پھر سورۂ بقر پھر سورۂ آلِ عمران علیٰ ہذا القیاس لیکن نازل ہونے میں یہ ترتیب نہ تھی کہ اول کی سورت اول نازل ہوا اور بعد کی بعد میں بلکہ جس وقت جس سورت یا آیت کی ضرورت ہوتی تھی خواہ وہ سورت یا آیت اول کی ہو خواہ بعد کی تو جبرئیل علیہ السلام اس کو آسمان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے اور حضرت اس کو اس کے موقع اصلی پر لکھوا دیتے تھے۔ چنانچہ تمام قرآن مجید حضرتؐ کی حیات میں باترتیب لوگوں کے پاس لکھا ہوا تھا اور بہت سے حافظوں[1] کو یاد ہوگیا تھا انہوں نے بار ہا حضرت کو سنا دیا تھا اور ہر شخص خصوص حفاظ ہر روز پڑھا کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے لیکن حضرتؐ نے اپنی حیات میں کسی وجہ خاص سے قرآن کے اجزاء کو ایک جلد میں جمع کرکے نہ لکھوایا تھا پھر حضرتؐ کے بعد ملک یمامہ میں مسیلمہ کذاب کا فرسے صحابہ کی لڑائی ہوئی انجام کار خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی سے وہ نامراد مارا گیا لیکن بہت سے حافظ اس جہاد میں شہید ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس جہاد میں اکثر حافظ شہید ہو گئے۔ اگر اسی طرح دو ایک بار پھر حافظ شہید ہوئے تو خوف ہے کہ کوئی حافظ قرآن نہ رہے گا اور قرآن میں کمی ہو جائے گی کیونکہ تمام قرآن ایک جلد میں جمع نہیں ہے بلکہ متفرق اجزار ہیں پس جب حافظ نہ رہیں گے تو ممکن ہے کہ ان اجزار میں سے کوئی جزر جاتا رہے اور قرآن میں کمی ہو جاوے پس بہتر یہ ہے کہ ان اجزار کو حافظوں سے مقابلہ اور صحت کراکے ایک جا جمع کرا دیجئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا کہ حضرتؐ نے اپنی حیات میں جمع نہ

---

[1] چنانچہ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل اور ابو الدرداء وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے پکے حافظ تھے اور ان کو کل قرآن بالترتیب الحمد سے والناس تک یاد تھا ۱۲ منہ ؒ۔

کیا اب نئی بات کیونکر کی جاوے پھر عمرؓ نے کہا کہ واللہ اس میں مصلحت ہے پھر ابو بکر صدیقؓ کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے الہام کیا تو فرمانے لگے واللہ اے عمر تم سچ کہتے ہو پھر صدیق اکبرؓ نے زید بن ثابت انصاریؓ کاتب وحی سے یہی تقریر کی اور آخر انہوں نے بھی کئی بار اسی طرح سے گفتگو کی۔ آخر ان کو بھی اس کی مصلحت معلوم ہوئی تو انہوں نے سب لوگوں کے ہاں کے اجزا منگا کے اور حافظوں سے مقابلہ کر کے ایک جلد میں مجتمع کر دیا یہ مضمون صحاح میں ہے پھر وہ قرآن زید بن ثابت کا لکھا ہوا ابو بکرؓ کے پاس رہا ان کے بعد عمرؓ کے پاس رہا ان کے بعد ان کی بیٹی حفصہ ام المومنینؓ کے پاس رہا۔ فائدہ۔ ترمذی نے ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے کہا کہ اے جبرئیلؑ! میری امت میں ان پڑھ لوگ بہت ہیں اور ان میں بڈھیاں اور بڈھے بڑی عمر کے اور غلام لوگ بیگانے تابعدار اور صغیر سن ہیں اور بعض بالکل امی ہیں جبرئیلؑ نے کہا اے محمدؐ یہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہے انتہیٰ الحاصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لہ ابو داؤد نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے کہ ابو بکر صدیقؓ نے عمرؓ اور زیدؓ کو مسجد نبوی کے دروازے پر بٹھا دیا تھا کہ جو شخص تمہارے پاس دو گواہ لاوے کہ یہ قرآن کی آیات ہیں تب اس کو لکھ لو ابن حجر کہتے ہیں کہ دو گواہ سے مراد حفظ اور کتابت ہے یعنی جس کی یاد بھی ہو۔ اور پھر وہ اس کو حضرت نبی علیہ السلام کا روبرو کا لکھا ہوا بھی کہے تب اس کو درج کرو سخاوی نے جمال القرا میں کہا ہے کہ یہ مراد ہے کہ دو گواہ اس پر لاوے کہ حضرت صلعم کے روبرو کا لکھا ہوا ہے الغرض اس احتیاط سے قرآن جمع کیا جاتا تھا۔ کذا فی الاتقان ۱۲ منہ ۲ھ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ اس وقت ان اجزا میں مجھے سورۂ برات کے اخیر کی یہ آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الآیۃ نہ ملی تو میں نے اور سب اجزا تلاش کئے۔ سوا ابی خزیمہ انصاری کے اجزا میں لکھی ہوئی پائی۔ انتہیٰ۔ یہاں بعض ناسمجھ یہ شبہ کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اسی طرح اور آیات بھی زید بن ثابتؓ بھول گئے ہوں سو یہ شبہ بالکل لغو ہے کیونکہ زید بن ثابت حافظ تھے اور وہ آیت بھی نہیں بھولے تھے کیونکہ اگر بھولتے تو اس کو تلاش نہ کرتے۔ تلاش کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ ان کو وہ آیت یاد تھی لیکن اس وقت ان اجزا میں نہ ملی۔ پھر تلاش کی تو مل گئی دوسرے اگر دار مدار فقط اجزا سے نقل کرنے پر ہوتا تو تب بھی ایک بات تھی لیکن وہاں تو حافظوں سے بھی مقابلہ کیا جاتا تھا اگر نہ لکھتے تو وہ بڑے بڑے پکے حافظ بتلا دیتے کہ جنہوں نے صدہا بار رسول صلعم کی زبان مبارک سے قرآن سنا تھا اور بارہا حفظ کر کے حضرتؐ کو سنایا تھا اور ان لوگوں کے حافظے ایسے تھے کہ اگر چہار چند اور قرآن ہوتا اس کو بھی حرفاً حرفاً یاد کر لیتے۔ اور ایک آیت نہ بھولتے ائمہ حدیث کی قوت حافظہ کو خیال کرنا چاہیئے کہ جن کو ہزاروں حدیث مع اسناد یاد تھیں اور پھر ایک لفظ میں بھی تقدیم و تاخیر نہ ہونے دیتے تھے اللہ تعالیٰ کا یہ فضل امت محمدیہ پر خاص ہے ۱۲ منہ۔

نے اپنی امت کے حال پر شفقت فرما کر جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ میری امت میں اَن پڑھ اور ضعیف لوگ اور کم بن اور بیگانے تابعدار بھی بہت ہیں کہ ان کو تکمیل حروف ولغات مشکل ہے پس بعض بعض الفاظ سب لوگوں سے ایک طرح ادا ہونے مشکل ہیں اس کی کیا تدبیر ہے جبرئیل نے کہا کہ قرآن کے الفاظ میں بہت وسعت اللہ نے عطا فرمائی ہے عرب کے قبیلوں کے محاورے کے موافق اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ کو سات طور پر نازل فرمایا ہے پس جس شخص کو جس طرح سے اپنے محاورے کے موافق پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرے مثلاً لفظ عیون بعض لوگوں کے محاورے میں عین کے زیر سے اور بعض کے ہاں عین کے پیش سے بولا جاتا ہے۔ پس اللہ نے قرآن میں اس لفظ کو جبرئیلؑ سے دونوں طرح سے پڑھ کر سنوا دیا تھا پس جو عین کے زیر سے پڑھتے ہیں ان کو پیش سے درست ہو گیا۔ اور اگر ایک ہی طور پر ہوتا تو ایک فریق کو گونہ اس کے ادا کرنے میں تکلف ہوتا۔ سو اس قسم کے اختلافات کو اختلاف قرأت کہتے ہیں اور یہ اختلاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تھا۔

عثمان غنیؓ پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کچھ عراق کے لوگوں نے بعض بعض الفاظ کے پڑھنے میں بہت اختلاف کیا اور اپنے محاوروں کو اس میں دخل دیا۔ سو حذیفہ بن الیمان نے آکر یہ اختلاف عثمانؓ سے بیان کیا اور کہا اے امیر المومنین اس امت کی خبر لو اور یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف ہونے سے پہلے ہی تدارک کرو سو امیر المومنین عثمانؓ نے ام المومنین حفصہؓ کے گھر سے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت کا قرآن منگایا اور زید بن ثابت انصاریؓ اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبداللہ بن حارث بن ہشام قریشیوں کو بلا کر فرمایا کہ اس سے چند نسخے نقل کرو اور جن الفاظ میں زید بن ثابت انصاری اور تم تینوں قریشیوں میں اختلاف واقع ہو تو تم اس کو اپنی زبان کے محاورے کے موجب لکھو اور غیر قبیلوں کے محاوروں کو ترک کرو کیونکہ قرآن قریش کی زبان معتمد علیہ[1] ہے پھر سات نسخے مشہور یوں ہیں کہ پانچ نسخے نقل کرا کے ہر دیار میں بھیج دیئے اور کہا کہ ان کے مطابق پڑھو اور باقی نسخے کہ جن میں اور قبیلوں کے محاورات تھے سب کو اکٹھا کر کے جلا دیا تاکہ اختلاف دور ہو جائے

---

[1] بعض بے سمجھ حضرت عثمان کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اگر پانی میں ڈالا جاتا تو (باقی بر صفحہ آئندہ)

اند اصل نسخہ حفصہ ام المومنین کے پاس بھیج دیا اسی سبب سے عثمانؓ کو جامع القرآن کہتے ہیں یہ مضمون صحیح بخاری میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہ ہم قرآن کے نگہبان ہیں خوب سچا کر دکھایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک مشرق سے مغرب تک جس قدر اہل اسلام ہیں سب کے پاس وہی قرآن مجید جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا بلا فرق موجود ہے کہیں ایک جا بھی اختلاف اور کمی زیادتی نہیں باوجود اس کے اہل اسلام میں قرن اولیٰ سے لے کر سالہا سال تک باہم ایسے ایسے سخت جنگ وجدل واقع ہوئے ہیں کہ اگر کسی اور قوم میں ہوتے تو وہ قوم باہم لڑکر ایسی ضعیف ہو جاتی کہ اور لوگ ان کے حاکم ہوجاتے اور ان کے علوم وکتب سب کچھ نیست و نابود ہو جاتا پس اگر قرآن کتاب الٰہی نہ ہوتا اللہ تعالیٰ اس کی ایسی محافظت نہ رکھتا۔ اللہ تعالیٰ خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین کو جزائے خیر عطا فرمادے کہ انہوں نے قرآن کی خوب محافظت کی تمام امت پر ان کا احسان ہے فائدہ ہر سال جبرئیل علیہ السلام ایک بار رمضان مبارک میں کل قرآن مجید ترتیب اصلی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور کبھی حضرت پڑھتے جبرئیل سنتے تاکہ ترتیب اصلی سے تمام قرآن حضرت کو خوب یاد ہو جاوے اور پھر جو آیت اترا کرے اس کو اس کے اصلی موقع پر لکھوا دیا کریں اور حفاظ کو بتا دیا کریں اور انہیں مرتبوں میں الفاظ کو جو قریش کے قبائل میں مختلف طور پر بولے جاتے تھے جبرئیلؑ نے مختلف طور پر پڑھا تاکہ سب کو آسان ہو جائے اور سات حرف انہیں اختلافات جبرئیل سے مستفاد ہیں جیسا کہ پہلے اس کی تحقیق ہو چکی۔ فائدہ جب جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آیات قرآنی لاتے تو پڑھ کر سناتے ان کے ساتھ جلدی جلدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تاکہ کچھ بھول نہ جاویں۔ پس اس میں حضرت کو گونہ تکلیف ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ یعنی قرآن مجید کے پڑھتے وقت اپنی زبان کو جلدی جلدی نہ ہلا تاکہ اس کے یاد کرنے میں جلدی کرے کیونکہ ہمارے ذمے پر اس کا جمع کرنا تیرے دل میں اور تیرے بیان سے اس کا

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۹۵) لوگ نکالتے یا مٹی میں دفناتے تو تب بھی لوگ نکالتے اور اسی طرح ہوا میں کتر کراڑاتے قطع نظر اس کے پرزے لوگوں کے پاؤں میں آتے جب بھی وہ پرزے لوگوں کے ہاتھ لگتے۔ تاقیامت توراتؔ و انجیل کی طرح اختلافات رہتے اور قطع نظر ان سب باتوں کے امیر المومنین عثمان نے اہانت کی راہ سے نہیں جلایا تھا۔ بلکہ اس میں مصلحت تھی۔ ۱۲ منہ۔

پڑھاتا ہے۔

جو کچھ قرآن میں ہے حق ہے

اور جو قرآن کے مخالف ہے وہ غلط ہے یہ ظاہر ہے کہ کتاب اللہ کے جو مخالف ہوتا ہے وہ غلط ہوتا ہے خواہ وہ کوئی ہو اور کیسا ہی ہو کیونکہ اللہ سے زیادہ کوئی علیم اور کوئی حکیم نہیں اور جو کتاب اللہ میں ہے وہی حق ہے اور قرآن کا کتاب الٰہی ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں۔

قرآن کے ظاہری معنی

جو معانی قرآن کی ظاہر[1] عبارت سے سمجھے جاتے ہیں وہ حق ہیں ان کو چھوڑ کر فرقہ باطنیہ کی طرح اور معنی قرار دینا گمراہی ہے اور الحاد ہے۔ ملحدوں کا ایک فرقہ اپنے آپ کو اہل باطن کہتا ہے وہ کہتے ہیں قرآن و احادیث کے معنی یہ نہیں ہیں جو الفاظ کی ظاہر دلالت سے سمجھے جاتے ہیں مثلاً وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کے یہ معنی نہیں کہ نماز پڑھو بلکہ قرآن کو اللہ اور رسول اللہ اور اولیاء اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اس کے معنی اور کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتے دراصل غرض ان کی اس سے شریعت کا باطل کرنا ہے کیونکہ وہ نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ احکام الٰہی کو فرض و واجب نہیں جانتے لہو ولعب کو کہ جس میں وہ شب و روز مصروف رہتے ہیں نجات کا سبب سمجھتے ہیں یہ بالکل گمراہی اور کفر ہے کیونکہ اس سے اللہ اور رسول کا جھوٹا ہونا نکلتا ہے نعوذ باللہ منہ دوسرے جب قرآن کے معانی اللہ رسول اور اولیاء اللہ کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا تو پھر تمام خلق کے لئے قرآن بھیجنا لغو اور بیکار ہے العیاذ باللہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ شیاطین الانس ہیں الٰہی ان کو ہدایت دے ہاں جو حقائق اور دقائق قرآن ارباب سلوک سمجھتے ہیں حق ہیں لیکن وہ ظاہری معنی کا انکار نہیں کرتے بلکہ ان کو مان کر اور دقائق نکالتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالےٰ نے قرآن میں رکھا ہے کیونکہ قرآن کے لئے ظہر اور بطن احادیث صحاح سے ثابت ہے۔

پس دین سے چار چیزیں اصول ہیں۔

---

[1] ظاہر عبارت سے اس جگہ عبارۃ النص بالخصوص مراد نہیں ہے بلکہ عام اور شامل ہے عبارت اور اشارت اور اقتضاء النص کو ۱۲ منہ۔ فائدہ: مسلمانوں کے قومی اور ملکی رسوم و رواج کو اسلام سمجھ کر اسلام پر اعتراض کرنا محض بیجا ہے کیونکہ اصلی مذہب اور ہے اور یہ اور۔ ہاں ان میں بعض رسوم مستحسن اور بعض قبیح بدعات بھی ہیں جو بیشتر ہمسایہ قوموں سے لئے گئے ہیں یا مدت دراز تک جاری رہنے کے سبب مالوف ہو گئے ہیں اور جہال نے مذہب سمجھ لیا ہے اسی طرح بیسر و پا اور تاریخی اور بے احتیاط محدثوں اور مفسروں اور غلط کار فقہاء اور فلسفہ شعار صوفیہ کے اقوال پر اعتماد کر کے اسلام پر نکتہ چینی کرنا بھی محض تعصب ہے ۱۲ منہ۔

اوّل قرآن | جن چیزوں پر کہ شرع کی بنیاد ہے وہ چار چیزیں ہیں پس جو چیز ان چار سے ثابت نہیں وہ دین میں شمار نہ کی جاوے گی۔ ان میں سب سے اوّل قرآن مجید ہے قرآن سے مطلب سمجھنے کی چار صورت ہیں عبارۃ النّص۔ اشارۃ النص۔ دلالۃ النص۔ اقتضاء النص کس لئے کہ اگر قرآن کے الفاظ سے استدلال ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ الفاظ کسی خاص مقصود کے لئے بولے گئے ہیں یا یہ کہ ان سے مقصود تو اور کچھ ہے لیکن اس کے ضمن میں کچھ اور بھی مدعا ثابت ہو جاتا ہے پس قسم اول کو عبارۃ النص اور قسم دوم کو اشارۃ النص کہیں گے جیسا کہ کسی نے کسی چیز کو دیکھا اور اس کے گوشہ چشم سے اس کے آس پاس کی چیزیں بھی جو مقصود دیکھنے سے نہ تھیں نظر آگئیں پس اس چیز مقصود بالذات کا دیکھنا بمنزلہ عبارۃ النص کے ہوا اور آس پاس کی چیزوں کا دیکھنا بمنزلہ اشارۃ النص کے مثال اُن کی قرآن کی یہ آیت ہے وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ الآیۃ معنی اس کے یہ ہیں اور جس کی اولاد ہے اس پر اُن کے مرضعات کا کھانا اور کپڑا لازم اور واجب ہے یعنی لڑکے کے باپ پر دودھ پلانے والی کا کھانا اور کپڑا واجب ہے یا تو اسلئے کہ وہ اسکی بیوی ہے یا اسلئے کہ اسکے بیٹے کو دودھ پلاتی ہے بہر طور اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ سے یہ مقصود ہے کہ باپ پر اولاد کی پلائی کا کھانا اور کپڑا واجب ہے پس یہ مضمون عبارۃ النص سے سمجھا گیا۔ اور اس کے ضمن میں یہ بھی سمجھا گیا کہ لڑکا باپ ہی کا ہے یہ مضمون اشارۃ النص سے سمجھا گیا اور یا الفاظ سے استدلال نہیں بلکہ معنی سے ہے اب یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو باعتبار لغت کے ان معنی سے کوئی اور چیز سمجھی جاوے گی تو وہ دلالت النص ہے یا ان معنی کی صحت کسی اور چیز پر موقوف ہے خواہ بطور عقل کے خواہ بطور شرع کے پس یہ چیز کہ جس پر ان معنی کی صحت موقوف تھی اقتضاء النص سمجھی جاوے گی اور اس دلالت کو اقتضاء النص کہیں گے مثال دلالت النص کی یہ ہے قال تعالیٰ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا یعنی ماں اور باپ کو اُف نہ کہہ اور نہ جھڑک عبارت النص سے تو ماں باپ کو اُف کہنا اور جھڑکنا منع سمجھا گیا اور اس سے ان کو تکلیف دینا جو لازم معنی تھا وہ بھی بطور دلالت النص کے منع سمجھا گیا پس ماں باپ کو مارنا اور تکلیف دینا بطور دلالت النص کے حرام سمجھا گیا مثال اقتضاء النص کی قال تعالیٰ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ یعنی نماز پڑھو۔ پس نماز کا پڑھنا بطور عبارت النص کے سمجھا گیا لیکن شرع میں نماز بدون طہارت کے صحیح نہیں یہ طہارت کہ جس پر نماز کی

صحت موقوف ہے اس قول سے باقتضاء النص سمجھی گئی یا کسی نے اپنے نوکر سے مثلاً یہ کہا کہ مجھے پانی پلا پس پانی کی طلب بطور عبارت النص کے سمجھی گئی لیکن یہ پانی پلانا عقلاً اس پر موقوف ہے کہ وہ کسی برتن میں پلاوے پس اس کلام سے وہ برتن کہ جس میں اپنے آقا کو پانی پلا سکے اقتضاء النص سمجھا گیا۔ پھر قرآن کی نظم کے بہت سے اقسام ہیں عام خاص۔ اوّل۔ مشترک۔ ظاہر۔ نص۔ مفسر۔ محکم وغیرہ کہ کل اسی قسم ہوتے ہیں اور پھر ان کی تفصیل اور احکام وغیرہ علم اصول فقہ میں بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں جسے زیادہ تحقیق منظور ہو وہاں دیکھ لے فائدہ۔ قرآن مجید کی تخمیناً پانسو آیت احکام کے لئے اصل ہیں کہ انہیں سے احکام الٰہی مستفاد ہوتے ہیں اور باقی قرآن میں کافروں کے عذاب اور ہلاکت اور مومنوں کے ثواب وغیرہ امور مذکور ہیں۔

دوم سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | اصل دوسری سنّت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے سنّتِ رسول سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل اور کسی امر کو دیکھ کر سکوت کرنا ہے۔

اوّل کو سنّتِ قولی دوسری کو فعلی تیسری کو تقریری کہتے ہیں۔ سنت قولی اس طرح پر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے کچھ فرمایا ہو اور سنّت فعلی یہ ہے کہ کوئی کام کیا ہو اور تقریری سنّت یہ ہے کہ حضرت صلعم کے روبرو کسی نے کوئی کام کیا ہو اور حضرت صلعم نے دیکھ کر اس کو منع نہ فرمایا ہو سو یہ سب قسمیں سنّت کی دلیل دین کی ہیں اور اسی طرح صحابی کا قول اور فعل بھی سنّت میں داخل ہے۔ اور جمہور محدثین کے نزدیک ان سب اقسام کو حدیث کہتے ہیں اور بعض محدثین خاص قول اور فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث کہتے ہیں اور باقی کو اثر اور جو ملوک اور سلاطین کا حال بیان ہو اس کو خبر کہتے ہیں پھر مطلق سنّت کی دو قسم ہے ایک سنّت الہدیٰ کہ جن کے ترک سے گنہگار ہوتا ہے اور اسی کو سنّت موکدہ بھی کہتے ہیں جیسے جماعت اور اذان وغیرہ دوسری سنّت الزوائد کہ جن کے ترک سے گناہ لازم نہ آوے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قعود و قیام کی روش۔ فائدہ جن احادیث سے احکام ثابت ہیں تخمیناً تین ہزار ہیں۔

سوال۔ بہ اتفاق جمہور علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم امور دین میں جو کچھ فرماتے تھے حکم الٰہی سے فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں خبر دیتا ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف اور اپنی خواہش سے بدون امرالٰہی کے امور دین میں نہیں بولتے پس کتاب اللہ بھی امرالٰہی ہے اور سنّت رسول اللہ صلعم بھی پھر کتاب اللہ کا اوّل رتبہ کیوں مقرر کیا۔؟ اور سنّت کو دوسرے مرتبہ میں کیوں رکھا۔؟ دوسری قرآن بھی حضرت صلعم کی زبان سے ہم کو پہنچا ہے اور سنّت بھی آپ ہی سے ثابت ہے۔

جواب۔ کتاب اللہ قطعی الثبوت ہے اور سنّت بطور ظن کے ثابت ہے اور ظنّی چیز پر یقینی کا مرتبہ مقدم ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بطور سند صحیح کے ہم تک پہنچتی ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے اور سند صحیح یہ ہے کہ ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر روایت کرنے والے ہوں سب عاقل اور دین دار اور صحیح الحافظہ ہوں اور ایک دوسرے سے متصل روایت کرے کہ بیچ میں کوئی رہ نہ جاوے مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوہریرہؓ صحابی کسی حدیث کو نقل کریں اور پھر اُن سے اسی حدیث کو اعرج اور پھر ان سے ابی الزناد اور پھر ان سے امام مالکؒ روایت کریں پس امام مالک تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے ابی ہریرہؓ صحابی اور اعرج اور ابی الزناد ہیں اور یہ تینوں شخص عاقل اور دین دار اور صحیح الحافظہ ہیں اور ایک دوسرے سے نقل کرتا ہے ان کے بیچ میں کوئی اور چوتھا شخص نہیں رہ گیا ہے سو اس سند کو سند صحیح کہتے ہیں اور اس حدیث کو مرفوع کہتے ہیں اور اگر کسی راوی نے صحابی تک ہی سند پہنچائی تو اس حدیث کو موقوف کہتے اور اگر تابعی تک پہنچائی اور آگے صحابی تک سند نہ چلی تو اس کو مقطوع کہتے ہیں کہ بیچ سے سلسلہ کٹ گیا حضرت تک نہ پہنچا۔ ہاں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاوے گی تب اس کو حدیث متصل کہیں گے کہ حضرت تک اس کا اتصال ہو گیا اور اگر بیچ میں کوئی راوی کم عقل یا بے دیانت یا خراب حافظہ کہ بھولنے کی اس کو عادت ہو آ جاوے گا تو یہ حدیث متصل بھی ضعیف کہلائے گی اور اس حدیث کو قوی جب کہیں گے کہ اس کے راوی قوی ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس جس حدیث کے جس قدر معتبر اور قوی راوی ہوں گے اسی قدر وہ حدیث قوی ہو گی اسی لئے حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سب سے قوی اور معتبر ہے اس کے بعد صحیح مسلم۔ اسی قسم کے اعتبارات سے احادیث کے بہت سے

اقسام ہیں کہ ان کو علم اصول حدیث میں علماء نے خوب صراحت سے لکھا ہے حدیث کی ایک ہی سند ہو تو اس کو غریب کہتے ہیں اور جس کی دو سند ہوں اس کو حدیث عزیز۔ جس طرح امام مالکؒ مثلاً ایک حدیث کو ایک اُسی پہلی سند سے روایت کریں اور دوسری سند اس کے یوں لادیں کہ امام مالک نافع سے اور نافع عبداللہ بن عمرؓ صحابی سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریں اور جس کی دو سے زیادہ تین چار پانچ دس بیس سند ہوں لیکن گنتی کی ہوں اس کو حدیث مشہور کہتے ہیں اور تینوں قسم کو احاد کہتے ہیں جس کی بے شمار سند ہوں۔ اور ہر مرتبہ میں بے شمار راوی روایت کرتے ہوں اور عقل اس قدر آدمیوں کا جھوٹا ہونا محال سمجھے تو اس کو حدیث متواتر کہتے ہیں اور خاص متواتر قطعی الثبوت ہے بخلاف عزیز و غریب و مشہور کے کہ ان کے ثبوت میں ظن ہے جیسے شہر مکہ یا مدینہ کے موجود ہونے کو بے شمار لوگ بیان کرتے ہیں کہ سب کو عقل جھوٹا نہیں جانتی۔ پس اس خبر متواتر سے شہر مکہ یا مدینہ کے موجود ہونے کا یقین ہو جاتا ہے جس قدر احادیث ہیں وہ خبر احاد سے ثابت ہیں ہاں دو یا تین حدیثیں خبر متواتر سے ثابت ہیں اور قرآن مجید حرف بحرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر متواتر سے ثابت ہے اس سبب سے قرآن مجید کا ثبوت حضرتؐ سے یقینی ہے اور احادیث کا ثبوت ظنّی اس لئے قرآن کو مقدم رکھا ورنہ قرآن بھی ہم کو حضرت سے پہنچا اور احادیث بھی اس میں دونوں برابر ہیں یا قرآن کے الفاظؔ و معانی دونوں مِن اللہ ہیں بخلاف سُنّتؐ کے۔

تدوین کتب احادیث | صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی حیات میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھنے کی حاجت نہ تھی بعد ان کے تابعین اور تبع تابعین نے جب یہ دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب اٹھ گئے اب کوئی نہیں کہ اُن سے دریافت کرلیا کریں اور اب چند روز میں یہ دور بھی گزرنے والا ہے پھر زمانۂ حضرتؐ سے دور جا پڑے گا حضرتؐ کی احادیث پچھلے لوگوں کی صحت سے پہنچنی مشکل پڑ جائیں گی اب زمانہ قریب اور اسناد

ؔ کہ اس کے فقط معانی اللہ کی طرف سے ہیں۔ ۱۲ منہ ؏

میں راوی کم ہیں مناسب ہے کہ جو احادیث حضرت کی بسند صحیح ہم کو پہنچی ہیں ان کو لکھ دیا جائے۔
طبقات کتب احادیث | سو ان محدثوں نے لکھنا شروع کیا پھر فن حدیث میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن باعتبار صحت اور شہرت اور قبولیت کے ان کے چار طبقے ہیں صحت سے ہماری مُراد یہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف التزام کرے کہ اس میں سوائے احادیث صحیحہ یا حسنہ کے اور نہ لاوے اور اگر لاوے تو اس کے راوی کا حال بیان کر دے اور شہرت سے یہ مراد ہے کہ اہل حدیث طبقہً بعد طبقۃٍ اس کتاب سے مشغول ہوئے ہوں کہ اس کی احادیث کو روایت کرتے ہوں اور اس کی وضاحت اور شرح کرتے ہوں اور قبول سے یہ مراد ہے کہ نقادِ حدیث نے اس کو مانا ہو اور اس پہ اعتراض نہ کیا ہو اور صاحب کتاب کو ان احادیث میں مصیب جانتے ہوں اور بلا انکار فقہار اسکی احادیث کو سند اور تمسک بناتے ہوں پس جس کتاب میں یہ تینوں وصف کمال خوبی کے ساتھ پائے جائیں گے وہ۔
طبقہ اولیٰ | میں شمار کی جاوے گی۔ اور اس طبقہ میں محققین کے نزدیک تین کتابیں ہیں اوّل موطا | امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جو سب سے اول تصنیف ہوا اور قریب ہزار شخص امام محمدؒ اور امام شافعیؒ اور یحیی بن یحیی مصمودیؒ اور یحیی بن یحیی تمیمیؒ اور قعنبیؒ کے اس کو روایت کرتے ہیں اور جس قدر حدیث مرفوع اس میں ہیں اکثر صحیح بخاری میں ہیں گویا صحیح بخاری اس کی احادیث مرفوعہ کو مشتمل ہے گو آثار صحابہ و تابعین موطا میں زائد ہیں دوم صحیح بخاری کہ جس کو امام عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے تصنیف کیا بہت سے علمار نے اس کو بخاری سے روایت کیا ہے سوم صحیح مسلم کہ جس کو امام ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری نے تصنیف کیا۔ سب اہل حدیث نے ان کو قبول کیا ہے اور نہایت شہرت ان کی ہوئی اور بہت علمار نے ان کے حل و تخریج وغیرہ میں کتابیں لکھی ہیں چنانچہ قاضی عیاض نے ان تینوں کتابوں کی شرح میں کتاب مشارق الانوار بہت عمدہ لکھی ہے اور یہ مشارق الانوار

فائدہ۔ امام مالکؒ کی ولادت ۹۵ھ ہجری اور وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی مسلم کی ولادت ۲۰۴ھ میں اور وفات ۲۶۱ھ میں بمقام نیشاپور ہوئی۔ ترمذی ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے ۲۷۹ھ میں فوت ہوئے ابو داؤد ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے بصرہ میں ۲۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ نسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے مکہ میں آکر ۳۰۳ھ میں فوت ہوگئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ۔

صنعانی کی مشارق الانوار کے غیر ہے کہ جس میں صحیحین کی احادیث بحذف اسناد ہیں۔

طبقہ دوم | میں وہ کتابیں ہیں کہ ان تینوں صفات میں صحیحین کے درجے کو نہ پہنچیں۔ لیکن ان کے قریب ہوں اور وہ یہ کتابیں ہیں جامع ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی تصنیف سنن ابی داؤد ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی کی تصنیف سنن نسائی ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی کی تصنیف اور ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں ان چھ کتابوں کی احادیث کو جمع کیا ہے اور ان کی مشکلات کی شرح اور غریب کا ضبط اور اسماء الرجال وغیرہ متعلقات کو خوب بیان کیا ہے گویا یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح ہے اور صاحب جامع الاصول نے سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ اس کی جگہ مؤطا امام مالکؒ کو رکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک مسند امامؒ احمدؒ بھی دوسرے طبقہ میں داخل ہے۔ مگر اس میں ضعیف حدیث بہت سی ہیں کہ ان کے راویوں کا حال وہاں بیان نہیں کیا لیکن تب بھی وہ سب کتب احادیث کی اصل اور دفتر ہے اور اسی طرح سنن ابن ماجہ کو بھی جو کہ ابوعبداللہ محمد ابن یزید بن ماجہ قزوینی کی تصنیف ہے اسی طبقہ میں شمار کرنا چاہیئے۔ گو اس میں بعض احادیث نہایت ضعیف ہیں محققین کے نزدیک کتاب الآثار امام محمدؒ کی تصنیف بھی اسی طبقہ میں ہے۔

طبقہ سوم | وہ کتابیں ہیں کہ جن کے مؤلفین یا بخاری و مسلم سے مقدم ہیں مثل ابوبکر بن ابی شیبہ و عبدالرزاق و ابوداؤد و طیالسی و عبد بن حمید و شافعی یا ان کے ہم عصر ہیں مثل دارمی و ابویعلی موصلی کے یا بعد میں ہیں مثل ابن خزیمہ و ابن حبانؒ بیہقی و حاکم و طبرانی کے لیکن انہوں نے اپنی تصانیف میں التزام صحت کا نہ کیا ہو بلکہ صحیح و ضعیف جو ملا لکھ دیا۔ ان کی کتابیں شہرت اور قبولیت میں طبقہ اولیٰ و ثانیہ کو نہیں پہنچیں۔ اور ان کے راوی بعض قوی بعض ضعیف بعض مجہول الحال ہیں اور ان کے احادیث بعض صحیح بعض حسن بعض ضعیف بعض موضوع

فائدہ امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی کی ولادت ۱۶۴ھ میں ہوئی اور بغداد میں ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے ۱۲ منہ۔

بنائی ہوئی ہیں گو ان کتابوں کے مؤلف علم حدیث میں کمال تبحر رکھتے تھے اور منصف بالعدالت بھی تھے لیکن انہوں نے اپنی کتابوں میں جو احادیث کہ ان کو ملیں بلالحاظ قوی ضعیف اس نظر سے جمع کردیں کہ ان میں سے قوی و ضعیف کی شناخت بعد میں کی جاوے گی اور اب کوئی حدیث باقی نہ رہ جاوے لیکن ان کتابوں میں بھی تفاوت ہے کہ بعض سے بعض قوی ہیں ان کتابوں کے یہ نام ہیں مسند امام شافعیؒ سنن ابن ماجہ مسند دارمی مسند ابویعلی موصلی مصنف عبدالرزاق مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ مسند عبد بن حمید مسند ابی داؤد الطیالسی سنن دارقطنی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم بیہقی کی کل کتابیں طحاوی کی کل کتابیں طبرانی کی سب تصانیف اعنی معجم صغیر و کبیر وغیرہ صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن عوانہ صحیح ابن السکن منتقی ابن جارود کی تصنیف اور مختارہ ضیاء الدین مقدسی کی۔

طبقہ چہارم | ہیں وہ کتابیں ہیں کہ جن کی احادیث کا قرون سابقہ میں کچھ نام ونشان نہ تھا۔ پھر متاخرین نے ان کو روایت کیا ان احادیث کا حال دو طور پر ہے یا یہ کہ متقدمین نے ان کی کچھ اصل نہ پائی بے اصل جان کے چھوڑ دیا۔ یا کچھ اصل پائی لیکن کسی جرح و قدح کے سبب ضعیف جان کر ترک کیا بہرحال یہ احادیث اس قابل نہیں کہ ان سے کوئی عقیدہ یا کوئی حکم شرعی ثابت کیا جاوے اور ان کو تمسک قرار دیا جاوے بعض محدثین کو اس باب میں بڑا دھوکا ہو گیا کہ ان کتابوں کی احادیث کو بسبب کثرت طرق روایت کے متواتر جان کر ان سے جمہور کے مخالف مذہب قرار دے دیا۔ اور اس کو قطعی اور یقینی مان لیا۔ اور اس طبقہ کی بھی بہت سی کتابیں ہیں لیکن بعض کا نام لکھتا ہوں کتاب[۱] الضعفاء لابن حبان تصانیف[۲] الحاکم۔ کتاب[۳] الضعفاء للعقیلی۔ کتاب[۴] الکامل لابن عدی تصانیف[۵] ابن مردویہ۔ تصنیف خطیب[۶]۔ تصانیف[۷] ابن شاہین۔ تفسیر ابن جریر[۸]۔ فردوس[۹] دیلمی بلکہ اس کی کل تصانیف[۱۰]۔ تصانیف ابن نعیم۔ تصانیف[۱۱] جوزقانی[۱۲]۔ تصانیف[۱۲] ابن عساکر۔ تصانیف[۱۳] ابو الشیخ[۲]۔ تصانیف ابن نجار۔

وضاعین حدیث | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے بہت سے لوگوں نے جھوٹ

---

[۱] جوزقان ہمدان کے متصل ایک گاؤں ہے ۱۲ منہ [۲] ابو الشیخ ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابو محمد اور ابو الشیخ لقب ہے ۱۲ منہ

احادیث بنا کر مشہور کردی تھیں محققین محدثین نے کمال جانفشانی سے قوی وضعیف وموضوع کو جدا جدا کر دیا۔ اور اکثر جھوٹی حدیثیں مداح لوگوں نے مناقب اور مذمت میں بنائیں اور تفسیر اور بیان سبب نزول اور تاریخ میں اور بنی اسرائیل کے احوال میں اور انبیاء سابقین کے احوال میں شہروں اور کھانوں کے حالات میں اور جھاڑے منتر میں وظائف و اوراد میں اور قصہ خواں واعظوں نے نوافل کے ثواب وجزا میں بھی بہت سی جھوٹی حدیثیں بنا کر مشہور کر دی تھیں نقل ہے کہ نوح بن ابی عصمۃ نے فضائل قرآن میں بہت سی احادیث بنائیں جب ان کی سند پوچھی گئی تو کہا کہ لوگ ابو حنیفہؒ کے فقہ کی طرف بہت مائل ہیں اس لئے قرآن کے فضائل میں مصلحت جان کر احادیث کو میں نے بنایا تاکہ اس طرف لوگ زیادہ متوجہ ہوں حالانکہ یہ عذر بدتر از گناہ ہے کیونکہ صحیح احادیث فضائل قرآن میں کیا کم تھیں واضح ہو کہ اس طبقہ کی کتابوں میں بھی کل احادیث موضوع اور بے اصل نہیں۔ ہاں ضعیف وموضوع اکثر ہیں چنانچہ ابن الجوزی نے اپنی موضوعات میں اکثر ان احادیث کو موضوع لکھا ہے اور دلیل وضع بھی بیان کر دی ہے کتاب تنزیہ الشریعۃ بھی ان احادیث کے لئے معیار ہے۔ اور میزان الضعفاء ذہبی کی۔ اور لسان المیزان ابن حجر عسقلانی کی ان کی تحقیق کے واسطے کافی ہے۔ رسائل نوادر شیخ جلال الدین سیوطیؒ انہیں احادیث پر مبنی ہیں اور عجیب وغریب مسائل مخالف جمہور مثل مسح الرجلین از ابن عباسؓ واسلام ابوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ بھی انہیں کتابوں سے برآمد ہوتے ہیں محض انہیں کتابوں سے مسائل وعقائد کا اثبات لاحاصل ہے۔ لہذا ہم نے بھی اس کتاب میں ان کتب کی احادیث پر حصر نہیں رکھا ہاں تائید وتقویت کے لئے کہیں کہیں ذکر کر دیا ہے اس کا کچھ مضائقہ نہیں محقق کو چاہئیے کہ اول احادیث کی تحقیق کرے پھر ان سے کوئی مسئلہ ثابت کرے کیونکہ جب تک ہمکو اس امر میں شک ہے کہ یہ حدیث حضرتؐ کی ہے یا کسی کی بنائی ہوئی ہے تو اس سے کیونکر استدلال کر سکتے ہیں۔

حدیث سے متعدد علوم پیدا ہوئے

تصنیفات حدیث کی سات قسمیں ہیں جوامع[1] - مسانید[2] - معاجم[3] - سنن[4] - اجزاء[5] رسائل[6] - اربعینات[7] جامع محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ جس میں سب قسم کی احادیث پائی جاویں - یعنی احادیث

عقائد۔ احادیث احکام۔ احادیث رقاق۔ کہ جن سے رقت قلبی حاصل ہو۔ احادیث آداب اکل وشرب قیام وقعود احادیث متعلقہ بتفسیر قرآن۔ احادیث تاریخ وسیر۔ احادیث فتن کہ جس میں فتنوں اور حوادث کا ذکر ہو۔ احادیث مناقب ومثالب یعنی عیب۔ علماء نے ان آٹھ فنوں کو جداگانہ بھی لکھا ہے پس احادیث عقائد کو علم التوحید والصفات کہتے ہیں اور احادیث احکام کو سنن کتاب الطہارت سے کتاب الوصایا تک بہ ترتیب فقہ اور احادیث رقاق کو علم سلوک وزہد کہتے ہیں۔ اور احادیث ادب کو علم ادب۔ امام بخاریؒ کی اس فن میں ایک کتاب کتاب الادب المفرد بھی ہے اور احادیث متعلقہ تفسیر کو تفسیر کہتے ہیں تفسیر ابن مردویہ۔ وتفسیر دیلمی وتفسیر ابن جریر وغیرہ مشہور تفاسیر ہیں۔ تفسیر دُرِ منثور جلال الدین سیوطیؒ سب کی جامع ہے۔ اور احادیث تاریخ وسیر[1] کی دو قسم ہیں وہ جو آسمان وزمین ملائکہ۔ حیوان۔ جن وشیاطین وانس کی پیدائش سے متعلق ہے اس کو بدء الخلق کہتے ہیں اور جو ہمارے نبی علیہ السلام اور صحابہؓ اور آلِ عظامؓ کے احوال ہیں آپ کی ابتدائے تولد سے وفات تک ہو اس کو سیر کہتے ہیں۔ اس فن میں سیرت ابن اسحٰق۔ سیرت ابن ہشام۔ سیرت ملا عمر اور سوائے ان کے بہت سی کتابیں ہیں بالفعل روضۃ الاحباب اگر بے تحریف وتبدیل ملے تو بہت غنیمت ہے مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی کی تصنیف اور سیرتِ شامیہ ومواہب لدنیہ بھی بسط سے ہیں اور احادیث فتن کو علم فتن کہتے ہیں اور احادیث مناقب اور مثالب کو علم المناقب کہتے ہیں۔ پس جس کتاب میں یہ سب علوم ہوں جیسے جامع ترمذی جامع بخاری اس کو جامع کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں چونکہ احادیث تفسیر وقرآت نہیں اس لئے اس کو جامع نہیں کہتے اور مسند اس کو کہتے ہیں کہ جس میں احادیث کو بہ ترتیب صحابہ جمع کیا جاوے موافق حروف تہجی کے یا موافق سبقت اسلام کے یا موافق شرافت نسب کے یعنی جو صحابی اوّل اسلام لایا اس کو حضرتؐ سے زیادہ قرابت ہے اس کی حدیث کو پہلے لادیں اور معجم وہ ہے کہ جس میں احادیث کو بہ ترتیب شیوخ جمع کیا جاوے اور یہاں بھی تقدم وفاتِ شیخ کو اعتبار کرتے ہیں یا موافق حروف تہجی کے ترتیب دیتے ہیں یا موافق

---

[1] سیرت سے محدثین کے نزدیک غزوات وجہاد بھی مراد ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

علم وزہد وتقویٰ شیخ کے ترتیب دیتے ہیں لیکن حروف تہجی کا اکثر اعتبار کیا جاتا ہے اور معاجم ثلثہ طبرانی اسی قسم کے ہیں اور سنن وہ کتاب ہے کہ جس میں احادیث احکام مذکور ہیں۔ مثل سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ وسنن نسائی جزء وہ کتاب ہے کہ جس میں ایک شخص خاص کی احادیث جمع کی جاویں مثل جزء حدیث ابی بکر یا مطالب ثمانیہ میں سے ایک مطلب کو خاص کیا جاوے مثل باب النیۃ وغیرہا رسالہ مطلق کتاب کو کہتے ہیں۔ مگر مراد یہ ہے کہ اس میں مطالب ثمانیہ میں سے کسی جزء خاص کو لکھتے ہیں جلال الدین سیوطی وحافظ ابن حجرؒ کو تصنیف رسائل میں بڑا ملکہ تھا اربعین چہل حدیث کو کہتے ہیں کہ چالیس حدیث ایک باب میں یا کئی میں ایک سند سے یا کئی سند سے لکھی جاویں۔ چہل حدیث بکثرت ہیں واللہ اعلم اللہ رب العالمین کے لاکھ لاکھ احسان ہیں کہ اس نے اپنے محمدؐ خاتم النبیین علیہ السلام کے دین کو قیامت تک سلامت رکھنے کی کیا عمدہ تدبیر کی کہ قرآن کو تحریف وتغیر سے محفوظ رکھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی بھی ایسی ہی محافظت کی آج جس قدر فرقہ باطلہ اپنی کتاب کو کتاب الٰہی کہتے ہیں بھلا وہ ایک ہی سند متصل سے اس کتاب کو اپنے نبی تک ثابت کردیں تواترا ورشہرت تو در کنار۔ فائدہ قرآن اور حدیث کا سند دین ہونا ظاہر ہے کیونکہ قرآن کتاب الٰہی ہے جیسا کہ پہلے اس کا اثبات ہو چکا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم قرآن میں بہت جا مذکور ہے۔ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ یعنی اللہ کی فرمانبرداری کرو۔ اور اللہ کے رسول کی سو اللہ کی فرمانبرداری اس کی کتاب پر عمل کرنا ہے اور رسولؐ کی فرمانبرداری رسول کے اقوال وافعال کی پیروی ہے۔

اجماع امت سوم اجماع امت محمدیہ علی صاحبہا السلام۔ تیسری اصل دین میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا اجماع ہے۔ پس جس امر میں اُمتؐ کا اتفاق ہو گیا وہ حق اور درست ہے کس لئے کہ یہ اُمت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی۔ کیونکہ

فائدہ۔ کتاب وسنت جمہور اہل اسلام کے نزدیک اصل وسند ہے ہاں قرآن معنی سمجھنے اور احادیث کے اعتبار وعدم اعتبار میں مختلف رائیں ہیں اجماع کو بھی جمہور مانتے ہیں گو اجماع کے شروط میں اختلاف ہے شیعہ اہل بیت ہی کے اجماع کو سند کہتے ہیں بعض اہل مدینہ کی اجماع کو سند کہتے ہیں۔ بعض صرف صحابہ کے اجماع کے قائل ہیں جمہور اہل سنت سب کو مانتے ہیں ۔ امت سے مراد علماء وصلحاء ہیں نہ عوام نہ جہلاء ۱۲ منہ۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ یعنی تم اے امت محمدیہ اچھی امت ہو پس اچھی امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ ورنہ اچھی نہ رہے گی اور تکذیب قرآن لازم آوے گی اور دوسری جگہ ہے وَمَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا یعنی جو شخص مومنین سے الگ ہو کر اور راہ چلے گا تو ہم اس کو وہی راہ چلائیں گے۔ اور پھر جہنم میں بٹھلائیں گے اور وہ بُری جگہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ مومنین جس راہ پر ہیں وہ درست ہے اور ان کے خلاف پر چلنے والا گمراہ ہے جہنم میں جاوے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ یعنی میری امت کبھی کسی گمراہی پر متفق نہ ہوگی وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ اور جہاں کسی امر میں مسلمانوں کے باہم اختلاف ہو تو جس طرف کثرت ہو اس راہ چلو۔ کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ رہتا ہے یعنی اللہ ان کا طرف دار ہوتا ہے پھر جو ان سے الگ ہوتا ہے تو وہ اکیلا جہنم میں جاوے گا اور بہت احادیث صحیحہ اس امر میں وارد ہیں اور یہ خاص اسی امت کو شرف حاصل ہے اور وجہ بھی اس کی ظاہر ہے کہ ایک رائے دوسرے کی رائے کے ملنے سے بہت قوی ہو جاتی ہے جس طرح بہت سے بال ملانے سے ایک قوی رسّی ہو جاتی ہے کہ توڑنے سے نہیں ٹوٹتی اگرچہ ایک بال کو جدا جدا کر کے ہر کوئی توڑ سکتا ہے اسی طرح ایک ایک شخص اگرچہ غلطی کر سکتا ہے لیکن جب بہت سے ہوں گے تو ایک کی رائے دوسرے کی رائے سے مل کر قوی ہو جائے گی۔ اجماع کے اقسام اور اسباب وغیرہ اصول فقہ میں مفصل ہیں یہاں ان کے ذکر کی حاجت نہیں۔

قیاسِ مجتہدین[۱] قیاس ایک حکم کو بسبب اشتراک علت دوسری جائے ثابت کرنا مثلاً تاڑی یا بھنگ یا افیون کو شراب کی طرح بسبب نشہ کے کہ وہ دونوں میں مشترک ہے حرام کر دینا حکم خفی کو ظاہر کر دینا ہے اور یہ قیاس کبھی قرائن پر مبنی ہوتا ہے جیسا کہ شراب کو قرآن میں حرام کیا ہے اور

---

[۱] قیاس کو بعض نہیں مانتے وہ فرقہ ظاہریہ ہے جن کا سردار داؤد ظاہری اصفہانی تھا۔ اور اس کے بعد میں ابن تیمیہ اور ابن حزم اور حال میں قاضی شوکانی تھا آج کل جو فرقہ غیر مقلد ہے وہ انہیں کا مقلد ہے ائمہ مجتہدین کے مسائل اجتہادیہ میں تقلید یا پابندی ضروری نہیں جانتے۔ اور عجب ہے کہ ہر کسی کو آزادی عطا کرتے ہیں خواہ قرآن و احادیث میں تدبیر کرنے کی لیاقت ہو یا نہ ہو اور سلسلہ منتظم اہل سنت کو درہم برہم کرتے ہیں آج کل مسلمانوں میں اس جھگڑے نے اور بھی نفاق پیدا کر دیا۔ ۱۲ مصنفہ

اس کی حرمت کی وجہ نشہ معلوم ہوئی۔ پس جس جس چیز میں نشہ دیکھا۔ سب کو حرام قرار دیا۔ اور کبھی سنت پر چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ گیہوں اور جو اور خرما اور نمک اور سونا اور چاندی کو دست بدست بدون زیادتی کے فروخت کرنا چاہیئے زیادتی سود ہے پس جو گیہوں کو گیہوں سے فروخت کرے تو ادھار نہ بیچے نہ زیادہ لے جس قدر اس کے گیہوں ہوں خواہ اچھے ہوں خواہ بُرے اتنے ہی لیوے پس ان چھ چیزوں پر چونے قلعی وغیرہ اشیاء ہیں کہ جہاں دونوں ایک جنس اور ایک قدر کے ہوں قیاس کیا اور حکم دیا کہ یہاں بھی ادھار زیادتی سود ہے۔ اور کبھی اجماع امت پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ جس لونڈی سے صحبت کرے اس کی ماں سے صحبت کرنا حرام ہے پس اس پر امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے قیاس کر لیا کہ جس سے زنا کیا ہو اس کی ماں سے بھی صحبت کرنا حرام ہے پس جو امر علماء نے قیاس سے ثابت کیا ہے وہ بھی ہمارے دین میں سند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ یعنی اے نگاہ والو عبرت پکڑو کفار کے حال کو دیکھ کر اور عبرت کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے مثل کی طرف رد کرنے کو گویا کہ یوں فرمایا ان کے حال پر اپنے حال کو قیاس کرو اور قیاس عام ہے خواہ عذاب کا عذاب پر خواہ فروع شرعیہ کا انکے اصول پر۔ ابو داؤد اور ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبل رضؓ کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو پوچھا کہ اے معاذ کیونکر فیصلہ کیا کرے گا جب کوئی جھگڑا تیرے پاس آویگا۔ عرض کیا کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ مسئلہ تجھے کتاب اللہ میں نہ ملا تو کیا کرے گا۔ عرض کیا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر وہاں بھی نہ ملا تو کیا کرے گا عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور بند نہ ہوں گا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ سب تعریفیں اس اللہ کو ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول کو ایسی توفیق دی کہ جس سے رسول اللہ خوش ہو گیا۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ رضؓ سے فرمایا تھا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھنا پس بعض صحابہ رضؓ نے یہ سوچ کر کہ آپ کا مقصد جلدی ہے اپنے مکان پر عصر پڑھی اور بعض نے اجتہاد نہ کیا بلکہ مطابق امر عالی کے وہاں

جاکر نماز پڑھی۔ لیکن حضرتؐ نے دونوں فریق کو اچھا کہا۔ اسی طرح ترمذی نے اور امام محمدؒ نے اپنے موطا میں اور ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرتؐ سے پوچھا کہ اگر کوئی ذکر کو ہاتھ لگادے آیا اس کو وضو کرنا لازم آتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی ایک عضو ہے منجملہ اعضاء کے پس یہ بھی قیاس ہے کہ اپنے ذکر کے مس سے وضو نہ ٹوٹنے کو اعضاء کے مس پر قیاس فرمایا۔ حاکم اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حاکم فیصلہ اجتہاد سے کرے پس اگر رائے صواب پر ہے تو اس کو دو اجر اور اگر خطا پر ہے تو ایک اجر ہے غرض اور بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ جن سے قیاس کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جمہور مسلمین سلف سے خلف تک سب اس کو حجت شرعی کہتے آئے ہیں پس اہل اسلام کا اس کے دلیل شرعی ہونے پر اجماع ہوگیا ہے بخلاف چند مخالفین کے اور کیونکر قیاس حجت شرعی نہ ہوگا حالانکہ وہ کسی حکم شرعی کو کہ وہ حکم ہر ایک کو معلوم نہ تھا ظاہر کردیتا ہے نہ کہ قیاس کسی چیز کو اپنی طرف سے ثابت کرتا ہے۔

ائمہ مجتہدین جو عالم کے احادیث اور قرآن کو خوب سمجھتا ہو جانتا ہو قوی وضعیف ناسخ منسوخ وغیرہ سب اقسام پہچانتا ہو باوجود اس کے مجمع علیہ ومختلف فیہ مسائل پر مطلع بھی ہو پھر اگر اس کو قیاس کی قدرت ہو تو وہ مجتہد ہے قیاس اور مجتہد کے دیگر شروط اصول فقہ میں مذکور ہیں ہرچند کہ مجتہد بہت سے گزرے ہیں لیکن ان سب میں یہ چار شخص بڑے نامی اور مقبول ہیں اول امام ابو حنیفہؒ بن ثابت کوفی ان کے زمانہ میں بعض اصحاب رسول بھی موجود تھے ان کے شاگردوں میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ بھی مجتہد تھے دوم امام مالکؒ بن انس مدینہ کے رہنے والے سوم امام محمدؒ بن ادریس شافعی چہارم امام احمدؒ بن محمد حنبل رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ان بزرگان دین نے قرآن اور احادیث سے مسائل نکال کر لوگوں کی آسانی کے لئے الگ جمع کردیئے اور اس کا نام فقہ رکھا۔ پس جس مسئلہ جزئیہ میں ان کا باہم اختلاف ہے وہاں ابو حنیفہؒ کے پیرؤں کو حنفی اور مالکؒ کے مقلدوں کو مالکی اور شافعیؒ کے ماننے والوں کو شافعی اور احمد بن حنبلؒ کے تابعداروں کو حنبلی کہتے ہیں۔

تقلید پہ دلیل اول اور ان مسائل میں ان کی پیروی کا نام تقلید ہے اور یہ تقلید

ضروری ہے کیونکہ ہر ایک کو قرآن مجید اور احادیث سے مسائل کا نکالنا بہت دشوار ہے سوائے مجتہد کے! ورکسی کا کام نہیں کیونکہ قرآن میں بعض آیات ناسخ اور بعض منسوخ ہیں پھر ان میں بعض مجمل بعض مفسر اور کوئی محکم اور کوئی متشابہ ہے۔ پھر کوئی لفظ عام اور کوئی خاص اور کوئی مشترک اور کوئی ماول ہے الغرض جس قدر اقسام اصول فقہ میں مذکور ہیں وہ سب قرآن میں ہیں پھر باعتبار ثبوت کے بھی احادیث کی بہت سی اقسام ہیں اور بعد ثبوت کے پھر یہ سب اقسام کتاب اللہ کے وہاں بھی موجود ہیں غرض اور بہت سی چیزیں ہیں کہ مسائل جاننے والے کو ان کا جاننا بہت ضروری ہے پس ان سب باتوں کی تحقیق خاص مجتہد ہی کا کام ہے گو ظاہر احکام کو اور لوگ بھی جان لیتے ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن و احادیث کی جزئیات پر عمل کرنا ہر مسلمان پر ضرور ہے اور عمل کرنا کسی چیز پر اس کو تفصیل سے جان لینے پر موقوف ہے اور تفصیل سے جاننا ان جزئیات کا مجتہد کے اجتہاد پر موقوف ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا پس قرآن و احادیث کی جزئیات پر عمل کرنا مجتہد کے اجتہاد پر موقوف ہے تو مجتہد کا اتباع اقتضاءً اس طرح واجب ہے جس طرح اس مسلمان کو کہ جو فرائض نہ جانتا ہو اس عالم کے اقوال کا ماننا کہ جو اسے فرائض بتلائے اقتضاءً فرض ہے۔

دوسری دلیل | اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ کہ قرآن ہر شے کی تفصیل ہے کہ اس میں سب احکام مندرج ہیں اور دوسری جگہ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ ہے یعنی قرآن میں ہر چیز کا بیان واضح ہے پس ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر مسائل جزئیہ موجود ہیں لیکن ہر شخص کو معلوم نہیں کیونکہ صدہا مسائل بیع و شرار کے سوائے کتب فقہ کے اور کہیں نہیں ملتے پس ظاہر ہوا کہ ان مسائل کے اصول قرآن میں موجود ہیں مجتہد لوگ ان پر قیاس[1] کر کے فروعات نکالتے ہیں پس قرآن کے فروعات پر عمل کرنا مجتہد کی تقلید پر موقوف ہے اور یہ عمل فروعات پر واجب بلکہ فرض ہے اور جس پر واجب یا فرض موقوف ہو بضرورت وہ چیز بھی واجب ہے مثلاً نماز فرض ہے اور یہ موقوف ہے طہارت پر پس پانی کا تلاش کرنا مصلی پر

---

[1] خود پیغمبر خدا علیہ السلام اور صحابہؓ سے کا قیاس کرنا ثابت ہو گیا ہے ۱۲ منہ فائدہ۔ امام ابو حنیفہؒ کی ولادت کوفہ میں جو اب اُجاڑ پڑا ہے صدر اسلام میں دار العلم تھا سنہ ۸۰ھ میں اور وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی اسی سال میں امام شافعیؒ کی ولادت ہوئی امام ابو حنیفہؒ کے بڑے بڑے محدث شاگرد ہیں عبد اللہ مبارک و وکیع وغیرہ وہ بڑے عالم اور پرہیزگار تھے ۱۲ منہ۔

واجب ہے گو قرآن میں اس کو واجب نہ فرمایا ہو اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ط یعنی اگر تم کو کوئی بات معلوم نہ ہو تو جاننے والوں سے دریافت کر لو مجتہد اہل ذکر ہیں کیونکہ باتفاق علماء اہل الذکر سے اس آیت میں اہل علم مراد ہیں اور وہ ائمہ مجتہدین ہیں۔ وقال تعالیٰ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یعنی اللہ کی تابعداری کرو کہ کتاب اللہ پر عمل کرو اور رسول کی تابعداری کرو کہ سنت رسول پر چلو اور اولی الامر کا کہا مانو یعنی مجتہدین کی اطاعت کرو کہ وہ اللہ اور رسول کا طریقہ اور وہ مسائل خفیہ جو تمہیں معلوم نہیں بتلاتے ہیں پس گویا ان کی اطاعت کرنا عین اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا ہے دوم اگر ہر شخص ان مسائل میں اپنی رائے کو دخل دیا کرے تو ایک فساد عظیم دین میں واقع ہو جائے صحابہؓ آنحضرت سے پوچھ لیا کرتے تھے پھر بعد میں جب نئے نئے واقعات پیش آئے اور قرون ثلثہ ہو چکے اور فتنہ و فساد دین میں شروع ہوا تب ان بزرگان دین نے قرآن و حدیث میں تتبع کر کے فقہ کو مرتب کیا اور مسائل جزیہ کو اپنے موقع پر لکھ دیا سو اس زمانے سے اب تک تمام امت مسائل جزیہ میں انہیں چاروں کی مقلد ہے پھر اب جو کوئی نئی راہ نکالے تو وہ سواد اعظم کو چھوڑتا ہے۔ افسوس کہ بعض صاحب آج کل عوام کو فتنہ میں ڈال رہے ہیں اور مجتہدین خصوص جناب امام ابوحنیفہؒ پر طعن کرتے ہیں کہ ان کے اقوال احادیث کے مخالف اور بے سند ہیں حالانکہ یہ طعن بالکل غلط ہے کس لئے کہ ان کی کوئی

لہ واضح ہو کہ اولی الامر سے مراد یہاں مجتہد ہیں کیونکہ اول فرمایا اللہ کی اطاعت پھر رسول کی اطاعت پس اگر سب سے ایک ہی چیز مراد ہوتی تو ایک ہی ذکر کافی تھا۔ اور یہاں تین کا جدا جدا ذکر کیا سو معلوم ہوا کہ اللہ کی اطاعت سے کتاب اللہ کا ماننا مراد ہے اور رسول کی اطاعت سے مراد ہے سنت رسول کی اطاعت ان مواضع میں کہ جہاں کتاب اللہ میں اس کی صراحت نہ ہو اور بعد اس کے اگر سنت رسول سے کوئی بات معلوم نہ ہو تو وہاں مجتہد کے قول کی اطاعت کرو۔ چنانچہ حدیث معاذ کی بھی صاف اس مطلب پر دلالت کرتی ہے اور دوسرے صاحب حکم اول اللہ ہے پھر رسول پھر رسول کا نائب جس کو کمال عملی اور علمی بھی حاصل ہو۔ سو یہ مرتبہ مجتہد کا ہے اور کامل اولی الامر یہی ہے ۱۲ منہ۔

فائدہ گو اولی الامر عام ہے حکام کو بھی شامل ہے مگر زیادہ تر یہ علماء مجتہدین پر صادق آتا ہے ۱۲ منہ۔

لہ اگر کوئی شبہ کرے کہ بیان صادق سے وجوب مطلق تقلید کا ثابت ہوتا ہے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہر شخص ائمہ اربعہ میں سے جمیع مسائل میں ایک امام کا بالخصوص مقلد ہوا کرے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو تلفیق کہتے ہیں اور یہ بالاجماع منع ہے اور اس کے منع ہونے پر بہت سی ادلہ قائم کئے ہیں اس مختصر میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے ۱۲ منہ۔

بات اور کوئی قول مخالف اور بے سند نہیں ہاں اگر وہ سند تمہیں نہ ملے تو تمہارا قصور ہے ان کے اجتہاد کی قبولیت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار برس سے زیادہ سے آج تک مسلمانوں میں اس کو جاری رکھا۔ اگر یہ تقلید گمراہی ہوتی تو نعوذ باللہ امت گمراہ شمار کی جاتی پھر اس امت کا خیر ہونا اور جس قدر فضائل قرآن و احادیث میں وارد ہیں سب غلط ہو جاتے۔

طبقات فقہاء فقہا کے سات طبقہ ہیں اول طبقہ میں مجتہد مطلق ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جو قواعد اصول مقرر کر کے بدون کسی کی تقلید کے استنباط احکام کرتے ہیں جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ دوم طبقہ میں مجتہد مطلق منتسب ہیں جیسا کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہیں حنفیوں میں سے اور ابن الصلاح و ابن دقیق العید و تقی الدین سبکیؒ و تاج الدین سبکیؒ سراج بلقینیؒ و ابن زملکانیؒ شافعیوں میں سے اور مثل ابن عبد البرؒ و ابی بکرؒ ابن العربی مالکیوں میں سے اور حنبلیوں میں سے اس طبقہ میں کوئی نہیں گزرا پس یہ لوگ اپنی قوت سے اجتہاد کر کے مسائل نکالتے ہیں اور فروع اور اصول میں کسی اصول کے مقلد نہیں مگر اپنے اجتہاد میں اپنے امام کا طریقہ مرعی رکھتے ہیں اس لئے ان کی طرف منسوب ہیں۔ طبقہ سوم میں مجتہد فی المذہب ہیں کہ جہاں ان کو ان کے امام کی فقہ میں کوئی مسئلہ صراحتہً نہ ملا تو انہوں نے اپنے امام کے قواعد کلیہ سے اس کو اجتہاد کر کے ثابت کیا مگر یہ لوگ اکثر اپنے امام کے اصول و فروع میں مخالفت نہیں کرتے جیسا کہ طحاوی و کرخی و سرخسی و خصاف و حلوائی طبقہ چہارم میں اصحاب التخریج ہیں کہ وہ اجتہاد پر ہرگز قادر نہیں مگر اس سبب سے کہ ان فروع و اصول میں کمال نظر ہے کسی حکم مجمل کی کہ وہ ابو حنیفہؒ یا ان کے شاگردوں سے منقول ہو یا کسی قول مبہم کی کہ جس کے دو معنی ہو سکتے ہیں تفصیل اور تاویل کر سکتے ہیں اور اس طبقہ میں قاضی خان اور ابی بکر رازی وغیرہ ہیں بلکہ صاحب ہدایہ بھی اسی طبقہ میں داخل ہے پنجم طبقہ میں اصحاب الترجیح ہیں یہ لوگ نہ اجتہاد کی طاقت رکھتے ہیں نہ تخریج کر سکتے ہیں لیکن قوی اور ضعیف میں تمیز کر کے قوی کو ضعیف پر ترجیح دے سکتے ہیں

۱؎ بعض علمائے طبقہ مجتہد فی المسائل کو طبقہ مجتہد فی المذہب سے جدا گنا ہے اور مجتہد فی المسائل امام طحاوی و کرخی و سرخسی خصاف و حلوائی کو کہا ہے اور مجتہد فی المذہب ابو یوسفؒ اور محمدؒ اور زفرؒ کو قرار دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مجتہد فی المسائل مجتہد فی المذہب ایک ہی طبقہ میں داخل ہیں۔ کما لا یخفیٰ۔ ۱۲ منہ

مانند ابی الحسین احمد قدوری کے ششم طبقہ میں وہ ہیں کہ فقط اتنی تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ روایت قوی مفتی بہ ہے یا نہیں یا یہ مسئلہ ظاہر الروایۃ کا ہے یا روایت نوادر کا مانند شمس الائمہ محمد کردری اور جمال الدین حصیری اور صاحب کنز اور صاحب المختار وغیرہ مصنفین متون کے ہفتم طبقہ میں وہ لوگ مقلد ہیں کہ جن کو اس قدر بھی طاقت نہیں۔ اور حقیقت میں یہ لوگ نقہاء میں داخل نہیں جب فقہا کے طبقات معلوم ہوئے تو اب ان کی تصنیفات کے طبقات بھی معلوم کرنے چاہئیں۔

طبقات مسائل حنفیہ | واضح ہو کہ یہ کتاب اردو زبان میں خاص ہند کے مسلمانوں کے لئے تحریر کی گئی ہے اور اہل ہند اکثر بلکہ کل حنفی ہیں لہٰذا مسائل حنفیہ کے طبقات کو بیان کرتا ہوں پس مسائل حنفیہ کے تین طبقے ہیں اول طبقے میں وہ مسائل ہیں کہ جو ظاہر الروایات سے ثابت ہیں اور ظاہر الروایات امام محمدؒ کی ان چھ کتابوں کو کہتے ہیں مبسوط۔ زیادات۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر صغیر۔ سیر کبیر۔ ان چھ کتابوں میں امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور اپنے متفق علیہ اور مختلف فیہ سب مسائل لکھ دیئے ہیں۔ اور ان کتابوں کو ظاہر الروایۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مصنف سے بروایت متواتر یا مشہور کہ جو ظاہر ہے ثابت ہوتی ہیں۔ طبقہ دوم میں وہ مسائل کہ جو ائمہ مجتہدین سے سوائے ظاہر الروایت کے اور کتابوں سے ثابت ہیں مثل محیط اور رقیات یعنی وہ مسائل کہ جو امام محمدؒ نے شہر رقیہ میں جمع کئے تھے۔ اور کیسانیات یعنی وہ مسائل کہ جو امام محمدؒ نے ابن عمر و سلیمان بن شعیب کیسانی کو لکھوا دیئے تھے۔ اور ہارونیات جو ہارون رشید کے عہد میں جمع کئے تھے اور کتب امالی کہ جو امام ابو یوسفؒ سے منقول ہیں۔ وغیر ذلک اور ان کو نوادر کہتے ہیں۔

طبقہ سوم وہ مسائل ہیں کہ متاخرین مشائخ نے اصول حنفیہ کے موافق حسب ضرورت آپ اجتہاد کر کے ثابت کئے ہیں۔ اور ان کو فتاوے اور واقعات بھی کہتے ہیں۔ اور اس طبقہ میں اول کتاب نوازل فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے جو بڑے محقق تھے تصنیف کی۔ پھر بعد ان کے اور بہت سی کتابیں اس میں تصنیف ہوئیں جیسا کہ مجموع النوازل والواقعات للناطفی والصدر الشہیدؒ کے پھر متاخرین نے طبقہ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ کے مسائل کو مخلوط کر کے

لہ جو امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں نے ادلہ اربعہ یعنی قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے ثابت کئے ہیں ۱۲ منہ۔

ایک جگہ جمع کر دیا جیسا کہ فتاوی قاضی خان وغیرہ۔

اعتراضِ محض اور اس کا جواب اور بسبب اس خلط کے بعض متعصب لوگوں کو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ پر اعتراض کا موقع ہاتھ آیا کس لئے کہ ان فتاووں میں ایسے بھی بعض مسائل ہیں کہ جو احادیثِ صحیحہ کے مخالف ہیں یا وہ اصول شرعیہ پر مبنی نہیں۔ پس وہ ائمہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کو علم حدیث میں دخل نہ تھا۔ لیکن یہ اعتراض بیجا ہے کیونکہ ائمہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ اصل شرعی سے ثابت نہ ہو کس لئے کہ ان کے زمانے میں چند صحابہؓ اور ہزار ہا تابعین جلیل القدر موجود تھے۔ اور ان کو شب و روز اس کی تلاش تھی اور شہر کوفہ بڑا دار العلم بھی تھا۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود ان امور کے ان کو صحیح حدیث نہ ملی۔ کئی قرن بعد والوں کو ملی اور جن کتابوں میں ان کے مسائل کی ادلہ مذکور ہیں متعصب کو لازم ہے کہ وہاں دیکھے کوئی مسئلہ بے دلیل شرعی نہ پاوے گا پس اگر احادیث صحیحہ کے مخالف یا بے اصل شرعی ہیں تو متاخرین کی بعض تفریعات ہیں کہ جو انہوں نے ائمہ کے اصول سے مستنبط کر کے فتاووں میں درج کر دیئے اور اس میں بھی وہ معذور بلکہ ماجور ہیں کیونکہ ان کی نیت بخیر تھی۔ لہٰذا مفتی محقق کو واجب ہے کہ تحقیق کر کے فتوے دیوے اور اس کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا یہ قول عقد الجید میں ہے کہ مسائل مفتی بہ تین قسم پر ہیں۔ ایک وہ کہ ظاہر الروایۃ میں ثابت ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ قبول کئے جاویں دوسری قسم روایت شاذہ امام ابو حنیفہؒ امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ سے ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اصول کے موافق ہے تو قبول کئے جاویں ورنہ نہیں تیسری قسم متاخرین کی تخریج ہے کہ اس پر جمہور متفق نہیں ہیں۔ پس ان کو اصول اور کلام سلف کے نظائر سے مطابق کیا جاوے اگر مطابق ہوں تو خیر ورنہ ان کو ترک کیا جاوے انتہیٰ کلام۔

تنبیہ البتہ یہ بھی زیادتی ہے کہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں تفریعات فتاوی پر خواہ صحیح ہوں یا نہ ہوں عمل کیا جاوے اور احادیث صحیحہ پر عمل کرنا مذموم سمجھا جاوے اصل مقصود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے اور ائمہ کبار کی تقلید بھی اسی وجہ سے واجب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے قول کے شارح ہیں۔ کچھ زید و بکر کی اطاعت فرض نہیں ہے الٰہی افراط و تفریط سے بچاوے۔

معتبر کتب | متاخرین کے نزدیک یہ کتابیں بہت معتمد ہیں وقایہ مختصر القدوری کنز الدقائق اور بعض کے نزدیک یہ چار کتابیں معتبر ہیں وقایہ۔ کنز الدقائق۔ مختار۔ مجمع البحرین۔ پس جب ان کتابوں کے مسائل اور کتب سے کہیں مخالف ہوں تو ان پر اعتماد کرنا چاہیئے کیونکہ ان کے مصنفین اعلیٰ درجہ کے تھے باوجود اس کے انہوں نے بالتزام ان کتابوں میں فقط ظاہر الروایۃ کے مسائل درج کئے ہیں اور سوائے ان کتابوں کے اور بہت سی فقہ کی کتابیں متون اور شرح اور فتاویٰ معتبر ہیں کہ ان کے نام کی یہاں گنجائش نہیں مثلاً شرح وقایہ۔ ہدایہ و فتح القدیر۔ بحر و فتاویٰ قاضی خاں وفتاویٰ ظہیریہ و درر تنویر الابصار و شرح در مختار و اشباہ والنظائر وغیر ذلک من تصانیف المتاخرین والمتقدمین لیکن کتب فقہ کے اعتبار کے واسطے قاعدہ کلیہ ہے کہ جس کتاب میں مسائل ظاہر الروایت کے ہوں اور مصنف اس کا مشہور و مقبول ہو وہ کتاب فقہ میں اعلیٰ طبقہ میں ہے۔ اور جس میں یہ وصف نہیں وہ ادنیٰ میں ہے اور ان دونوں میں بہت سے مراتب ہیں۔ اور انہیں اعتبارات سے یہ کتابیں غیر معتبر ہیں۔ قنیہ محیط برہانی سراج وہاج شرح مختصر القدوری مشتمل الاحکام لفخر الدین رومی کنز العباد علی بن احمد غوری کی تصنیف ملا علی قاریؒ نے طبقات حنفیہ میں لکھا ہے کہ اس شخص کی ایک کتاب مفید لمستفید بھی ہے جس میں مکروہات مذہب بھر دیتے ہیں اور ایک کنز العباد ہے اس میں بہت سی واہیات احادیث کہ جن کی کہیں سند نہیں بھر دی ہیں مطالب المومنین شیخ بدر الدین تاج بن عبد الرحیم لاہوری کی تصنیف خزانۃ الروایات قاضی جگن حنفی ہندی ساکن قصبۂ کن کی تصنیف اور کن ملک گجرات میں ہے شرعۃ الاسلام محمد بن ابی بکر جوغی کی تصنیف جوغ سمرقند کے نزدیک ایک گاؤں ہے فتاوے الصوفیہ فضل اللہ محمد بن ایوب کی تصنیف فتاویٰ الطوری فتاویٰ ابن نجیم۔ فتاوے برہنہ کذا فی کتب الطبقات ماسوا ان کے اور بہت سی کتابیں غیر معتبر ہیں ذرا سمجھ کر فتویٰ دینا چاہیئے جس کو زیادہ تحقیق منظور ہو وہ اس فن کی بڑی کتابوں میں دیکھ لے۔

مجتہد سے اجتہاد میں کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے | یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے لیکن مختصراً یوں ہے کہ بعض علماء کے نزدیک مجتہد کی رائے میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔

کیونکہ ان کے نزدیک وہاں وہی حکم من جانب اللہ ہے کہ جس کی طرف مجتہد کی رائے گئی اور
کوئی حکم مقرر نہیں تھا کہ جس کی مخالفت سے خطا اور موافقت سے صواب پر کہا جاوے
لیکن تحقیق یہ ہے کہ مجتہد کی رائے میں کبھی غلطی ہو بھی جاتی ہے بہت سی احادیث اس مضمون
کی وارد ہیں کہ جن میں صاف ہے کہ اگر مجتہد خطا کرے تو ایک اجر اور رائے صواب لگ دے
تو دو اجر اس کو ہیں چنانچہ پہلے ذکر اس کا گزرا ہے دوم جو چیز قیاس سے ثابت ہوا کرتی
ہے تو گویا وہ نص سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ قیاس مظہر ہے نہ مثبت اور نص سے ایک
ہی چیز ثابت ہوتی ہے پس جہاں دو مجتہدوں کا اختلاف ہوگا تو لامحالہ ایک غلطی پر
ہوگا۔ ورنہ دو چیز کا ایک نص سے ثابت ہونا لازم آوے گا۔ تیسرے موضع اختلاف
میں اگر مجتہد کی رائے صائب ہو تو واقع میں ایک چیز کا واجب اور غیر واجب ہونا ثابت
ہو جائے کذا قیل۔ فائدہ۔ جس جگہ مجتہد کی غلطی معلوم ہو جائے پھر وہاں تقلید اس کے
قول کی نہ کرنی چاہیئے۔ لیکن مجتہد کی غلطی ثابت کرنا بڑے عالم کا کام ہے اور اس کے لئے
بہت سے علوم درکار ہیں نہ یہ کہ اپنی رائے ناقص سے ہر کس و ناکس کسی کے قول یا کسی حدیث
ضعیف یا ماول کے استناد پر غلطی مجتہد کی ثابت کرے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگوں میں
یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ نفس مطلب حدیث کا بھی خوب نہیں سمجھ سکتے اور تحقیقات تو درکنار
پھر مجتہدوں پر طعن کرتے ہیں نعوذ باللہ من شرور انفسہم۔

فصل ۷۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک قسم کا نام فرشتہ ہے۔

قرآن و احادیث بلکہ کتب سابقہ بھی فرشتوں کے ذکر سے پُر ہیں اور اہل نقل
اور عقل میں سے کوئی ملائکہ کا انکار بھی نہیں کرتا لہٰذا دلیل کی حاجت نہیں۔ فائدہ۔
فرشتہ کی حقیقت میں اختلاف ہے جمہور اہل اسلام کے نزدیک فرشتہ جسم لطیف ہے
جو ہر صورت میں آسکتا ہے اور افعال قویہ اپنی شان کے موافق کر سکتا ہے حکمار کے نزدیک
جوہر مجرّد ہے کہ مادیات سے تعلق ایجاد متعلق ہے نہ وہ مرد ہیں نہ عورت، کھانے پینے سے اور
جو چیزیں کھانے پینے سے پیدا ہوتی ہیں سب سے پاک ہیں پس سونا۔ پیشاب و پاخانہ
شہوت وغیرہا چیزوں سے دور ہیں بلکہ صفات بشریہ سے جیسا کہ غضب اور حسد اور بغض

اور تکبر اور حرص اور ظلم سب سے بری ہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہیں نہ آگے ان کے کوئی اولاد ہے۔

مشغول عبادت ہیں ہر وقت اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں بلکہ ان کی زندگی بھی یہی ہے پس کسی وقت غافل نہیں ہوتے کما قال اللہ تعالیٰ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْأَمُوْنَ ط یعنی رات دن اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں۔

نافرمانی نہیں کرتے کسی کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جس چیز کا حکم ہوتا ہے فوراً بجالاتے ہیں قال تعالیٰ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ط یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی امر میں نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم ہوتا ہے اس کو کرتے ہیں پس سب ملائکہ کبیرہ صغیرہ گناہ سے پاک ہیں ابلیس جو کافر ہوگیا اس نے اللہ کی نافرمانی کی تو یہ حقیقت میں فرشتہ نہ تھا بلکہ اصل میں جن تھا۔ کثرتِ عبادت کے سبب فرشتوں میں بلا رہا کرتا تھا۔ کما قال تعالیٰ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ یعنی قوم جن میں سے تھا آخر نافرمان ہوا حکم الٰہی سے بسبب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے اور ہاروت وماروت: صحیح یہی ہے کہ وہ دو فرشتے نہ تھے بلکہ دو شخص تھے جن کو مجازاً فرشتہ کہتے ہیں اور جس قرأت میں ملِکین کو بالکسر پڑھا ہے وہ اس کی موید ہے اللہ کو اس قوم کی آزمائش منظور تھی اور اس قوم کو جادو سے نہایت شوق تھا۔ پس جو شخص ان سے جادو سیکھنے آتا تھا اوّل اس سے یہ کہہ دیتے تھے اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَکْفُرْ کہ ہم آزمائش کو آئے ہیں جادو سیکھ کر کافر نہ ہو پس جس کو اللہ ثابت رکھتا وہ نہ سیکھتا۔ ورنہ سیکھ کر کافر ہوتا۔ اور غضب الٰہی میں شامل ہوتا اب رہا چاہِ بابل میں معذب ہونا سو یہ کسی نص قرآنی سے ثابت نہیں۔ اور نہ کسی اور سند صحیح سے ثابت ہوا اور زہرہ کا قصہ جو نقل کرتے ہیں وہ بے اصل ہے اس کے راوی اکثر ضعیف ہیں۔ کس لئے کہ فرشتہ سے یہ امر ناممکن ہے کیونکہ جو کھاتے پیتے نہیں ان سے یہ حرکت نہیں ہوسکتی۔ اور پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ فرشتے کھاتے پیتے کچھ نہیں۔

مختلف کاموں پر مامور ہیں وہ بہت سے ہیں پس جس جس کام پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مقرر کردیا اس کو کرتے ہیں۔ تعداد ملائکہ کی اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن اس کثرت سے ہیں کہ کوئی چیز

آسمان و زمین کی ان سے خالی نہیں پس بعض کو اللہ نے ابر سے متعلق کر رکھا ہے اور بعض کو ہوا سے اور بعض روزی پہنچانے پر مقرر ہیں اور بعض جان قبض کرنے پر مقرر ہیں بعض آدمی کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں کما قال تعالیٰ وَ اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ط۔ یعنی تم پر بزرگ محافظ چھوڑ رکھے ہیں کہ وہ تمہارے اعمال لکھتے ہیں اور جو جو تم کرتے ہو وہ اس کو جانتے ہیں اور بعض آدمی کو بلیّات سے محافظت رکھنے پر مقرر ہیں کما قال تعالیٰ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللہ یعنی انسان کی امر الٰہی سے محافظت کرتے ہیں اور بعض عرش الٰہی کے گرد تسبیح و تہلیل کرنے پر مقرر ہیں اور بعض عرش کے اٹھانے والے ہیں قال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ یعنی جو فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اللہ کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں اور بعض صور پھونکنے پر مقرر ہیں اور بعض قبر میں مردہ سے سوال کرنے پر مقرر ہیں اور بعض دوزخ میں عذاب کرنے پر اور بعض جنّت میں مومنین کے کاروبار پر مقرر ہیں الغرض ہر ہر جزو عالم دنیا و آخرت کے ساتھ فرشتے مقرر اور موکل ہیں۔

سب سے مقرّب چار ہیں لیکن ان سب میں یہ چار فرشتے سب سے افضل اور مقرّب ہیں۔ جبرئیلؑ میکائیلؑ۔ اسرافیلؑ۔ عزرائیلؑ علیہم السلام سب سے افضل ہونا ان کا حدیث سے ثابت ہے اور جمہور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے اور ماسوائے ان کے اور بھی بہت سے ملائکہ اللہ کے نزدیک بڑے مقرّب ہیں۔ فائدہ۔ جبرئیل انبیاء علیہم السلام پر وحی لایا کرتے تھے اور میکائیلؑ حکم الٰہی سے خلق کو روزی پہنچاتے ہیں اور مینہ کا سامان کرنے پر موکل ہیں اور اسرافیل قیامت کو صور پھونکیں گے اور عزرائیل عالم کی ارواح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل ۸ ۔ ایمان کے بیان میں۔

بحث اول ایمان کی ماہیت شرع میں ایمان یہ ہے کہ جو چیزیں نبی اللہ کی طرف سے بندوں کے پاس لائے ہیں اس کو دل سے سچ جانے اور زبان سے اقرار کرے مجملاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع امور میں کہ وہ ان کو اللہ کی طرف سے لائے ہیں اور قطعی الثبوت ہیں دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان اجمالی ہے اس کا رتبہ ایمان تفصیلی سے کم نہیں

پس جو مجملاً یہ کہہ کے مریگا تو مومن شمار کیا جاوے گا۔ اور ایمان اجمالی میں کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ صدق دل سے کہنا کافی ہے پس جس نے یہ کہا مومن ہوا۔ اور ایمان تفصیلی یہ ہے کہ جس قدر دین کی چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یقیناً ثابت ہیں تفصیل سے ایک ایک کو سچ جاننے اور ان کے حق ہونے کا اقرار کرے اور اگر ان میں سے ایک کا بھی انکار کرے گا تو قطعی کافر ہوگا اور کفار کی مانند ابدالآباد جہنم میں رہے گا۔ نعوذ باللہ منہا جو چیزیں قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہیں اور جو خبر متواتر سے ثابت ہیں ان کا ثبوت یقینی ہے چنانچہ اس کی تفصیل پہلے ہم بیان کر چکے ہیں وہاں دیکھ لینا چاہیئے پس وہ یقینی الثبوت چیزیں ہیں کہ جن پر ایمان تفصیلی میں ایک ایک پر تفصیل سے ایمان لانا واجب ہے بہت ہیں لیکن ان میں سے ان پانچ چیزوں کی زیادہ تاکید ہے اوّل اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے اس کو اس کے جمیع صفات حسنہ سے موصوف اور بُری صفتوں سے پاک سمجھے دوسرے فرشتوں کو حق سمجھے تیسرے تمام انبیاء علیہم السلام کو چوتھے کتابوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر خلق کی ہدایت کے لئے نازل کی تھیں پانچویں یہ کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے اور قیامت کے آنے کو حق سمجھے سو قرآن مجید میں ان چیزوں پر ایمان لانے کی بہت تاکید ہے اور جا بجا ان کا ذکر ہے از انجملہ یہ آیت ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا اے مومنو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) اور اس کتاب پر جو اتاری گئی ہے (تورات و انجیل وغیرہ) اور جو انکار کرے گا اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا پس تحقیق وہ بہت گمراہ ہوا اسی سبب عقائد میں ان چیزوں کے اثبات کے لئے علیحدہ باب مقرر کئے گئے ہیں اور وہاں ہر ایک کی تحقیق کی گئی ہے اور حدیث میں بھی ان کا بہت ذکر ہے کہ قدر مشترک ان کا حد تواتر کو پہنچ گیا ہے چنانچہ بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی تفسیر پوچھی پس آپ

نے فرمایا اَنْ تُؤْمِنَ بِاللہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ الحدیث
ایمان یہ ہے کہ اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں
کو اور قیامت کے دن کو حق جانے اور اس کے بعد حضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ نیکی بدی اللہ کی تقدیر
سے ہے اس پر بھی ایمان لاوے اسی جائے سے اہل سنت والجماعت کے ہاں تقدیر پر بھی ایمان
لانا چاہیئے۔ کیونکہ فرادیٰ فرادیٰ حدیث اگرچہ احاد ہیں لیکن سب سے ایک مضمون کہ جس سے
تقدیر پر ایمان لانا ثابت ہے حد تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ لہٰذا منکر تقدیر کو بعض نے کافر کہا ہے
لیکن ان پانچ چیزوں پر ایمان لانے میں سب فرقے اہل اسلام کے متفق ہیں اور ان میں سے کسی
کا بھی کوئی انکار کرے گا تو سب کے نزدیک بالاتفاق کافر ہو گا۔

بحث دوم | یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ ایمان تصدیق قلب اور زبان کے اقرار سے حاصل ہے سو یہ نزدیک
امام شمس الائمہ اور امام فخر الاسلام کے ہے لیکن ان کے نزدیک بھی عذر سے زبانی اقرار کرنا
ضروری نہیں بلکہ وہاں فقط دل ہی سے تصدیق کرنا ضروری ہے جیسا کہ حالت اکراہ میں[1] لیکن
جمہور محققین اور امام ابو منصور ماتریدی کے نزدیک ایمان فقط ان چیزوں کو دل سے تصدیق
کرنا اور سچا جاننا ہے اور زبان سے اس کی سچائی کا اقرار کرنا دنیا میں احکام جاری کرنے کے
لئے شرط ہے کیونکہ تصدیق قلبی ایک پوشیدہ چیز ہے ہر ایک شخص اس کو نہیں جانتا۔ پس
ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی علامت ہو کہ اس سے وہ تصدیق معلوم ہو جایا کرے۔ سو وہ
علامت زبانی اقرار ہے جس شخص نے دل سے تصدیق کی اور اقرار زبانی نہ کیا تو وہ اگرچہ
احکام دنیا میں مؤمن نہ شمار کیا جاوے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مؤمن ہے۔ اور
جس نے دل سے تصدیق نہ کی اور فقط زبان سے اقرار کیا تو وہ لوگوں کے نزدیک ظاہر احکام
میں مؤمن لیکن اللہ کے نزدیک وہ شخص کافر ہے۔ اور اس کو منافق کہتے ہیں اور اس

---

[1] یعنی اگر کوئی شخص کسی مؤمن کے قتل پر آمادہ ہو کر اس سے یوں کہے کہ تو اللہ یا اس کے رسول کا انکار
کر یا کوئی اور کلمہ کفر کہلاوے پس اگر وہ مومن دل سے نہ کہے بلکہ زبان سے اس کی بلا دور کرنے کو کہے گا کافر نہ
ہو گا۔ کیونکہ اکراہ یعنی زبردستی کا وقت ہے اور اس وقت میں دل سے خدا اور رسول کی تصدیق کافی ہے۔
زبانی اقرار شرط نہیں پس اگر زبانی اقرار ایسے وقت میں فوت ہوا تو کافر نہ ہوا ۱۲ منہ۔

قول کی تائید کرتے ہیں یہ نصوص قال اللہ تعالیٰ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ۔ ان لوگوں کے دلوں میں ایمان لکھا ہے ثابت ہوا کہ ایمان دل سے ہے نہ زبان سے وقال تعالیٰ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ کہ دل اس کا ایمان سے مطمئن ہووے وقال وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اے اعراب ابھی تمہارے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے ان سے بھی یہی مدعا ثابت ہوا۔

سوال۔ اگر ایمان فقط دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے تو دل سے کافر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ یعنی وہ کافر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جانتے ہیں کہ وہ نبی ہیں جیسا کوئی اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے اور بھولتا نہیں۔

جواب۔ معرفت اور چیز ہے تصدیق اور چیز ہے معرفت بے اختیار علم ہے جیسا کسی کی نظر دیوار پر اچانک جا پڑے اور بعد نظر پڑنے کے خواہ مخواہ اس کو اس دیوار کا علم آجاتا ہے اور تصدیق یہ ہے کہ اختیار اور ارادہ سے کسی چیز کو جانے معرفت فقط جان لینا ہے اور تصدیق مان لینا ہے اور قبول کرنا ہے سو کافر لوگ آثار نبوت دیکھ کر جانتے تھے بے اختیار ان کو علم حاصل تھا لیکن مانتے نہ تھے حاصل یہ ہے کہ ان کو معرفت حاصل تھی یہ ایمان نہیں اور تصدیق جو ایمان ہے وہ حاصل نہ تھی۔

بحث تیسری | اعمال صالحہ سے ایمان کو روشنی اور رونق حاصل ہوتی ہے لیکن اعمال صالحہ ایمان میں داخل نہیں کہ اس کا جزو ہو ویں اسی سبب سے بداعمال کرنے سے ایمان نہیں جاتا ہاں رونق جاتی رہتی ہے اور دلیل یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی صحت کے واسطے ایمان کو شرط ٹھیرایا ہے اور مشروط شرط میں داخل نہیں ہوتا قال تعالیٰ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ یعنی جو کرے نیک کام خواہ مرد ہو خواہ عورت بشرطیکہ مومن ہو اور دوسرے معطوف معطوف علیہ سے غیر ہوتا ہے حالانکہ قرآن میں اعمال کو ایمان پہ عطف کیا ہے اور اعمال کو معطوف اور ایمان کو معطوف علیہ قرار دیا ہے اس قاعدے کے بموجب ایمان سے اعمال غیر ہونے چاہئیں کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تیسرے جس شخص سے کہ بعض اعمال صالحہ ترک ہو جاویں۔ اس کو بھی مومن کہا ہے کما قال وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا۔ اگر دو گروہ مومنوں کے آپس میں لڑائی کریں حالانکہ لڑائی کرنا گناہ ہے لیکن اس کو بھی مومن کہا چوتھے اصل ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے اعمال اس میں داخل نہیں ہو سکتے سو یہ ضعیف رائے فرقہ معتزلہ کی ہے کہ وہ اعمالِ صالحہ کو نفسِ ایمان کا جزء کہتے ہیں اور جس سے گناہ کبیرہ ہو جائے اس کو اس بنا پر مومن نہیں کہتے۔ لیکن جمہور محدثین اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور اوزاعیؒ اعمالِ حسنہ کو کامل ایمان کا جزء کہتے ہیں کہ کامل ایمان بدون اعمالِ حسنہ کے ہرگز نہ ہوگا۔ پس جس سے اعمال ترک ہوں گے اس کا ایمان کامل نہ رہے گا ہاں نفس ایمان باقی رہے گا۔ اعمال حسنہ کو نفس ایمان کا جزء نہیں قرار دیتے کہ جزء کے جانے سے وہ نفسِ ایمان بھی جاتا رہے سو یہ رائے امام شافعیؒ کی بہت درست ہے اور مطابق ہے قرآن و حدیث کے اور اس رائے پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔ فائدہ۔ انسان کو چاہیئے کہ دل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع امور میں تصدیق اور زبان سے اقرار کرے اور اعمالِ حسنہ بھی کرے تاکہ سب کے نزدیک بالاتفاق مومن کامل ہو جاوے۔

بحث چوتھی | بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا اور بعض کہتے ہیں ہوتا ہے سو اول رائے امام ابوحنیفہ کی ہے اور دوسری امام شافعیؒ کی، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایمان فقط تصدیق قلب کا نام ہے۔ سو وہ کسی عمل صالح کے کرنے نہ کرنے سے کم زیادہ نہیں ہوتی اور امام شافعیؒ ایمان میں اعمال کا اعتبار کرکے باعتبار کم زیادہ ہونے اعمال کے ایمان میں زیادتی کمی تصور فرماتے ہیں۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ اگر اعمال کا اعتبار نہ کریں تب بھی تصدیق کو ایک دوسرے کی تصدیق سے باعتبار قوت اور ضعف یقین کے کم زیادہ کہہ سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ امت میں سے کسی کی تصدیق قلب جبرئیلؑ یا نبی علیہ السلام کی تصدیق کے برابر نہیں ہو سکتی اور تائید کرتی ہے اس کی یہ آیت قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي۔ یعنی اے ابراہیم تو ہماری قدرت پر ایمان نہ لایا کہ مشاہدہ طلب کرتا ہے۔ ابراہیم نے کہا ایمان تو لایا ہوں لیکن اطمینان کیلئے مشاہدہ چاہتا ہوں لیکن اس بحث پر کچھ اثر

مترتب نہیں بلکہ ایک تحقیق علمی ہے۔

ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے[1]

شرع میں جس کو مؤمن کہتے ہیں اس کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور جو مسلمان ہے وہ مومن بھی ہے کس لئے کہ اسلام خضوع اور احکام الٰہی کے قبول کرنے کو کہتے ہیں اور یہی بات تصدیقِ قلبی میں ثابت ہے کیونکہ تصدیق بھی مان لینے اور قبول کرنے کو کہتے ہیں پس بدون ایمان کے اسلام نہ پایا جاوے گا۔ اور بغیر اسلام کے ایمان نہ ثابت ہوگا۔

ایمان میں شک نہ چاہیئے!

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار کیا تو وہ شخص قطعی مومن ہوگیا۔ اور وہ شک کے طور پر یوں نہ کہے کہ میں مؤمن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ بلکہ انشاء اللہ کے لفظ کو ترک کرے کس لئے کہ جب ایمان پایا گیا تو وہ قطعی مؤمن ہوا پھر شک کے لئے انشاء اللہ کا اس کے ساتھ ملانا منع ہے ہاں اگر اس نیت سے کہے کہ خاتمہ کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے یا متبرک سمجھ کر کہے تو درست ہے لیکن بہر حال نہ کہنا اولیٰ ہے کیونکہ اس کلمہ کے کہنے سے سننے والے کو اس کا شک ثابت ہوگا۔ سو یہ بھی بُرا ہے اور اگر واقع میں اس قائل کو اپنے ایمان میں شک ہے تو یہ کفر ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

عذاب موت کے بعد ایمان مقبول نہیں

باس، شدت اور عذاب کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد آخرت کا احوال دیکھنا ہے کہ موت کے وقت ہر شخص کو نظر آیا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر شخص موت کے وقت اپنی جگہ دیکھتا ہے مؤمن کو جنت کافر کو دوزخ نظر آتی ہے اگر ایسے وقت کوئی کافر ایمان لاوے تو یہ ایمان بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہ ہوگا کما قال تعالیٰ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا۔ یعنی جب کفار نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تب ان کے ایمان لانے سے کچھ نفع نہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے

---

[1] لغوی معنی کے لحاظ سے کبھی دونوں لفظوں میں فرق بھی ہوتا ہے ایمان تصدیق قلب کا نام اور اسلام اعمال و انقیاد اسی لئے حدیث جبرئیل میں اسلام سے سوال جداگانہ اور ایمان سے جداگانہ اور دونوں کے دو جواب بھی دیئے گئے۔ اور قرآن میں بھی آیا ہے قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا مگر عرف شرع میں دونوں کا ایک ہی مصداق ہے ۱۲ منہ۔

کہ ایمان غیب پر اختیار سے لانا چاہیئے اور جب کسی نے آخرت کا حال دیکھ لیا تب وہ اس سے غائب نہ ہوا بلکہ اس پر ظاہر ہو گیا۔ اور یہ ایمان جس طرح کسی چیز پر نظر پڑنے سے اس کا علم بے اختیار آجاتا ہے اسی طرح بے اختیار حاصل ہوا۔ ہاں اگر کوئی مومن اس وقت اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو اس کو بعض نے مقبول کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ توبہ بھی اس وقت کی مقبول نہیں قال تعالیٰ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ الآیۃ یعنی نہیں ہے توبہ ان کے واسطے جو گناہ کرتے تھے اور جب موت آگئی تو کہنے لگے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں وقال علیہ السلام إِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ (از مشکوٰۃ) نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے غرغرہ بولنے سے پہلے پہلے بندہ کی توبہ کو اللہ قبول کرتا ہے پس ثابت ہوا کہ جب غرغرہ بولا تب توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اور غرغرہ بولنے کا وقت نزع کا وقت ہے کہ جب آخرت کے احوال دکھائی دینے لگتے ہیں انسان کو لازم ہے کہ گناہ سے تائب رہا کرے کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ اگر ناگہاں آگئی تو اس وقت کی توبہ فائدہ نہ بخشے گی۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔

کبیرہ گناہ سے ایمان نہیں جاتا اس لئے کہ ایمان فقط دل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جاننے کا نام ہے سو اس میں اعمال حسنہ داخل نہیں ہیں جیسا کہ پہلے اسکی تفصیل گزری پس وہ تصدیق قلبی کہ جسکے معنی دل سے سچ ماننا ہے اعمال حسنہ نہ ہونے کے سبب سے نہیں زائل ہوتی اور گناہ کبیرہ کرنے سے نہیں دور ہوتی ہے البتہ ایمان کا کمال اور رونق جاتی رہتی ہے اور ایمان کامل نہیں رہتا ہے پس ثابت ہوا کہ ایمان دو طرح کے ہیں ایک کامل کہ جو گناہ نہیں کرتے دوسرے ناقص کہ جو معصیات میں آلودہ ہیں معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ کرنے سے ایمان جاتا رہتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اعمال حسنہ ایمان میں داخل ہیں اور کافر بھی نہیں ہوتا ہے یہ معتزلہ کی اول بدعت ہے کہ حسن بصریؒ کے روبرو انہوں نے ایجاد کی تھی اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک واسطہ نکالا تھا جیسا کہ شروع کتاب میں اس کا قصہ نقل ہوا ہے (اور نہ کافر ہوتا ہے) بلکہ قرآن و احادیث صحیحہ میں کبیرہ کرنے والے کو مومن کہا ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہوا اور صحابہؓ اور تابعین اور جمہور مسلمین انکے بعد کبیرہ کرنے والے کو کافر نہیں کہتے تھے بلکہ سب احکام ایمان کے اس پہ جاری رکھتے تھے اس

کے مرنیکے بعد اسکی نماز پڑھتے تھے۔ اور قبور مسلمین میں اسکو دفناتے تھے اور اس کے مال میں توریث
جاری رکھتے علیٰ ہذا القیاس علی الخصوص جب اللہ کے عفو کی امید سے گناہ سرزد ہوا تو ہم کس طرح
سے کافر اس کو کہیں۔ خوارج کے نزدیک کبیرہ سے کیا بلکہ صغیرہ سے بھی کافر ہو جاتا ہے اور جن نصوص
میں اعمال کے کرنے سے یا نہ کرنے سے کافر کہا ہے ان کو سند میں پیش کرتے ہیں مثل مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ
مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ ان کا جواب یہ ہے کہ نصوص کے وہ نصوص کثیرہ کہ جن میں کبیرہ کرنے والے
کو مومن کہا ہے معارض ہیں پس ضرور ہے کہ ان کو خلاف الظاہر قرار دیکر ان کی تاویل کرینگے
پس اس حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ جو حلال سمجھ کر ترک صلوٰۃ کریگا وہ کافر ہوگا علی ہذا القیاس
اور دوسرے یہ خلاف اجماع ہے ہم پوچھتے ہیں کہ جب کبیرہ وصغیرہ کرنے سے کافر ہو گیا تو ان آیات و
احادیث کے کیا معنی ہوں گے کہ جن میں سوائے شرک کے سب گناہوں کی بخشش کی بشارت ہے اور
اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری پھر کہاں ظاہر ہوگی کس لئے کہ کافر اور مشرک تو بالاتفاق نہ بخشا جاوے
گا اور توبہ کرنے سے بھی بالاتفاق عذاب نہ ہوگا۔ فائدہ۔ کبیرہ گناہ لغت میں بڑے گناہ کو کہتے
ہیں اور شرع میں اس گناہ کو کہتے ہیں کہ جس کام کو شارع نے حرام کہدیا ہو اس کے اوپر کوئی عذاب
مقرر کیا ہو۔ یا اور طرح سے اسکی مذمت کی ہو اور یہ وعید و حرمت و مذمت خواہ قرآن سے خواہ
کسی حدیث سے ثابت ہو۔ جس کام کو شرع نے فرض کیا ہو اسکو ترک کیا جاوے اور گناہ کبیرہ بھی آپس
میں ایک دوسرے سے کم زیادہ ہے مگر یہاں کبیرہ سے سوائے کفر و شرک کے اور کبائر مراد ہیں کیونکہ
ان سے بالکل کافر ہو جاتا ہے بخلاف اور کبائر کے کہ اگر ان کو برا جان کر کرے گا تو کافر نہ ہوگا پس
کبائر بہت سے ہیں حضرت نبی علیہ السلام نے ہر سائل کے موافق ذکر فرما دیا ہے حصر نہیں کیا ہے کہ اتنے
ہی کبائر ہیں اور تفصیل کبائر کی علمائے اپنی کتابوں میں خوب کی ہے مگر کچھ کبائر میں بھی مختصر یہاں
ذکر کرتا ہوں۔ [1] ناحق قتل کرنا۔ [2] زنا کرنا۔ [3] پارسا عورت یا مرد کو زنا کی تہمت لگانا۔ [4] جنگ میں کفار سے
بھاگنا۔ [5] جادو کرنا۔ [6] یتیم کا مال ناحق کھانا۔ [7] شراب پینا۔ [8] خنزیر کا گوشت کھانا۔ [9] سود لینا۔ [10] جوا کھیلنا۔
[11] اغلام کرنا۔ [12] لینے دینے میں کم تولنا۔ [13] چوری کرنا۔ [14] کسی کا مال زبردستی چھین لینا۔ [15] رستہ لوٹنا۔ [16] جھوٹ
بولنا۔ [17] جھوٹی گواہی دینا۔ [18] گواہی کو چھپانا۔ [19] غیبت کرنا۔ [20] گالی دینا۔ [21] امانت میں خیانت کرنا۔ [22] ماں باپ
کی نافرمانی کرنا۔ [23] ان کو ناحق ستانا۔ [24] قرابتیوں سے ترک کرنا۔ [25] جورو کو اپنے میاں سے نافرمانی کرنی۔

مسلمان سے دل میں بدگمان ہونا۔ نسب پر فخر کرنا کسی کے نسب پر طعن کرنا۔ مصیبت میں چیخ کر رونا۔ سر پیٹنا۔ کپڑے پھاڑنا۔ باجے سے راگ سننا۔ بدعہدی کرنا۔ دکھلانے کو عبادت کرنا قرآن پڑھ کر بھولنا۔ بے عذر شرعی کسی فرض کو ترک کرنا ان کے سوا اور بھی کبائر ہیں۔

گناہ صغیرہ | اور کبیرہ کے سوا جو گناہ ہیں صغیرہ ہیں جیسا کہ غیر عورت کا بوسہ لینا۔ ہاتھ لگانا لیکن جو صغیرہ پر ہٹ کرے گا وہ کبیرہ ہو جائے گا۔ اور کبیرہ پر ہٹ کرنا کفر تک پہنچا دے گا۔ اور جو کبیرہ کر کے نادم ہوگا اور آیندہ کو ترک کا قصد کرے گا وہ معاف ہو جائے گا بشرطیکہ کسی بندے کا حق نہ ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ گناہ کرنے سے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پس اگر توبہ کی تو دور ہو گیا ورنہ دن بدن کثرت گناہوں سے یہاں تک پھیلتا ہے کہ تمام دل کو ڈھانک لیتا ہے پس جب یہ نوبت پہنچی ہے تو اس دل پر کسی کی نصیحت اور وعظ اثر نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں فرمایا ہے کہ کافروں کے دل پر مہر ہے وہ یہی مہر ہے نفس بد کو اول لذات مباحات سے روکنا چاہیئے تاکہ آرام طلب نہ ہو جائے اور مکروہات اور مشتبہات میں نہ پھنسائے پھر بعد اس کے حرام کا دروازہ نہ جھنکوائے یہاں تک تو ایمان بھی رہتا ہے بعد اسکے کفر ہے سو ایسا شخص انجام کو کفر تک پہنچ جاتا ہے اگر اس نفس بد کو اول مباح چیزوں میں روکتا تو اس مرتبہ تک نہ پہنچتا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ جب سعادت کے درجوں پر چڑھتا ہے تو اول ایمان لاتا ہے بعد اس کے فرائض اور واجبات پر مستقیم ہوتا ہے بعد اس کے مستحبات پر قائم ہوتا ہے بعد اس کے نوافل پر ثابت ہوتا ہے پس جب یہاں تک پہنچا تو جذبہ عشق الٰہی کا آیا اور اس کو خاصان درگاہ میں کھینچ کر لے گیا۔

مومن کامل بلا عذاب جنت میں جائے گا | مومن کامل دوزخ میں نہ جائے گا بلکہ ہمیشہ جنت میں رہے گا مومن کامل وہ ہے کہ ایمان کے بعد اچھے اعمال کر کے گناہوں سے دور رہے اور بشریت سے اگر کبھی گناہ ہو جائے تو توبہ اور استغفار کرے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہوا۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ یعنی پرہیزگار لوگ کہ جو مومن کامل ہیں باغوں میں نعمتوں میں خوش و خرم رہینگے۔ بسبب ان نعمتوں کے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو عطا فرمائی ہیں اور بچاوے گا انکا رب عذاب دوزخ سے الغرض قرآن میں بہت سی

آیات ہیں کہ جن سے مومن کامل کا ہمیشہ جنت میں رہنا اور دوزخ سے نجات پانا ثابت ہے اور سلف سے خلف تک اس پر سب متفق ہیں۔

مومن ناقص کا بلا عذاب جانا مشیت پر ہے

اور مومن ناقص کو چاہے گا تو بقدر گناہ اس کے عذاب دے کر پھر جنت میں داخل کرے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا اور جنت میں ہمیشہ رکھے گا۔ مومن ناقص وہ ہے کہ کبائر صغائر گناہ میں گرفتار ہو اور بے توبہ مر جاوے پس اگر وہ کبائر میں گرفتار تھا تو اس کی دو صورت ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو معاف کر دے اور جنت میں ہمیشہ رکھے کیونکہ وہ غفار وعدہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ کہ اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا شرک کو اور بخش دے گا اسکے سوائے جس کو چاہے گا یہاں سے ثابت ہوا کہ اللہ[1] مشرک کو ہرگز نہ بخشے گا۔ اور ماسوائے شرک کے اور جس قدر گناہ ہیں خواہ صغیرہ ہوں خواہ کبیرہ سب کو اگر چاہے گا تو معاف کر دیگا۔ اور ماسوائے اسکے اور بہت آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں اور احادیث صحاح کا یہ مضمون (کہ اللہ تعالیٰ بعض اہل کبائر کو بخش دے گا) حد تواتر کو پہنچ گیا اور جمہور مومنین کا اس پر اتفاق ہے دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بقدر اس کے گناہ کے عذاب دیکر پھر جنت میں داخل کرے گا کیونکہ گناہ کبیرہ پر عذاب کا ہونا بہت سی آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ان کے ذکر کی اس مختصر میں گنجائش نہیں اور سب اہل اسلام سوائے مرجیہ کے اس پر متفق ہیں اور پھر عذاب کے بعد جنت میں جانا قرآن سے ثابت ہے قال تعالیٰ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ یعنی جس نے ذرہ کے برابر بھی نیکی کی ہوگی سو وہ اس کا عوض پاویگا۔ اور اس کا اجر دیکھے گا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والے کی اگر اور کچھ بھی نیکی نہ ہو تو خود ایمان بھی ایک نیکی ہے پس بموجب وعدہ الٰہی کے اس کا اجر کہ وہ جنت ہے اول ملی اور پھر بعد اس کے پھر گناہ کے بدلے میں دوزخ میں جاوے سو یہ بالاتفاق باطل ہے کیونکہ قرآن کی آیات واحادیث صحیحہ اس پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ جنت میں سے کوئی نکالا نہ جاوے گا یا اسکی بدی کے عوض اس کو پہلے دوزخ ہو چکی پھر ایمان کے اجر کو پاوے اور جنت میں جاوے سو یہی ہمارا مدعا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن رہتا ہے جیسا کہ ہم پہلے اسکو قرآن واحادیث واجماع صحابہؓ سے ثابت کر چکے ہیں اور مومن کیلئے اللہ کا یہ وعدہ ہے

[1] مشرک اور کافر دونوں کی بخشش نہ ہوگی جیسا کہ آئندہ آتا ہے ۱۲ منہ۔

وَعَدَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ کہ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کے لئے جنّت کا وعدہ کرلیا ہے اور ظاہر ہے کہ مومنین اور مومنات کا لفظ عام ہے اپنے سب افراد کو شامل ہوگا۔ اور الف لام بھی اسی مدعا پر دلالت کرتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ جن احادیث صحیحہ سے کہ کبائر گناہ والوں کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ثابت ہوتی ہے اور جن سے کہ محض کلمۂ توحید کی برکت سے انجام جنت میں جانا ثابت ہے حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں چنانچہ شفاعت کی احادیث باب شفاعت میں مذکور ہوں گی۔ اور دوسری قسم کے بعض کو اب ذکر کرتا ہوں امام مسلمؒ نے عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اللہ کے ایک ہونے اور محمدؐ کے رسول ہونے کی گواہی دی اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کرے گا یعنی ہمیشہ کی آگ اس پر حرام ہوگی۔ مسلمؒ نے عثمانؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کا موت کے وقت اس بات پر یقین ہوگا کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اس کا رسول ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کو داخل کرے گا اور بخاری اور مسلم نے ابوذرؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا خلاصہ یہ ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ۔ کہ جس نے کلمۂ توحید کہا ہے اگرچہ اس سے چوری اور زنا بھی صادر ہوگئے ہوں لیکن وہ شخص انجام کار جنّت میں جاوے گا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا بڑی سخت سزا ہے سو یہ بمقابلہ جرم سخت کے ہوتی ہے اور وہ سخت جرم کفر ہے یا شرک پھر اگر کبیرہ والے کو انجام میں جنّت نہ ملے تو اس کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے کہ جو بڑی سزا اور خاص کفر و شرک کے مقابلہ میں ہے۔

خوارج اور معتزلہ | کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اس کو وہاں سے کبھی نجات[1] نہیں سو یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ اس کے غلط ہونے کے ابھی وجوہات مذکور ہوئے

[1] نصاریٰ کا بھی عقیدہ ہے کہ جس سے ایک بار گناہ ہوگیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا پھر اس کی کبھی نجات نہ ہوگی اس لئے انہوں نے یہ بات بنائی کہ ہمارے بے گناہ عیسےٰؑ نے اپنے اوپر لے لئے اور ہماری عوض کئی روز جہنم میں رہے اور ملعون ہوئے اول تو یہ عقیدہ یوں غلط ہے کہ خدا کی عدالت سے بعید ہے کہ پاک کو دوزخ میں ڈالے اور ناپاک بہشت منائے دوم اگر عیسےٰؑ نے اس وقت کے نصاریٰ کے گناہ اپنے ذمہ پر لئے تھے تو ان کے بعد کے کل نصاریٰ ہمیشہ جہنم میں جاویں گے کیونکہ ایسا کوئی عیسائی نہیں کہ جس سے تمام عمر ایک بھی گناہ نہ ہوا ہو اور شراب و خنزیر و زنا جو توریت میں حرام ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ہوئے ہیں اور یہ ایسی افراط ہے جس طرح مرجیئہ تفریط کرتے ہیں کہ مومن کو کسی گناہ سے
کبھی کچھ ضرر ہی نہیں ہوتا۔ سو یہ دونوں مذہب غلط ہیں اور اگر فقط صغائر میں گرفتار رہیں تو
اس کی بھی یہی دو صورت ہیں۔ اول یہ کہ اللہ اپنے کرم سے بخش دے کیونکہ جب کبیرہ کو بخش دینا
ثابت ہے تو صغیرہ بدرجہ اولیٰ بخشے جائیں گے دوسرے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بقدر گناہ کے سختی
دیکر پھر بخش دیوے پھر بخش دینا تو جب کبیرہ کا ثابت ہو چکا تو اس کا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا اب
رہا یہ امر کہ صغیرہ پر عذاب کرے سو اس کی اول وجہ تو وہی آیت ہے کہ جس میں لِمَنْ يَّشَآءُ ہے
کیونکہ اس کا مضمون یہ تھا کہ شرک کے سوائے اور جس کو چاہے گا خدا بخش دیگا اگر صغیرہ کو بخشنا نہ
چاہے گا تو اس پر بھی عذاب دے گا چنانچہ بخاری اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو بسبب چغلخوری کے دوسرے کو
بسبب پیشاب سے نہ بچنے کے عذاب ہوتا ہے حالانکہ یہ گناہ کبیرہ نہ تھا۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ گناہ
گو صغیرہ ہے لیکن پھر گناہ ہے اور احکم الحاکمین کی نافرمانی ہے اگر مولا سزا دیوے تو یہ ظلم نہیں۔
بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہرگز صغیرہ پر عذاب نہ کرے گا کیونکہ فرماتا ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا
تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ یعنی اگر تم کبائر منہی عنہ سے باز آؤ گے تو ہم تمہاری سیئات کو
معاف کر دیں گے بمقابلہ کبائر کے صغائر مراد ہیں جواب کبائر سے مراد یہاں کفر ہے اور جمع باعتبار

(حاشیہ صفحہ ۱۲۹) سب کرتے ہیں اگر کہو سب کے گناہ اٹھائے تو محال ہے کیونکہ جو لوگ ابھی پیدا نہ ہوئے
تھے تو ان کے گناہ بھی موجود نہ تھے پھر کس کو اٹھایا۔ سوم اگر کل عیسائیوں کے کل گناہ اٹھائے تو پھر عیسائیوں کا
وعظ پند آپس کے لئے لغو ہے گویا وہ سانڈ ہیں جو چاہیں سو کیا کریں خواہ کسی پر ظلم کریں یا تکلیف دیں سو یہ اس کی
عدالت سے بعید ہے اور اگر ان کے بعض گناہ اٹھائے تو پھر بعض کے عوض ہمیشہ کو جہنمی ہوئے کفارہ ہونا کام نہ آیا چہارم
ہم پوچھتے ہیں کہ کفارہ ہونے کے لئے عیسائی ہونا شرط ہے یا نہیں اگر کہو ہاں تو پھر نصاریٰ کا غیر لوگوں کا اپنے دین میں بلانا
فضول ہے کیونکہ مغفرت کے لئے تنصر شرط ہے پس قبل تنصر کے گناہ ہرگز معاف نہ ہوں گے۔ آخر ہمیشہ کو جہنم میں
رہنا پڑا اور اگر کہو نہیں تو ہر شخص ناجی ہے عیسائیوں کی خصوصیت کیا پھر ان کے دین میں داخل ہونا بیکار ہے۔
بہر طور یہ مذہب بالکل غلط ہے مگر قدریہ اور معتزلہ کے نزدیک توبہ سے پاک ہو جاتا ہے بخلاف نصاریٰ کے
کہ ان کے نزدیک پاک نہیں ہوتا ۱۲ منہ سلہ مرجیہ ایک فرقہ ہے کہ ان کے نزدیک مومن جو چاہے سو
کرے اس کو کسی گناہ سے عذاب نہ ہوگا۔ سو یہ بالکل گمراہی ہے اور قرآن و احادیث و اجماع صحابہؓ و عقل و نقل کے
مخالف ہے۔ ۱۲ منہ۔

افراد کے ہے معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اے لوگو! اگر تم کفر سے باز آؤ گے تو ہم تمہاری حالت کفر کے سب گناہ معاف کردیں گے اور یہ موافق ہے اس آیت کے قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَہُوْا یُغْفَرْ لَہُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ کذا فی تفسیر الزاہدی۔

کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے

قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ۔ یعنی جو لوگ خود کافر ہوئے اور اللہ کی راہ سے اوروں کو باز رکھا اور پھر وہ کفر کی حالت میں مر گئے ان کو اللہ ہرگز نہ بخشے گا۔ وقال اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جاوے اور اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر اور شرک نہایت بڑی نافرمانی اور اللہ کے ساتھ بغاوت ہے اور ایسی نافرمانی اور بغاوت کی سزا بھی ایسی ہی سخت مقرر کی ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے بعض نادان کہا کرتے ہیں کہ گیا مسلمان ہی اللہ کے نیک بندے ہیں جو انہیں ہی بخشے گا۔ اور کسی کو نہ بخشے گا۔ سو ان کے سمجھانے کو ہم ایک نظیر دنیا میں دیتے ہیں کہ بادشاہ وقت کے ساتھ اس کی رعایا میں سے جو لوگ بغاوت کرتے ہیں وہ ان کو عمر قید اور کیا کیا سزائیں سخت دیتا ہے اور اپنے فرماں برداروں کو کیسے کیسے انعام عطا کرتا ہے پھر اگر وہ باغی یہ کہیں کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ بادشاہ ہم کو عمر قید کرے اور تم کو اے بادشاہ کے تابعدارو انعام دے کیا تم ہی اس کی رعایا ہو۔ ہم نہیں ہیں تو ان کی نادانی ہے۔

کفر کسے کہتے ہیں کفر شرع میں ایمان کی ضد کا نام ہے جن چیزوں پر مجملاً یا مفصلاً ایمان لانا واجب ہے اُن کے انکار سے یا شک سے کفر ثابت ہوتا ہے۔ خواہ مجملاً سب دین کا انکار کرے جس طرح سے کہ یہود و نصاریٰ وغیرہم کرتے ہیں یا کسی ایک بات ایسی کا انکار کرے کہ جو بطور یقین کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہو جائے دونوں صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے مثلاً دین کی چیزوں میں سے کہ جو قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہے نماز روزہ حج وغیرہ ہے جو کوئی ان میں سے ایک کا بھی انکار کرے گا کافر ہوگا یا زنا کا حرام ہونا اور سود اور خنزیر اور شراب وغیرہ چیزوں کا حرام ہونا قرآن کی عبارت سے ثابت ہے ان میں سے جو کوئی کسی چیز کو بھی حلال کہے گا کافر ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس قیامت کے آنے اور حساب و

کتاب کے ہونے کا انکار یا جنت دوزخ وغیرہ چیزیں جو قرآن میں مذکور ہیں ان کا انکار یا ان میں شک کرے گا کافر ہو گا الحاصل جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے ان کے انکار یا شک سے کفر ثابت ہوتا ہے جو چیزیں قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت نہیں یا بالطور یقین کے حضرت سے ان کا ثبوت نہیں بلکہ خبر احاد سے ثابت ہیں ان کے انکار یا شک سے کفر لازم نہ آوے گا۔ اسی سبب سے اسلام کے گمراہ فرقوں کو کہ وہ خارجیہ، رافضیہ، جبریہ، قدریہ وغیرہا ہیں جب تک ان سے کسی قطعی الثبوت چیز کا انکار یا شک نہ ثابت ہو گا ہم انکو کافر نہ کہیں گے ہاں بسبب خلاف کرنے جمہور مسلمین کے یا انکار کرنے احادیث مشہورہ کے یا نصوص صریحہ کے تاویلات کرنے یا سب و شتم کرنے اکابر کے گمراہ اور گنہگار کہتے ہیں کہ وہ اپنے عقائد بد کے سبب اور گنہگاروں کی طرح عذاب دیکھ کر آخر نجات پاوینگے اور اگر ان میں کوئی فرقہ قطعی الثبوت کا انکار یا اس میں شک کرے گا بالکل کافر ہو جائے گا۔ اور امت محمدیہ علی صاحبہا السلام سے خارج ہو گا۔ سو وہ اور کفار کی مانند ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

شرک کسے کہتے ہیں | شرک شرع میں اللہ تعالیٰ کے برابر اور کو سمجھنا یا اس کی مخصوص تعظیم و عبادت میں یا صفات میں یا اسکے مقابلہ میں تابعداری اور حکم ماننے میں کسی کو ملانا اور برابر کرنا وہ اور کوئی کیوں نہ ہو شرک کی چند اقسام ہیں اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک کرے کہ دوسرا خالق اور سمجھے دوم یہ کہ اس کی صفات میں کسی اور کو شریک کرے سو اس کی بہت سی قسمیں ہیں اول یہ ہے کہ اس کی صفت علم میں کسی کو شریک کرے کہ کسی کو کو یوں سمجھے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرح غائب حاضر قریب و بعید آیندہ حال و ماضی کی خبر ہے اور ہر چیز کو وہ جانتا ہے اس کو شرک فی العلم

فائدہ ۱؎ آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت تمام جہان خصوصاً عرب انواع و اقسام کے شرک میں گرفتار تھے بت بھی پوجتے تھے ستاروں کی بھی پرستش کرتے تھے اور صدہا توہمات باطلہ میں گرفتار تھے جیسا کہ ہنود ہیں اپنے مال مواشی اور تجارت میں سے فرضی معبودوں کے نام سے دیتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے سب کو پاک کر دیا۔ اور ایک واحد لاشریک کی عبادت کا حیات بخش مزہ طبیعتوں میں کر دیا۔ ۱۲ منہ۔

فائدہ ۲؎ شرک کے مقابلہ میں توحید ہے توحید کے دو مرتبے ہیں اول مرتبہ یہ ہے کہ خدا کو ذات و صفات میں یکتا سمجھے اور مخلوق کی پرستش نہ کرے اسی کو مستقل نافع و ضار سمجھے یہ اہل شریعت کی توحید ہے اور اہل طریقت کے نزدیک توحید میں اسباب پر نظر رکھنا بھی شرک ہے۔ بلکہ اسی مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ بلکہ جب اللہ کے دلوں پر اس کی تجلی ہوتی ہے تو کون و مکان میں ان کو بجز اس کے اور کوئی نظر نہیں آتا ۱۲ منہ۔

کہتے ہیں دوسری قسم شرک فی القدرۃ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مانند قدرت نفع ونقصان دینے کی یا کسی چیز کی موت حیات یا کسی اور امر کی کسی دوسرے میں ثابت کرے تیسری قسم شرک فی السمع ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح نزدیک و دور کی بات سنتا ہے اور کسی اور کو بھی یوں ہی سمجھا مشرک ہوگیا چوتھی شرک فی البصر ہے کہ اللہ کی مانند کسی اور کو یوں سمجھے کہ چھپی کھلی نزدیک دور کی چیز کو وہ دیکھتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس قدر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں خواہ فعلیہ جیسا رزق دینا مارنا جلانا عزت آبرو دینا۔ نفع نقصان پہنچانا ان میں کسی اور کو برابر سمجھنا شرک ہوگا بلکہ جمیع مخلوقات کو خواہ وہ کوئی ہو اللہ تعالیٰ کے روبرو عاجز محض اور جمیع صفات سے خالی سمجھے ہاں اس نے اپنے ارادے سے جس کو جس چیز کی خبر یا قدرت یا اور صفت عطا فرمائی ہے اسی قدر ان کو حاصل ہے اور اس میں بھی اللہ کے آگے وہ مجبور محض ہیں اس کے حکم اور ارادے بدون کوئی شخص خواہ آسمان کا رہنے والا ہو۔ خواہ زمین کا کسی کو نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اور سب اقسام کے شرک کی برائی سے قرآن و احادیث پُر ہیں کہ ان کی نقل کی اس جا گنجائش نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز اس کی برائی بیان فرمایا کرتے تھے اور اسی پر مشرکوں سے نوبت جہاد و قتال کی پڑی تھی۔

بدعت کسے کہتے ہیں | علماء نے جسطرح مجملاً کفر و شرک کا بیان کیا ہے بدعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ بدعت لغت میں نئی چیز کو کہتے ہیں[۱] اور فقہا کے نزدیک یہی مقسم ہے جب وہ تقسیم بدعت کی کرتے ہیں کہ بعض واجب ہے اور بعض مستحب اور بعض مباح اور بعض مکروہ اور بعض حرام اور یہی معنی اعتبار کر کے بعض علماء کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کو خاص کیا کرتے ہیں کہ اس سے ہر قسم کی بدعت مراد نہیں بلکہ بدعت مکروہ اور بدعت حرام مراد ہے شرع میں بدعت دین میں کمی زیادتی کرنے کو کہتے ہیں کہ بغیر اذن شارع کے کی جاوے اور شارع کے قول یا فعل سے صراحتاً یا اشارۃً اس کی اجازت نہ پائی جاوے کذا فی الطریقۃ المحمدیہ اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ جو چیز نبی کے عہد میں ہو خواہ خود حضرتؐ نے اس کو کیا ہو یا حضرتؐ کے اصحاب نے آپکے روبرو کیا ہو اور آپ نے منع نہ کیا ہو سو وہ بالاتفاق بدعت نہیں بلکہ سنت ہے اور جو چیز کہ آپ کے عہد میں نہیں وہ مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اس کی یوں تفصیل ہے کہ اگر وہ از قسم عادت ہے تو وہ بھی بالاتفاق بدعت نہیں بشرطیکہ ممنوع نہ ہوا ور اگر از قسم عبادت ہے پس وہ یا صحابہؓ

[۱] انہیں معنی میں یہ آیت ہے ما کنت بدعا من الرسل اور اسی معنی میں بدیع السموات ہے ۱۲

کے عہد میں یا تابعینؒ کے یا تبع تابعینؒ کے یا بعد اس کے پس اگر صحابہؓ کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ صحابہؓ نے بعد خبر پانے کے منع نہ کیا ہو۔ جیسا کہ قبل از نماز عیدین خطبہ پڑھنا چنانچہ مروان نے پڑھا۔ اور ابو سعید خدریؓ نے منع کیا۔ روایت کیا اس کو بخاری وغیرہ نے اور اگر تابعین یا تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئے تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ ان لوگوں نے خبر پاکر اس کو منع نہ کیا ہو اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے عہد کی چیز اس لئے بدعت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ الحدیث رواہ الشیخان کہ سب سے اچھا میرا زمانہ ہے پھر اُن کا کہ جو اُن کے بعد ہوں گے یعنی تبع تابعین پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے کہ خود بخود گواہی دینے پھرا کریں گے اور امانت میں خیانت کرینگے الحدیث پس بموجب بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تینوں زمانے کا اعتبار ہے۔ اور ان کے عہد میں خیر ہے اور ان کے بعد پھر شر ہے اور اگر تینوں زمانے کے بعد پیدا ہوئے ہیں تو اس کو ادلۂ شرعیہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع اُمت قیاس مجتہدین سے مطابق کیا جاوے گا پس اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانوں میں پایا جاوے گا اور وہ کسی ادلہ شرعیہ سے ثابت ہوگی تو بدعت نہ ہوگی۔ اور اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانے میں نہ پایا گیا وہ کسی ادلۂ شرعیہ سے ثابت نہ ہوئی تو بدعت ہے گو اس کا موجد کوئی کیوں نہ ہو۔ مولوی درویش مکی، مدنی، سید، شیخ حیف کہ آج کل ایک فریق نے یہ زیادتی کی ہے کہ قرون ثلثہ ہی میں حصر کر دیا ہے پس جو چیز از قسم عبادت بعد اسکے پیدا ہوئی خواہ ادلۂ اربعہ کے اشارہ یا صراحت سے ثابت ہو اس کو بے دھڑک بدعت کہہ دیتے ہیں حالانکہ جہاں شرع سے اجازت ہو خواہ دلالۃً خواہ اشارۃً گو وہ قرون ثلثہ کے بعد حادث ہو بدعت نہیں کما ہو المذکور فی کتب القوم بلکہ بعض صاحبوں نے تو یہاں تک غلو کیا ہے کہ جو چیز از قسم عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حادث ہو اسکو بھی بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے فریق نے یہ تشدد کیا کہ لوگوں نے جو کچھ دین اصلی پر غیر اقوام کے دیکھا دیکھی یا جہالت و تعصب سے قلعی چڑھا کر ایک نیا دین پیدا کر دیا ہے جبکو اس دین سے ملا کر دیکھا جاوے جو آنحضرتؐ اور صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے عہد میں تھا تو بالکل نیا اسلام معلوم ہووے اس کو مذہب بنا لیا ہے پھر یہ تراشیدہ مذہب ہر ملک اور ہر قوم کا جداگانہ صورت میں دکھائی دے گا علماء ربانیین پر

فرض ہے کہ ان آمیزشوں کو جو بدعات ہیں کانٹ چھانٹ کر اصلی صورت کا اسلام دکھائیں جس کی زیبا اور دلکش صورت پر دنیا کے لوگ فریفتہ ہو کر اس کو قبول کریں اور اس تراشید پر جو علمی یا عقلی اعتراضات کے بدنما دھبے ہیں سب مٹ جاویں بدعت کی بہت سی برائیاں احادیث صحیحہ میں وارد ہیں بخاریؒ اور مسلمؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب کلاموں سے بہتر کلام کتاب اللہ ہے اور سب ہدایتوں سے اچھی ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اور بہت بد ہیں وہ کام جو نئے ایجاد کئے جاویں وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہ نے عرباضؓ ابن ساریہ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھا کر وعظ فرمانا شروع کیا۔ بہت وعظ فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں رونے لگیں اور دل کانپ گئے۔ اس عرصہ میں ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید یہ آخری وعظ ہے پس ہمارے لئے وصیت کر جائیے آپؐ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں ان چیزوں کی۔ اللہ سے ڈرنا اور دین کی بات سن کر اس کی اطاعت کرنا۔ اس لئے کہ اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو بڑا ہی اختلاف دیکھے گا پس اس وقت میرے اور خلفائے راشدین مہدیین کے طریقے کو اختیار کیجیو اور اس کو مضبوط کر کے دانت سے پکڑ لیجیو اور نئی نئی باتوں سے دور رہنا کیونکہ جو نئی بات نکلے گی وہ بدعت گمراہی میں ڈالنے والی ہوگی انتہیٰ حیف ہے کہ اب لوگوں نے حضرتؐ کی وصیت کے برخلاف کیا۔ سنّت کو چھوڑ کر لوگوں کی ایجاد کی ہوئی چیزوں کو ایسا مضبوط دانت سے پکڑا کہ کسی طرح سے نہیں چھوڑتے اور سالہا سال سے وہ بدعات جاری کر رکھے ہیں کہ اب بدعت کو سنّت سمجھنے لگے اور سنّت کو بدعت قرار دینے لگے۔

فرقۂ ناجیہ | اہلِ اسلام کے سب فرقوں میں فقط اہل سنّت والجماعت کا فرقہ ناجیہ ہے امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب میری اُمت میں بہتر[۲] فرقے ہو جاویں گے اور وہ سب کے سب دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ نہ ہوگا اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون سا فرقہ ہے فرمایا جو میرے طریقہ اور میرے اصحابؓ کے طریقہ پر ہوگا۔ انتہیٰ سو اسی کے مطابق ہوا کہ خلفائے راشدین کے بعد امت میں

بہ اعتبار جزئیات عقائد کے اختلاف شروع ہوا۔ حضرتؐ اور حضرتؓ کے اصحابؓ و اہل بیت کا طریقہ جو چلا آتا تھا۔ اس میں بعض بعض نے کجی اور شرارت کر کے چند لوگوں کو بہکا پھسلا کر اپنے ساتھ کر لیا۔ اور بعض بعض امور میں جمہوریت سے مخالف ہو گئے اور ان کے گروہ کا ایک جدا نام قرار پایا یہاں تک کہ بہتر ۷۲ تک نوبت پہنچی بعض فرقے کے تو فقط پچاس سو ہی آدمی ہوئے تھے۔ بعض کے کم زیادہ پھر بعض تو چند روز میں نیست و نابود ہو گئے آگے ان کا طریق نہ چلا بعض کا کچھ دن چل کر معدوم ہو گیا بعض اب تک موجود ہیں اور جس میں سے وہ جدا ہو ہو کر الگ ہوئے تھے وہ گروہ اعظم اہل بیت اور صحابہؓ کے طریقے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر جو تھا تہتر ۷۳ واں فریق ہے اور اس کا نام فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے والا اور یہ اہل سنت کا فریق ہے۔

اہل اسلام کے سب فریق اصول عقائد میں ایک ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ ان سب فرقوں کا باہم اختلاف جزئیات عقائد میں ہے اور اصل الاصول امور میں سب متفق اور ایک ہیں جیسا کہ کتب عقائد کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کیونکہ قطعی الثبوت چیزوں میں سب متفق ہیں کچھ کچھ لوگ کسی فرقے کے مختلف ہیں سو وہ اہل اسلام سے خارج اور کافر ہیں اور اسی وجہ سے ہم ان فرقوں کو جب تک کہ وہ یقینی الثبوت چیزوں کا انکار یا شک نہ کریں کافر نہیں کہتے ہیں ہاں وہ گمراہ ہیں کہ اس گمراہی کے سبب سے اپنے جرم کے بموجب جہنم میں جائیں گے بخلاف اور قوموں کے اختلاف کے کہ وہ اپنے اصول میں مختلف ہیں مثلاً ہنود و نصاریٰ کے فرقوں کا اصول میں اختلاف ہے کہ اس اختلاف سے ان کے دین کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے جس کو اس امر کی شرح منظور ہو وہ ان کتابوں میں دیکھ لے جو ان کے رد میں تصنیف ہوئیں ہیں الحاصل تہتروا ں فرقہ سب سے بڑا اور ناجی فرقہ اہل سنّت کا ہے۔

خوارج کا وجود ان فرقوں کا حدوث اس طور پر ہوا کہ اہل اسلام اور جمہور مسلمین سے سب سے اوّل جس نے مخالفت کی اور نیا گروہ بنا وہ (خوارج) یعنی خارج لوگ ہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے ان کے پیدا ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ یہ جماعت عرب کے وہ لوگ تھے جو پہلے حضرت علیؓ کے ساتھ تھے پھر سخت مخالفت اور مقابلے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ لوگ حضرت

علیؓ وعثمانؓ ومعاویہؓ وحسینؓ ویزید سب کو برا جانتے ہیں۔ جن کا باہم قتال وجدال مسئلہ خلافت میں ہوا ان سب کو ان آیات واحادیث کا مصداق بناتے ہیں جو اہل اسلام کے قتل و جدل کی ممانعت میں وارد ہیں احادیث وآیات کے اپنے طور پر معنی مراد لیتے ہیں آخر ان کے مقابلہ کے لئے حضرت علیؓ آمادہ ہوئے بہت کو قتل کیا مگر بایں ہمہ ان کو خارج از اسلام نہیں جانتے تھے۔

شیعہ کا وجود | اسی عہد میں ایک اور جماعت نکلی جو بظاہر حضرت علیؓ کے طرفداروں میں سے تھی ان کو یہ افراط وتفریط عارض ہوئی کہ حضرت علیؓ سے جن جن صحابہؓ کا مسئلہ خلافت میں خلاف ہوا تھا یا ان انتظامی باتوں میں نزاع بڑھتے بڑھتے لڑائی تک نوبت آگئی تھی سب کو مخالف قرآن احادیث مردود و کافر و مرتد کہنے لگے اور بعض کو یہاں تک خبط ہوا کہ حضرت علیؓ کو خدا کہنے لگے وہ دراصل مشرکین زندیق لوگ تھے جنہوں نے ظاہر میں اسلام اختیار کر لیا تھا جن کو حضرت علیؓ نے منع کیا اور سمجھایا۔ اور نہ مانا تو قتل کیا اس فریق کا نام شیعہ یا رافضیہ ہے یہ لوگ بھی قرآن واحادیث کا مطلب اپنی خواہش اور قرارداد باتوں کے موافق کرتے ہیں اور جس طرح خوارج نے جھوٹی روایات اثبات مدعا کے لئے بنانی شروع کیں اسی طرح اس فریق نے بھی یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعائشہ صدیقہؓ وعباسؓ وعبداللہ بن عباسؓ وطلحہؓ و زبیرؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو برا کہتے ہیں اور امامت حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کا موروثی حق قرار دیتے ہیں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جانشین بنانا ایک ضروری امر تھا ان کے نزدیک وہ مسلمانوں کی رائے اور اختیار کی بات نہ تھی کہ بلحاظ حسن خدمات ولیاقت و دیانت و تقویٰ و اصابت رائے جس کو مسلمانوں نے خصوصاً مہاجرین وانصار کے جلیل القدر صحابہؓ نے انتخاب کر لیا وہ خلیفہ ہو گیا جیسا کہ صدیق اکبرؓ اور ان کے بعد عمر فاروقؓ اور ان کے بعد عثمانؓ بلکہ اس کو ایک موروثی خدمت کہتے ہیں جو خدا نے خاص علیؓ اور ان کی اولاد پاک کے لئے مقرر کر دی اگر وہ سند کہ جو خدا کی طرف سے ان کے تقرر کے لئے آئی نہ تو قرآن مجید میں صاف طور پر ہے نہ خود حضرت علیؓ کو اس وقت تک معلوم ہوئی تھی اگر ہوتی تو اس انتخاب کے مقابلے میں پیش کرنے اور نہ اس وقت کے صحابہؓ مہاجرین وانصار پر واضح ہوئی اگر۔۔۔ تی آ۔۔

لوگ جنہوں نے آنحضرت کی محبت میں آبائی دین اور گھر بار چھوڑ کر صدہا مصائب کو جوانمردی
سے برداشت کیا تھا اس آسمانی سند کا کبھی خلاف نہ کرتے نہ وہ لوگ ابوبکرؓ وعمرؓ سے ڈرنے
والے تھے پھر جس طرح خوارج کے باہم تھوڑی باتوں پر اختلاف کرنے سے کئی فریق ہو گئے
اسی طرح شیعہ کے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لے کر بعد تک اختلاف
کرنے سے کئی فریق ہوئے زیدیہ، اسماعیلیہ، امامیہ بارہ فریق۔ ایک فریق کہتا ہے حسینؓ
کے بعد خلیفہ محمد بن حنفیہ ان کے بھائی ہوئے اور لوگ کہنے لگے ان کے بیٹے امام زین العابدین
رضی اللہ عنہ پھر ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد میں جھگڑا پڑا کسی نے کسی کو کسی نے کسی
کو خلیفہ اور امام مانا اور اس آسمانی سند کی تائید میں مخفی احکام و اسرار اور سینہ بہ سینہ
روایات کا انبار تراشنا بھی ضروری تھا جو خوش اعتقاد لوگوں کے لیے آل پیغمبر ہونے کے
سبب ماننا ہی پڑا۔ پھر تابعین کے عہد بلکہ اخیر زمانہ صحابہؓ میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کو
قدریہ کہتے ہیں ان کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک منکر قدر و تقدیر کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے آپ
کرتا ہے۔ قضاء و قدر کچھ نہیں یہ مختار مطلق ہے۔ دوسرا کہنے لگا کہ جو کچھ ہے تقدیر سے
ہے بندہ کو کچھ بھی اختیار نہیں اینٹ لکڑی کی طرح مجبور محض ہے۔ قضا و قدر جدھر چلتی
ہے چلتا ہے ان کو جبریہ کہنے لگے ان کے تھوڑے دنوں بعد ایک اور فرقہ نکلا تابعین کے
اخیر عہد میں جس کو معتزلہ کہتے ہیں جو کہتے تھے اہل معاصی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
شفاعت نہیں نہ آخرت میں دیدار الٰہی ممکن ہے یہ فریق فلسفی اور حکیمانہ خیالات کا پابند
تھا۔ اسی کے موافق قرآن و احادیث کو کرنا چاہتا تھا۔ واصل بن عطا ان کا سرگروہ تھا انکے
بعد فرقہ مرجیہ پیدا ہوا جو کہتے تھے کہ صرف ایمان لانا کافی ہے۔ عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔
مسلمان ہو کر خواہ کوئی زنا کرے، نماز نہ پڑھے۔ زکوٰۃ نہ دے روزے نہ رکھے اس کو کچھ
خوف نہیں قطعاً عذاب نہ ہو گا جیسا کہ نصاریٰ حال کا اعتقاد ہے اور تکیہ کے ملنگوں کا بھی
یہی عقیدہ ہے ان کے بعد خلافت عباسیہ کے قریب وسط میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس
کا نام جہمیہ ان کا سرگروہ جہم بن صفوان اور مؤید جعد بن درہم۔ یہ لوگ صفات باری کے
منکر تھے اور طرح طرح بدعات خلاف جمہور اہل اسلام جاری کر رکھی تھیں واثق باللہ عباسی اور

معتصم باللہ وغیرہ اس گروہ کے مددگار ہو گئے تھے۔ ائمہ مسلمین کو ان بدعات کے ماننے پر مجبور کرتے تھے چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ کو بڑی بڑی تکلیفیں دیں پھر ان فرقوں کے آگے کئی کئی فریق ہو کر بہتر کی نوبت پہنچی۔ فرقہ نیچریہ جواب نکلا۔ انہیں فریق کا ملغوبہ ہے جبریا ور مشتبہ ایک کا ایک ہی رہا یہ کل بہتر فرقے ہوتے ہیں اور زیادہ تفصیل ہر ایک کی بڑی کتابوں میں موجود ہے اور تہترواں فرقہ کہ جس سے یہ سب نکلے ہیں فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کا ہے رہا اس بات کا ثبوت کہ اہل سنت والجماعت کا فرقہ ناجیہ ہے سو وہ چند وجہ سے ہے۔

وجہ اوّل اہل سنّت کے حق ہونے کی وجہ اوّل یہ ہے کہ حضرتؐ نے فرقہ ناجیہ کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ میرے طریقے اور اصحاب کے طریقے پر ہوگا۔ سو اہل سنت اور ہر فریق کے عقائد کو دیکھ لو کہ ان میں سے کون سا بر خلاف حضرتؐ اور حضرتؐ کے اصحاب کے ہے اہلسنّت ہر امر میں ان کے ساتھ متفق ہیں اور ان کے سوا اور فرقے مخالف ہیں چنانچہ ہر عقیدہ کی دلیل سے یہ امر خوب واضح ہوتا ہے۔

وجہ دوسری وجہ دوسری فرقہ بڑا سب سے اہل سنّت کا ہے اہل سنّت کے مقابلہ میں اور سب فریق پچاسواں حصہ بھی نہیں ہیں کیونکہ جتنے بلاد اسلام ہیں سب میں یہی اہل سنّت موجود ہیں اور تیرہ سو برس سے آج تک یہی کثرت ہے سوائے ان کے کسی اور فریق کی کہیں اس قدر جماعت نہیں بلکہ بہت سے فریق کا تو اب نام و نشان بھی نہیں کبھی ایک زمانے میں چند آدمی ہو گزرے ہوں گے۔ اس سبب سے ان کا نام جاری ہے اور کہیں دس پانچ آدمی ہوئے تو وہ کالعدم ہیں اور فرقوں میں سے کل دو فریق البتہ زیادہ ہیں ایک شیعہ دوسرا خارجیہ سو شیعہ کی بڑی کثرت ایران میں کل پونے تین سو برس کے قریب سے ہے پہلے یہاں بھی بہت کم تھے اور خارجیوں کا بڑا جماؤ مسقط وغیرہ بلاد عرب میں ہے اور ماسوائے ان کے اور کسی فریق کا کوئی شہر یا ملک بستا ہوا آج تک سننے میں نہیں آیا پس ان دونوں فریق کے لوگ بنسبت اہلسنّت کے ایسے ہیں جیسے سمندر میں سے ایک چھوٹا سا نالہ جدا کر لیویں چنانچہ جغرافیہ دانوں کو یہ بات خوب معلوم ہے اور یہ بھی ہم پہلے قرآن و حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ امت محمدؐیہ میں جس طرف کثرت اور سواد عظیم ہو وہی حق پر ہیں اور وہ ہی اہل نجات ہیں پس اب ہم کہتے ہیں کہ اہل سنّت و

جماعت سب سے زیادہ ہیں اور جو زیادہ ہوں وہ اہلِ حق اور اہل نجات ہوتے ہیں مدّعا ثابت ہوا کہ اہل سنت وجماعت اہلِ نجاۃ اور اہلِ حق ہیں۔

مسائل جزئیہ میں اختلاف کی وجہ

اہل سنّت وجماعت میں شافعیؒ، حنفیؒ، حنبلیؒ، مالکیؒ اہل ظواہر[1] ہیں۔ سوال۔ اہل سنّت وجماعت بھی آپس میں مختلف ہیں۔ جواب عقائد میں سب متفق ہیں اور اعتبار عقائد کے اتفاق اور عدم اتفاق کا ہے اور جزئیات عملیات میں اختلاف ہونا موجب وسعت ہے کما قیل اختلاف العلماء رحمۃ اور جزئیات میں اختلاف کی یہ وجہ ہے کہ اوّل تو موقع اجتہاد میں ہر مجتہد اپنی رائے کا تابع ہوتا ہے پس جس کی رائے میں جو مسئلہ جس طرح آیا اس نے اس کو مسلم رکھا اور کو اس سے اختلاف ہوا مثلاً قرآن میں یوں آیا ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ کہ طلاق دی ہوئی عورتیں تین قرؤ تک نکاح نہ کریں امام شافعیؒ کی رائے اس طرف گئی کہ قرؤ سے مراد یہاں طُہر ہے تو ان کے نزدیک عدت طُہر قرار پایا۔ اور ہمارے امام ابو حنیفہؒ صاحب کی رائے سلیم اس طرف گئی کہ اس سے حیض مُراد ہے سو اُن کے نزدیک عدت حیض قرار پایا۔ اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ کہ وضو میں اپنے اپنے سر کا مسح کرو فرمایا ہے سو امام مالکؒ نے اپنے قرائن اور ادلہ سے تمام سر کا مسح ثابت کیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے چوتھائی سر کا اور امام شافعیؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر ایک بال کا مسح بھی کرے گا۔ تو کافی ہوگا علیٰ ہذا القیاس دوم بعض احادیث ایک امام کو بسبب کم واسطہ ہونے کے بسند صحیح پہنچی۔ اور بعض کو بسبب آجانے بیچ میں کسی راوی ضعیف کے سند غیر صحیح سے پہنچی پس اول نے اس کو عمل کے قابل سمجھا دوسرے نے ضعیف جان کر چھوڑ دیا اختلاف مسئلہ میں واقع ہوا سوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی آسانی کے لئے ایک کام کو مختلف طور سے ادا کیا کرتے تھے کیونکہ اگر ایک ہی طور پر ہو تو بعض کو دقت پیش آوے مثلاً نماز میں اکثر آپ سوائے تکبیر تحریمہ کے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے اور کبھی اٹھا بھی لیتے تھے پس جس صحابی نے رفع یدین کرتے دیکھا اس کی روایات امام شافعیؒ کو پہنچی انہوں نے رفع یدین نماز میں سنّت سمجھا اور جس صحابیؓ نے رفع یدین نہ کرتے دیکھا اس کی روایات امام ابو حنیفہؒ کو پہنچی ان کے نزدیک نماز میں رفع یدین نہ کرنا سنّت ٹھہرا چہارم بعض کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں کیا پھر اسکو ترک

---

[1] اہل ظواہر ان محدثین کو کہتے ہیں کہ جو نصوص میں تاویلات کم کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

کر دیا جس صحابیؓ نے کہ کرتے دیکھا اور پھر اس کو ترک کی خبر نہ پہنچی اس نے اس کو سنّت سمجھا۔ پس اس کی روایت دوسرے امام تک پہنچی۔ اس کے نزدیک سنت ٹھہرا اور جس صحابی نے آپ کو ترک کرتے دیکھا اس کی روایت دوسرے امام کو پہنچی۔ اس نے ترک کرنا سنّت جانا علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے اسباب سے جزئیات میں اختلاف واقع ہوا ورنہ عقائد سب کے ایک ہیں دو ایک جا جو اختلاف ہے سو وہ تحقیق علمی ہے کچھ اختلاف کی بات نہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل ۹ - بندے کے سب افعال کا خالق اللہ ہے

خواہ کفر خواہ ایمان خواہ نیکی خواہ بدی جو کچھ بندے سے ظاہر ہوتا ہے سب کا اللہ خالق ہے۔ اسکے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے ان کا بندہ خالق نہیں ہے جیسا کہ قدریہ اور معتزلہ کا گمان ہے اور اس کی دو دلیل ہیں اوّل وہ نصوص ہیں جو اس مدعا کو ظاہر کرتے ہیں لقولہ تعالیٰ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ - یعنی اللہ نے پیدا کیا ہے تم کو اور تمہارے اعمال کو ولقولہ تعالیٰ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ یعنی اللہ ہی ہے پیدا کرنیوالا ہر چیز کا پس کل شئے سب کو شامل ہے جواہر کو بھی اعراض کو بھی بندے بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان کے افعال بھی اس نے بنائے ہیں دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر اپنے افعال کا بندہ آپ خالق ہوتا تو اس کو بالتفصیل ان کی خبر بھی ضرور ہوتی۔ کیونکہ اختیار اور قدرت سے کسی چیز کا ایجاد کرنا بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ اور بالتفصیل بندے کو اپنے افعال کی ہرگز خبر نہیں ہے کیونکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جانے میں بہت سے سکون اس کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور بہت سے حرکات مختلفہ پیش آتے ہیں اور چلنے والے کو ہرگز معلوم نہیں کہ کتنی جا پاؤں ٹھیرا تھا اور کتنی جا حرکت کرتا تھا اور کہاں تیز حرکت تھی اور کہاں کم اور یہ بھی نہیں کہ وہ بھول گیا ہو۔ کیونکہ بھولی چیز غور کرنیسے یاد آجاتی ہے اور اگر یہ باتیں کسی چلنے والے سے دریافت کیجئے گا ہرگز نہ بتا سکے گا یہ اس کے ظاہر افعال کا حال ہے اور اگر چلنے میں اسکے تحریک اعضاء کو دیکھیے گا کہ عضلات کہاں کہاں متحرک ہوئے اور پٹھے کہاں کہاں کھنچے علیٰ ہذا القیاس تب تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ آدمی کو اپنے افعال کی بالتفصیل ہرگز خبر نہیں پس جب اسکو بالتفصیل خبر نہیں تو وہ انکا پیدا کرنیوالا بھی نہیں لیکن کمال اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ وہ افعال کا بھی خالق مانا جاوے ورنہ جب جواہر کا وہ خالق ہوا اور اعراض کا بندے کو فاعل قرار دیا تو اسمیں شائبہ شرک کا پایا گیا۔

سوال - جو شخص افعال کا بندے کو خالق کہے اس کو مشرک کہنا چاہیئے اہمیں اور مجوس میں کچھ فرق نہیں۔
جواب - قدریہ اگرچہ بندے کو افعال کا خالق کہتے ہیں لیکن بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرح مستقل خالق نہیں کہتے بلکہ آلات اور اسباب میں اللہ کا محتاج جانتے ہیں اور آلات واسباب کو اللہ کا مخلوق قرار دیتے ہیں اور مجوس اور قدریہ میں اس قدر فرق ہے کہ مجوس کے نزدیک اچھی چیزوں کا خالق یزداں ہے اور بُری چیزوں کا مستقل خالق اہرمن ہے کہ ایک دوسرے کا محتاج نہیں۔ لہٰذا قدریہ کہتے ہیں کہ بعد اسباب وآلات دینے کے بندہ اپنے افعال کا آپ خالق ہے۔
قدریہ کے دلائل | اور یہ دو وجہ پیش کرتے ہیں اوّل یہ ہے کہ اگر بندے کے افعال کا اللہ خالق ہو تو یہ ایسے افعال ہوں کہ جس طرح رعشہ والے کا ہاتھ خود بخود ہلتا ہے حالانکہ ہمارے افعال اختیاریہ اور مرتعش کی حرکت میں فرق ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ دلیل جبریہ کے رد میں ہوسکتی ہے کہ جو بندے کو بالکل بے اختیار کہتے ہیں اور ہم باوجود غیر خالق ہونے کے اس کے لئے اختیار بھی ثابت کرتے ہیں کہ جس پر اس کو عذاب وثواب ہوگا پس ہمارے نزدیک بھی مرتعش کی حرکت اور افعال اختیاریہ میں فرق ثابت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بندے کے افعال اللہ کی مخلوق ہوں تو پھر بندے کو اس کے افعال سے بُرا بھلا نہ کہنا چاہیئے اور اس کو شارع کی طرف سے کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا حکم بھی نہ ہونا چاہیئے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی جبریہ پر اعتراض ہوتا ہے نہ ہم پر کس لئے کہ ہم باوجود اس کے بندے کے لئے اختیار ثابت کرتے ہیں کہ اسکے سبب سے اس کو اس کے افعال پر ثواب وعذاب دیا جاتا ہے اور بُرا بھلا کہلاتا ہے۔ اور شارع کی طرف سے مکلف ہوتا ہے۔

اعمال کا تعلق قضا وتقدیر سے | پس وہ سب افعال اللہ تعالےٰ کے ارادے اور مشیت اور قضا اور تقدیر سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ارادہ اور مشیت دونوں ہمارے نزدیک ایک ہیں اور تفصیل ارادے کی پہلے ہو چکی ہے۔

ؔ بعضے قدریہ یہ دلیل لایا کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ خالق افعال ہو تو اس کو چور اور زناکار اور قاتل کہنا چاہیئے کیونکہ اسی کے پیدا کرنے سے چوری اور زنا اور قتل ہوا ہے جواب۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ فعل سے متصف وہ ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ وہ فعل قائم ہوتا ہے نہ کہ وہ کہ جو اس کو پیدا کرے پس چور وہ ہونا چاہیئے کہ جس کے ساتھ چوری قائم ہوئی نہ کہ جس نے پیدا کئے دیکھو سیاہی بنانے والے کو سیاہ نہیں کہتے حالانکہ وہ اس کا موجد ہے بلکہ جس کے سیاہی لگے گی وہ سیاہ کہلاویگا ۱۲ منہ فائدہ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اور قضا یہ ہے کہ اللہ نے ازل میں کسی چیز کا ارادہ کر لیا۔ کہ یہ فلاں وقت میں یوں ہوگی
اور تقدیر اسے کہتے ہیں کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اندازہ کر لیا کہ فلاں وقت فلاں مکان
میں بری یا بھلی یا نافع یا مضر ہوگی اور اس سے اسکے کرنیوالے کو ثواب یا عقاب ہوگا علیٰ ہذا القیاس
حاصل مطلب یہ ہے کہ اب جو کچھ دنیا میں بھلا یا برا ظاہر ہوتا ہے مثلاً زید ایمان لایا اور بکر کافر ہوا
تو اس کے ارادہ سے وہ ایمان لایا اور وہ کافر ہوا اور ازل میں اس نے جان لیا تھا اور ٹھیرا رکھا
تھا کہ یہ شخص فلاں وقت ایمان لاویگا اور یہ کافر ہوگا اور اب اس نے یوں چاہا کہ یہ ایمان لاوے اور
یہ کافر ہو جاوے پس اس کی قضا اور تقدیر اور چاہنے کے سبب یہ ایمان لایا اور یہ کافر ہوا اور اگر
وہ چاہتا تو یہ مومن نہ ہوتا یہ کافر نہ ہوتا اور اس امر پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں بعض ان میں سے یہ
ہیں قال تعالیٰ وَلَوْشَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کرتا معلوم ہوا کہ جس کو اللہ نے
چاہا گمراہ کیا اور جسکو چاہا ہدایت پر لایا۔ وقال تعالیٰ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ
نہ تھے وہ کہ ایمان لاتے مگر یہ کہ اللہ نے چاہا۔ وقال تعالیٰ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ
صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے
تو اسلام کیلئے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور جسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے
وقال تعالیٰ فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔ پس مل گیا پانی اور آسمان کا اوپر اس حد کے کہ جسکو مقدر کیا تھا اس سے
یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کا ازل میں اللہ نے اندازہ کر رکھا ہے اس کو تقدیر کہتے ہیں قدریہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
بری چیزوں کا ارادہ نہیں کرتا کیونکہ یہ قبیح ہے بلکہ وہ اسلام اور ہدایت چاہتا ہے جواب یہ ہے
کہ قبیح کام کا کرنا قبیح ہے نہ یہ کہ وہ قبیح چاہنے سے قبح سے موصوف ہوا اور یہ نہیں سمجھتے اگر کافر

(حاشیہ صفحہ ۱۴۲) خلاصہ تقدیر کا یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا اور ہو چکا سب کا اس کو ازل میں
علم تھا اب اس کے علم ازلی کے مطابق ظہور ہو رہا ہے اور اسی کے موافق اس کی خواہش اور ارادہ ہے۔ ۱۲ منہ۔
حاشیہ صفحہ ۱۴۳ فائدہ۔ وہ یہ ہے کہ اس کے سبب سے وہ برابر چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لیتے ہیں مثلاً
ایک شخص کے سامنے دو راستے ہیں اور اس کو دونوں پر چلنا برابر ہے پس اب جو جس کا ارادہ کرے گا اس کو اختیار کرے
گا۔ ۱۲ منہ۔ فائدہ۔ حکایت۔ عمر بن عبداللہ معتزلی لکھتا ہے کہ ایک بار میرے ساتھ کشتی میں ایک مجوسی سوار تھا میں
نے اس سے کہا تو ایمان لا اس نے کہا اگر اللہ چاہے گا تو ایمان لاؤں گا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے لیکن تیرے
شیاطین نہیں چاہتے اس نے اس کے جواب میں ایسی بات کہی کہ ساری عمر مجھے کبھی ایسا الزام کسی نے نہ دیا تھا کہ اگر اللہ
غالب رہے گا تو اس کا تابع ہو جاؤں گا۔ اور شیاطین غالب رہیں گے تو ان کا تابع ہو جاؤں گا۔ ۱۲ منہ۔

سے اللہ ہدایت اور اسلام چاہتا تو کیا اللہ کا چاہا اور اس کا ارادہ پورا نہ ہوتا۔ نعوذ باللہ منہ یہ کمال نقصان ہے ذات باری کیلئے تعالیٰ علواً کبیراً اور کہتے ہیں اگر کافر اللہ کے چاہنے سے کافر ہوا تو پھر اللہ اسکو ایمان لانے کا کیوں حکم کرتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ امر کرنے میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ تمام لوگوں پر اس کافر کی نافرمانی ظاہر ہو جائے جس طرح کوئی امیر اپنے ایک غلام سے کسی کام کے واسطے کہے اور منظور یہ ہے کہ یہ اس کام کو نہ کرے تاکہ اور غلاموں کی روبرو اسکی نافرمانی ظاہر ہو جائے مسلمان کو چاہیئے کہ تقدیر پر ایمان لاوے منکر تقدیر کو حضرتؐ نے بہت برا کہا ہے اور تقدیر پر ایمان لانے کی احادیث کا مضمون حد تواتر کو پہنچ گیا ہے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تک کہ انسان چار چیزوں پر ایمان نہ لاوے گا مومن نہ ہوگا۔ اللہ پر ایمان لاوے اور اسے واحد لاشریک لہٗ جانے اور مجھے اللہ کا رسول جانے اور موت کے بعد زندہ ہونے کو حق سمجھے اور تقدیر پر ایمان لاوے بخاری اور مسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کی جگہ جنت یا دوزخ میں اللہ نے پہلے سے لکھ رکھی ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا عمل کرنا چھوڑ دیں اور لکھے ہوئے پر تکیہ کر کے بیٹھ جاویں آپ نے فرمایا کئے جاؤ جس جگہ کے لئے جس شخص کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس کو اس کے موافق عمل آسان کر دیئے ہیں نیکوں کو نیک عمل آسان ہو جاتے ہیں اور بدوں کو بد اور امام احمد اور ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ قدریہ لوگ اس امت کے مجوسؒ ہیں اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کو نہ جاؤ اور مر جاویں تو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔

انسان اپنے افعال میں مختار ہے

لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا ہے اگر وہ نیک کام کرے گا اجر پاوے گا اور بد کام سے اس کو سزا دی جاویگی یعنی اگرچہ افعال اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اللہ ان کا خالق ہے اور اسکی قدرت اور ارادے سے بندے سے سرزد ہوتے ہیں لیکن باوجود اس کے بندے کو اس کے

ؒ مجوس اس لئے فرمایا کہ جس طرح ان کے نزدیک ایک خدائے خیر یزدان ہے دوسرا خدائے شر اہرمن اسی طرح قدریہ نے بھی گویا دو خدا ثابت کئے ایک خالق جواہر یعنی اللہ تعالیٰ اور دوسرا خالق اعراض یا افعال یعنی

افعال میں اختیار دیا ہے کہ جس کے سبب سے نیک کام کا اجر اور بد کی سزا پاتا ہے یہ
نہیں کہ بندہ اپنے افعال میں درخت پتھر کی مانند محض بے اختیار اور بے قدرت ہے جیسا
کہ فرقۂ جبریہ کہتا ہے چند وجہ سے اوّل یہ کہ قرآن کی آیات دلالت کرتی ہیں کہ بندہ کو اپنے
افعال میں اختیار ہے کہ جس کے سبب سے اس کو ثواب وعقاب ہے کقولہ تعالیٰ جَزَآءً
بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ط۔ یعنی ان جنتیوں کو یہ جنت ان کے اعمال کے بدلے میں دی گئی ہے دکقولہ تعالیٰ
فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ الآیۃ ہم نے اختیار دیا پس جو چاہے ایمان
لاوے اور جو چاہے کافر ہو جاوے لیکن کافروں کے واسطے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے دوم
مرتعش کی حرکت بیشک بے قصد اور ارادے کے آپ ہی آپ ہوا کرتی ہے اور ہم بالبداہتہ جانتے
ہیں کہ جب ہم آپ سے کسی چیز کو پکڑیں اور جب ہمارا ہاتھ رعشہ سے ہلے دونوں میں فرق ہے
معلوم ہوا کہ رعشہ سے ہلنا بے اختیاری ہے اور آپ سے پکڑنے میں ہلنا اختیاری ہے
اور ان دونوں حرکتوں میں ہر شخص فرق کر لیتا ہے بلکہ ہر عاقل جان لیتا ہے کہ ہمارا کسی کام
کے لئے آنا جانا بے اختیاری نہیں ہے کہ پتھر کی حرکت کے مانند ہووے بلکہ پتھر کی حرکت بلا
اختیار ہے اور ہماری آمد و رفت با اختیار ہے کما لایخفیٰ علیٰ من لہٗ ادنیٰ شعور سوم اگر بندے کو
اپنے افعال میں کچھ اختیار نہ ہووے تو جس طرح پتھر لکڑی سے امر و نہی کرنا عقلاً ممنوع ہے اسی
طرح اس سے ہو جاوے اور اسی طرح اس کے کسی فعل پر ثواب وعقاب ہونا بھی ظلم و عبث
گنا جاوے اور اللہ ظلم سے بری ہے اور اسی طرح اس کے کسی فعل پر ثواب وعقاب ہونا
بھی ظلم و عبث گنا جاوے اور اللہ ظلم سے بری ہے کمال عز شانہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ الآیۃ
یعنی اللہ تعالیٰ کسی آدمی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور جس طرح پتھر لکڑی کی مدح و ذم عقلاً نادرست
ہے اسی طرح اس کی بھی ہو جاوے۔ سوال جب یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک کام بندہ کا اللہ کے
ارادے سے ہوتا ہے اور ازل میں اس کو اس کی خبر تھی پس دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی کام
کے نہ کرنے کا اللہ ارادہ کریگا اور ازل میں اسکو معلوم ہوگا کہ یہ کام اس سے نہیں ہوگا اور یا اسکے
کرنے کا ارادہ اور علم ازلی ہوگا۔ پہلی صورت میں تو وہ کام ہونا ممتنع ہو جائے گا اور دوسری
میں اس کا ہونا ضرور ہوگا ورنہ ارادہ اور علم الٰہی میں تخلف لازم آوے گا اور جب ایک کام

ہونا ضروری یا ممتنع ہوا تو بندے کا اختیار کہاں رہا پس جو ممتنع ہے وہ اس سے کبھی نہ ہوگا۔ اور جو ضروری ہے وہ اس سے خواہ مخواہ سرزد ہوگا۔ جواب اللہ تعالیٰ ازل میں یوں جانتا تھا کہ اس کام کو بندہ اختیار سے کریگا اور اس کو اختیار سے چھوڑے گا۔ اور اسی طرح ارادہ کیا کرتا ہے۔ کہ بندہ اختیار سے اس کام کو کریگا اور اس کام کو اختیار سے نہ کرے۔ بہرحال بندہ کو اختیار مل گیا۔ جس طرح کوئی بادشاہ کسی غلام سے کسی کام کے کرانے کا ارادہ کرے تو اس صورت میں اگرچہ غلام اس کے ارادے کے بموجب اس کو کرے گا لیکن نفس اختیار اس کو زائل نہ ہوگا اور وہ کام اس غلام سے اس طرح بے اختیار سرزد نہ ہوگا کہ جس طرح رعشہ والے کا ہاتھ بے اختیار ہلتا ہے اور ازل میں اس بات کے جاننے سے کہ بندہ اس کام کو بالاختیار کرے گا یا نہ کریگا بندے کا اختیار نہیں جاتا۔ اس کا علم اس کے اختیار کو زائل نہیں کرتا۔ اور جواب الزامی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جمیع افعال بالاتفاق اختیاری ہیں حالانکہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ فلاں شخص کو فلاں وقت غنی کروں گا اور فلاں کو فقیر پھر جس طرح اس کے علم ازلی سے اس کا اختیار نہیں جاتا اُسی طرح بندے کا اختیار بھی دور نہیں ہوتا ثابت ہوا کہ جمیع افعال کا خالق اللہ ہے اور بسبب اختیار کے بندہ کاسب ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے قرآن و احادیث و اجماع امت و عقل سلیم سے ہمارے ہاں نہ جبر ہے نہ قدر چونکہ یہ بحث دقیق ہے لہٰذا اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اور تطویل جو عام کو مفید نہیں اسے چھوڑتا ہوں فائدہ اس مسئلہ تقدیر میں آدمی زیادہ قیل و قال نہ کرے کیونکہ زیادہ قیل و قال سے سوائے اس کے کہ گمراہی حاصل ہو اور کچھ فائدہ نہیں اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث سے منع کر دیا ہے چنانچہ ایک بار دو شخصوں کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سن کر حالت غضب میں باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ پہلی امتوں کے لئے اکثر گمراہی اسی قیل و قال سے حاصل ہوئی اور فرمایا۔ وَلِهٰذَا بُعِثْتُ کہ میں اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں تاکید سے کہتا ہوں کہ آیندہ پھر نہ کرنا اور ظاہر ہے کہ جو ہونا ہے وہ آپ ہو رہے گا۔ تم کو اس جھگڑے سے کیا مطلب احکام شریعت کو مانے جاؤ اور گناہوں سے باز آؤ موافق فرمان آنحضرت علیہ السلام کے جس شخص کو اللہ نے دوزخ کے لئے بنایا ہے اس کے لئے ویسے کام آسان ہو رہے ہیں اور جس کو جنت کے لئے پیدا کیا ہے

اس کا شب و روز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں گزرتا ہے الٰہی جن چیزوں سے تو خوش ہو ان کی توفیق دے اور جن سے تو ناخوش ہو ان سے دور کر۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی بندے کے اچھے کام سے اللہ تعالیٰ راضی اور بد سے ناراض ہے حاصل یہ ہے کہ نیک بد جس قدر افعال ہیں ان کی تقدیر اور مشیّت سے ہوتے ہیں لیکن ان میں سے نیک کاموں سے وہ راضی ہوتا ہے اور ان کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور بد کاموں سے وہ ناراض ہوتا ہے اور ان کے نکرنے کا حکم دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر کو پسند نہیں رکھتا۔ اور شکر کرو گے تو وہ تم سے بسبب اس کے خوش ہوگا وقال اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ الآیۃ اللہ حکم کرتا ہے انصاف اور احسان کرنے کا اور قریبوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے فحش اور بُرے کام اور بغاوت کو پس ارادہ اور مشیّت اور چیز ہے اور حکم کرنا اور اس سے خوشنود ہونا اور چیز ہے اس قادر جبار سے کسی کو چوں چرا کرنے کی قدرت نہیں جس سے چاہے اچھے افعال کروائے اور اس کے ارادے کے سبب اس سے خوش ہو جاوے وَلَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ۔

قدرت عباد کا ذکر جو استطاعت کام کے وقت پائی جاتی ہے سو وہ قدرت حقیقی ہے کہ جس کے سبب بندے سے کام ہوتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ لفظ استطاعت کے دو معنی ہیں ایک سلامتی آلات واسباب جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ دوسری قدرت حقیقی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار میں رکھی ہے کہ اس کے سبب سے افعال اختیاری کرتا ہے اور اگر یہ قدرت نہ ہو تو نہ کر سکے۔ سو یہ شرط ہے افعال کے ادا کرنے کے لئے بعد سلامتی آلات واسباب کے اور یہ قدرت بعد ارادہ مصمم کرنے کے خاص اس کام کرنے کے وقت حاصل ہوتی ہے پس اگر بندہ کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ اس کو نیک کام کرنے کی قدرت عطا کرتا ہے اور بد کام کا قصد کرتا ہے تو اس کو بد کام کی قدرت بخشتا ہے پس جس وقت چور نے چوری کا ارادہ کیا اور اللہ نے حسب عادت اس کو اسکی قدرت دی تو گویا اس چور نے نیک کام کی قدرت کو زائل کر دیا کیونکہ اگر اس چوری کا

ارادہ نہ کرتا بلکہ نماز کا قصد کرتا تو حسبِ عادت اس کو نماز کی قدرت عطا ہوتی پس اسی سبب سے یہ بندہ افعال بد میں ذم وعقاب کا مستحق اور افعال خیر میں مدح وثواب کا مستحق ہوا اور ارادے کے سبب سے اس کو ثواب وعقاب ہے امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ قدرت دو مختلف چیزوں کی صلاحیت رکھتی ہے پس جس نے کفر اختیار کیا تو اس نے ایمان کی قدرت کو ذائل کر دیا کیونکہ یہی قدرت ایمان کے لئے بھی تھی اس سبب سے عقاب کے قابل ہوا اور اگر اسی قدرت کو ایمان میں صرف کرتا تو ثواب کا مستحق ہوتا۔

انسان استطاعت پر مکلف ہے اور جو استطاعت سلامت آلات واسباب کے معنی میں ہے اس پر صحت تکلیف کا مدار ہے دوسرے معنی لفظ استطاعت کے سلامت ہونا آلات واسباب کا ہے سو اس استطاعت کے بموجب اللہ تعالیٰ بندے کو تکلیف دیتا ہے جو شخص جس چیز کے لئے آلات واسباب نہیں رکھتا۔ اس کو اس کام کی استطاعت نہیں۔ سو اس کے کرنے کا اللہ حکم نہیں دیتا۔ اور جس چیز کے آلات واسباب رکھتا ہو گا اس کو اس کام کی استطاعت ہے سو اس کے کرنے کی اللہ بندے کو تکلیف دیتا ہے کما قال تعالیٰ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًاط۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے جن شخصوں پر کہ کعبہ تک جانے کی طاقت رکھتے ہیں حج فرض ہے اور اس استطاعت پر صحتِ تکلیف کے مدار ہونے کی یہ وجہ ہے کہ سلامتِ اسباب کے بعد بسبب ارادہ کرنے کے قدرت حقیقی کہ جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جب قدرت حقیقی پائی گئی تو بندہ وہاں عاجز نہ رہا اور جہاں سلامتی اسباب وآلات نہیں ہوتے وہاں بندہ اپنا قصد نہیں کرتا اور جب قصد نہ کیا تو وہ قدرت کہ جو بعد ارادے کے ہوتی ہے اور جس کے سبب سے وہ فعل سرزد ہوتا ہے نہیں حاصل ہوتی اور جب یہ قدرت حقیقی نہ پائی گئی تب عاجز محض ہو گیا تکلیف کے قابل نہ رہا۔

بلا استطاعت مکلف نہیں لہٰذا جس کام کی بندہ استطاعت نہیں رکھتا اس کے کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے موافق پس جو چیز بندے کی طاقت سے باہر ہو عام ہے کہ فی نفسہ ممتنع ہو جیسا ضدین کا جمع کرنا یا فی نفسہ ممکن ہو لیکن بندے سے نہ ہو سکے جیسا پیدا کرنا جواہر کا اس

کے کرنے کا بھی بندے کو حکم نہیں دیتا۔

خالق افعال مارنے کے بعد درد اور کسی چیز کے توڑنے کے بعد اس کا ٹوٹنا بھی اللہ کا مخلوق ہے مثلاً زید نے عمرو کے لاٹھی ماری اور اس سے درد ہوا یا کسی نے ایک شیشے کو پتھر دے مارا اور اس سے وہ ٹوٹ گیا۔ سو اس درد کا بھی اور اس ٹوٹنے کا بھی اللہ ہی خالق ہے یا کسی نے کسی کے تلوار ماری اور اس سے اس کی گردن جدا ہو کر وہ مر گیا سو اس موت کا بھی اللہ خالق ہے خاص اللہ کے پیدا کرنے سے ہوئی ہے اور اگر نہ پیدا کرتا تو نہ مارنے کے بعد درد ہوتا اور نہ وہ شیشہ ٹوٹتا اور نہ وہ شخص مرتا کیونکہ تمام ممکنات اللہ کی طرف سے مستند ہیں اور ہر ایک چیز کا اللہ خالق ہے چنانچہ ابھی اس کی تحقیق گزری معتزلہ اس کو بھی بندے کا فعل کہتے ہیں اور بندے کو اس کا خالق قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک جو فعل بے بدون واسطہ کسی دوسرے فعل کے سرزد ہو جس طرح کہ تلوار کا مارنا اس کو بندے کا فعل بطور مباشرت کے کہتے ہیں اور جو کسی فعل کے واسطے سے ظاہر ہو جس طرح کہ موت کہ وہ تلوار مارنے کے سبب سے واصل ہوئی اس کو بھی بندے کا فعل بطور تولید کے کہتے ہیں ہمارے نزدیک دونوں اللہ کی مخلوق ہیں جو چیزیں کہ بطور مباشرت کے ہیں وہ بھی اور جو چیزیں کہ بطور تولید کے ہیں وہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوئی ہیں۔

انسان کی بے دخلی بندے کو اس میں کچھ دخل نہیں نہ تو یہ اس کا خالق ہے کیونکہ بندے سے نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی چیز کو پیدا کرے جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور نہ یہ اس کا کاسب ہے کیونکہ جو چیز اس کی قدرت میں نہیں اس کا یہ کاسب نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے بعد اپنے افعال کے بندے کو اختیار نہیں کہ نہ اس اثر کو ظاہر نہ ہونے دیوے بعد مارنے کے اس کو طاقت نہیں کہ درد کو روک لے جب یہ اثر اس کی قدرت سے باہر ہے تو یہ اس کا کاسب بھی نہیں ہے اور یہی مدعیٰ ہے افعال تولیدیہ میں بندے کو مواخذہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ فعل کہ جس سے یہ پیدا ہوا ہے اس کے اختیار میں تھا۔

ہدایت و گمراہی کا اختیار اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اگرچہ یہ مضمون پہلے بیان ہو چکا ہے لیکن توضیح کے لئے مکرر

کیا گیا حاصل یہ ہے کہ جس طرح سے اور افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اسی طرح ہدایت و ضلالت کو بھی وہی پیدا کرتا ہے اور اس سے باری تعالیٰ کو کچھ عیب نہیں کس لئے کہ قبیح چیز کا کسب قبیح ہے نہ کہ پیدا کرنا چنانچہ اس کی تفصیل حاشیہ میں ابھی ہو چکی۔

فائدہ۔ ہم نے جس کو چاہی کی قیدیوں زیادہ کی ہے کہ ہدایت و ضلالت سے مراد پیدا کرنا ان کا ہے نہ بیان کرنا طریق حق کا کیونکہ اللہ نے راہِ حق کو سب کیلئے بیان کر دیا ہے کسی کی خصوصیت نہیں۔

فائدہ۔ یہ جو قرآن مجید میں آیا ہے کہ قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کرتے ہیں اور شیطان اور بت ضلالت میں ڈالتے ہیں سو اس سے یہ مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سبب ہدایت کا ہیں اور شیاطین اور بت سبب ضلالت کا ہیں مجازاً ہدایت اور ضلالت کو ان کی طرف نسبت کر دیا ہے ورنہ حقیقت میں دونوں کا اللہ خالق ہے عرف میں جو چیز جس کام کے سبب ہوتی ہے اس کی طرف اس کام کو مجازاً نسبت کر دیتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ اس دوا نے شفا دی اور آگ نے جلا دیا اور پانی نے سرد کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس دوا شفا کا سبب ہے اور آگ جلانے کا اور پانی سرد کرنے کا اس لئے ان کی طرف نسبت کر دیا۔ ورنہ اس شفا اور جلانے اور سرد کرنے سب کا اللہ خالق ہے۔ اگر چاہتا دوا کے بعد شفا نہ دیتا اور آگ کے بعد جلنے نہ دیتا اور پانی کے بعد سردی نہ بخشتا اسی سبب سے جو شفا کو دوا کا فعل سمجھے اس کو علماء نے مشرک لکھا ہے اور موحد اور مشرک میں یہی فرق ہے کہ ہر چیز کو موحد اللہ کی مخلوق جانتا ہے اور مشرک سبب کو فاعل حقیقی سمجھ لیتا ہے۔

بخاریؒ اور مسلمؒ نے زید بن خالدؓ سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی امامت کی اور اس رات کو مینہ برسا تھا ہماری طرف منہ پھیر کے بیٹھے اور فرمانے لگے کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ صبح کو کچھ لوگ مجھ پر ایمان لائے اور کچھ مجھ سے کافر ہوئے جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے یوں کہا کہ

ل [illegible] یا اس جادو یا منتر یا نظر یا جن وآسیب سے نفع وضرر بھی اللہ کے اختیار اور ارادے سے سرزد ہوتا ہے وہ نہ چاہے تو ان سے کچھ نفع ہو نہ ضرر کیونکہ اس کی تمام مخلوقات میں سے کوئی بھی کسی فعل کا خالق نہیں البتہ یہ اشیاء کبھی نفع وضرر کا سبب ہو جایا کرتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں تاثیرات بھی رکھی ہیں پس جو ان کو نفع وضرر کا فاعل سمجھے گا مشرک ہو گا ۱۲ منہ۔

فلاں فلاں ستارے سے یہ بارش ہوئی تو وہ ستاروں پر ایمان لایا۔ اور میرا منکر ہوا انتہیٰ عرب میں لوگ یوں جانتے تھے کہ جب فلاں ستارا فلاں جگہ آتا ہے یا فلاں ستارے کے پاس جاتا ہے تو بارش ہوتی ہے اور ستاروں کو بارش کا فاعل سمجھا کرتے تھے اس لئے ان کو کافر کہا ہاں اگر کسی نے تجربہ سے یوں معلوم کرلیا ہو کہ جب یہ علامت ہوتی ہے تو اکثر اللہ کی یوں عادت جاری ہے کہ وہ اس وقت بارش کرتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ یوں کہے کہ فلاں علامت کے پائے جانے کے وقت اللہ بارش کرتا ہے ہر چیز میں مومن یہی اعتقاد رکھے اور اللہ کی طرف سے سمجھے اور وسائط کو محض سبب جانے وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ہ۔

فصل ۱۰۔ اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔

ولی اس مومن کو کہتے ہیں جو اللہ کی ذات وصفات کا عارف ہو کر حسبِ امکان عبادات پر مواظبت کرے اور گناہوں اور لذات وشہوات سے کنارہ کش ہو اور اس کی کرامت سے یہ مراد ہے کہ کوئی امر خارق عادت جیسا کہ ہوا پر اڑنا یا پانی پر خشک نکل جانا یا بے موسم کا کھانا حاجت کے وقت ظاہر کرنا یا جمادات کا کلام سننا اس سے بدون دعوے نبوت کے ظاہر ہو اور تفصیل سب خوارق کی صدر کتاب میں آچکی ہے اور یہ کرامت اس نبی کے لئے کہ جس کی امت میں سے یہ ولی ہے معجزہ ہے کیونکہ یہ نبی کی صداقت پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے ایک امتی سے یہ امر خارق عادت ظاہر ہوا کرامت اولیاء اللہ کا ثبوت قرآن واحادیث سے ہے چنانچہ بے موسم کا کھانا حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم مادرِ عیسیٰ علیہما السلام کے پاس دیکھا حالانکہ وہ ہنیہ نہ تھیں کما قال تعالیٰ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ہ یعنی جب مریم کے عبادت خانے میں زکریا گئے تو وہاں ان کے پاس بے موسم[1] کھانا دھرا ہوا دیکھا کہ جس سے تعجب کرکے پوچھنے لگے قَالَ أَنّٰى لَكِ هٰذَا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ مریم نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے اور بہت سے دور و دراز سے بلقیس کا تخت آصف بن برخیا سلیمان علیہ السلام کا

---

[1] اگرچہ بے موسم کا کھانا یہاں کسی لفظ سے صراحتاً نہیں نکلتا لیکن زکریا علیہ السلام کے تعجب کرنے سے اور دہنالک دعا زکریا ربہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر کچھ خلاف عادت چیز نہ دیکھتے تو یوں تعجب نہ کرتے اور بے موسم کھانا دیکھ کر اپنے لئے اولاد کی دعا کی جس نے بے موسم کھانا دیا وہ مجھے بڑھاپے میں بے موسم اولاد بھی دے سکتا ہے اور [illegible]

وزیر جو نبی نہ تھا ایک دم بھر میں لے آیا تھا۔ چنانچہ قرآن میں اس تخت کا آنا بھی ثابت ہے۔
فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا یعنی جب سلیمانؑ نے اس تخت کو اپنے دربار میں کھڑا ہوا دیکھا اور ہوا پر
اڑنا بھی بہت سے اولیاء سے منقول ہے جلیسا کہ سلیمان سرخسیؒ سے اور جمادات کا کلام سننا
اس حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جس کو بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ
سلیمان اور ابو درداءؓ کے آگے ایک رکابی تسبیح کرنے لگی اور وہ ان کو سنائی دی انتہی بخاریؒ نے
عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلتے
دیکھا اور ہم کھانے کی تسبیح کھاتے وقت سنا کرتے تھے۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص بیل کو ہانکے لئے جاتا تھا
تھک کر راہ میں اس پر چڑھ لیا بیل نے کہا میں اس لئے نہیں پیدا ہوا ہوں بلکہ کھیتی کے
واسطے پیدا ہوا ہوں سو وہ شخص صاحب کرامت تھا کہ اس نے بیل کی گفت گو سنی کچھ
نبی نہ تھا۔ بخاریؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور عبادہ بن بشر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس اپنے کسی معاملہ میں باتیں کرتے تھے کہ اس میں کچھ رات گزر گئی اور وہ
رات نہایت اندھیری تھی۔ پھر دونوں حضرتؐ کے پاس سے اپنے گھر چلے دونوں کے ہاتھوں
میں دو عصا تھے ان میں ایک کا عصا روشن ہو گیا پھر جب دونوں کی راہ الگ ہوئی تو
دوسرے کا عصا بھی روشن ہو گیا کہ وہ دونوں عصوں کی روشنی سے اپنے گھر پہنچ
گئے۔ انتہی بیہقی اور ابو نعیم اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے ایک شخص کو کہ اس کا ساریہؓ نام تھا ایک فوج کا سردار کر کے نہاوند کی طرف
جو مدینے سے کئی مہینے کی راہ ہے بھیجا تھا ایک روز وہاں کفار نے مسلمانوں کی ہلاکت
کے لئے یہ داؤں کیا کہ وہاں پہاڑ کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جنگ شروع
ہوئی یہ حال اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں جمعہ کے روز منبر پر خطبہ پڑھتے
وقت حضرت عمرؓ کو دکھلا دیا۔ انہوں نے خطبہ پڑھتے ہی میں بہ آواز بلند یہ
فرمایا یا ساریۃ الجبل الجبل۔ اے ساریہ پہاڑ سے بچ پہاڑ سے بچ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی آواز
ساریہ کے لشکر تک پہنچا دی وہ عمرؓ کی آواز سنکر سنبھل گئے اور کافروں پر فتحیاب ہوئے انتہی۔

یہاں دو کرامتیں ظہور میں آئیں ایک یہ کہ عمرؓ کو کئی مہینے کی راہ کی دور بات دکھائی دوسری
یہ کہ حضرت عمرؓ کی ان دور دراز لوگوں تک آواز پہنچی ابویعلیٰ اور بیہقی اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ
میں خالد ابن ابوالولیدؓ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کافر کے ہاتھ سے ایسے زہر قاتل کی شیشی پی
لی کہ اگر اس کا ایک قطرہ جاندار پر ڈال دیں تو ہلاک کر دے اور پھر ان کو کچھ ضرر نہ ہوا اور امام مستغفری
نے باسناد صحیح حضرت عمرؓ کے رقعہ سے دریائے نیل کا جاری ہونا نقل کیا ہے جسے زیادہ تفصیل
مطلوب ہو وہ دلائل النبوۃ وشواہد النبوۃ وکلام المبین وغیرہ کتب کو دیکھے المختصر جس قدر کرامات
کہ صحابہؓ میں ظاہر ہوئیں اور جو ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین سے ظہور میں آئیں حد تواتر
کو پہنچ گئیں کہ ان کا انکار کرنا بے انصاف مکابر کا کام ہے خصوص متاخرین میں حضرت غوث اعظم
شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی کرامات کا تو ایک عالم گواہ ہے اور ان کے
بعد آج تک اولیاء اللہ سے جو کرامات ظاہر ہوئیں اور ہوتی ہیں ان کا بھی ایک جہان نے مشاہدہ
کیا ہے اور کرتا ہے پھر انکار کرنا محض تعصب نہیں تو اور کیا ہے معتزلہ اور شیعہ نے جب اپنے
سلف اور خلف میں کسی کو اس مرتبہ کا نہ پایا کہ اس کی کرامات دیکھتے تو سرے سے کرامات ہی
کا انکار کر بیٹھے معتزلہ کی یہ حجت ہے کہ اگر ولی سے کرامت ظاہر ہو تو اس میں اور نبی کے
معجزہ میں کچھ فرق نہ رہے اس کا جواب یہ ہے کہ ولی دعویٰ نبوت کا نہیں کرتا بلکہ اپنے نبی کے
پیرو[1] ہونے کا مقر ہوا کرتا ہے گویا یہ کرامت اس کے نبی کے حق میں معجزہ ہے کہ اس کی صداقت پر
دلالت کرتی ہے بخلاف معجزہ کے کہ وہاں دعوے نبوت ہوتا ہے شیعہ بغیر کسی برہان قاطع کے ولایت
کا باب بند کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاتم الولایت کہتے ہیں۔

کرامت میں حکمتیں | ولی سے کرامت ظاہر ہونے میں چند حکمتیں ہوتی ہیں اوّل یہ کہ اس کے
نبی کی تصدیق عوام کو حاصل ہو جاوے اور قیامت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اولیاء اللہ
کے سبب سے جاری رہے دوم یہ کہ مبتدی ہے تو اس کا یقین زیادہ ہو جاتا ہے اور پھر
نہایت رغبت سے عبادت میں مصروف ہوتا ہے اور اگر منتہی ہے تو اس کے مریدوں
کے یقین کو قوت بخشتی ہے فائدہ۔ عام کو کرامت اور استدراج میں تمیز نہیں اس لئے

---

[1] کیونکہ اگر وہ پیروی کا مقر نہ ہو اور نبوت کا مدعی ہو جاوے تو کافر ہے اس سے کرامت ظہور میں نہ [illegible] ۱۲ منہ۔

بے نماز شرابخور فاسقوں کی خارق عادت باتیں دیکھ کر ان کے مطیع ہو جاتے ہیں اور ان خوارق کو کرامت اور اس فاسق کو ولی کہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ولی کا درجہ مومن صالح کے بعد ہے یعنی جب مومن صالح ہو لیتا ہے اس کے بعد ذات وصفات الہی کا عارف ہو کر لذات ترک کرتا ہے اور عبادت میں ہمہ تن مصروف ہوتا ہے تو جذبہ شوق الہی اسے بارگاہ کبریا میں کھینچ لے جاتا ہے تب وہ خاصان درگاہ میں شمار کیا جاتا ہے پھر اس وقت اس سے جو خوارق ظہور میں آویں ان کا نام کرامت ہے اور یہ شخص ولی ہے اور اگر اس درجہ کو نہیں پہنچا بلکہ فقط مومن صالح ہے تو اس کے خوارق کرامت نہیں اور اصطلاح میں یہ شخص ولی نہیں پھر جو سرے سے مومن صالح ہی نہیں بلکہ کبائر میں مبتلا ہے یا مومن ہی نہیں وہ ہرگز ولی نہیں اور اس کے خوارق دام شیطانی ہیں کرامت نہیں بلکہ اس کو استدراج کہتے ہیں جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اولیائے کرام اللہ کے محتاج ہیں

اولیاء اللہ کے بہت سے اقسام ہیں بعض قطب بعض ابدال بعض اوتار ہیں علی ہذا القیاس کہ تفصیل ان کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں رکھتی اولیاء کرامت کے ظاہر کرنے میں اللہ کے محتاج ہیں جس طرح انبیاء علیہم السلام معجزات کے ظاہر کرنے میں جناب باری کے محتاج ہیں جب حکم الہی ہوتا ہے ظاہر کرتے ہیں آپ سے جس وقت چاہیں نہیں ظاہر کر سکتے اسی وجہ سے کرامت کے ظاہر ہونے پر ولایت کا دارومدار نہیں۔ کیونکہ ہزارہا اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ ان سے کبھی کرامت ظاہر نہیں ہوئی بلکہ بعض کرامت کے ظہور سے دور بھاگتے ہیں۔ اور یہ ان کے جناب باری سے اسرار ہیں ان کو وہی خوب جانتے ہیں واللہ اعلم۔

اطلاع غیب یا کشف

اللہ تعالیٰ ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام سے بعض غیب کی چیزیں بتلا دیتا ہے سو یہ یقینی ہوتی ہے اور اولیاء اللہ کو بھی بعض مغیبات پر کشف یا الہام سے مطلع کر دیتا ہے لیکن یہ بطور ظن کے ہوتا ہے[1] اور یہ سب غیب کے جاننے میں اللہ کے محتاج ہوتے ہیں جب چاہتا ہے کسی کو ان میں سے کسی چیز کی خبر دیتا ہے تب وہ اسی قدر جانتے ہیں اور جب چاہتا ہے ان کو ان کی پشت پائے کی خبر بھی نہیں ہونے دیتا چنانچہ بہت سے امور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے جب جبرئیل علیہ السلام بحکم الہی آکر خبر کرتے تھے تب مطلع ہوتے تھے کیا خوب کہا ہے

---

[1] کیونکہ اولیاء اللہ کے کشف یا الہام میں کبھی غلطی ہو جاتی ہے ۱۲ منہ۔

سے گہے برطارم اعلیٰ نشینم ۔ گہے برپشت پائے خود نہ بینم " پس ہر وقت ہر چیز کی خبر خاص اللہ ہی جانتا ہے اگر کوئی کسی فرشتے یا نبی یا ولی کو یوں سمجھے گا مشرک ہوگا اور یہ شرک فی العلم گنا جاویگا اور اس کے رد میں بہت سی آیات قرآن کی اور بہت سی احادیث صحیحہ ہیں طوالت کے خوف سے ترک کرتا ہوں۔

اولیاء اللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اولیاء اللہ کی دعا اکثر اللہ قبول کر لیتا ہے لیکن وہ جہاں مرضی الٰہی دیکھتے ہیں دعا کرتے ہیں اور جہاں مرضی نہیں پاتے تو مارے ہیبت الٰہی کے نام بھی نہیں لیتے ان کی زندگی میں یا بعد مرنے کے ان کو حاجت روا اور مستقل نفع ومضر دینے والا سمجھ کر ان سے حاجات طلب کرنا اور دور دراز سے ان کے نام کی دہائی دینا ان کی قبروں کی نذر و نیاز کرنا ان کے نام کا تھان و جھنڈا یا چبوترہ بنا کے پوجنا علیٰ ہذا القیاس سب بد ہے کہ اس سے اللہ بھی اور اس کے اولیاء بھی از حد بیزار ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی منع فرمایا ہے۔

نبی اور ولی میں فرق کوئی ولی کبھی کسی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا ہے کس لئے کہ نبی میں سب کمالات ولایت ثابت ہو جاتے ہیں تب اسکے بعد اسکو اعلیٰ درجہ نبوت کا دوسروں کی تکمیل کے لئے دیا جاتا ہے کہ پھر اس کو نہ سوء خاتمہ کا ڈر رہتا ہے نہ معزول کیا جاتا ہے اور ولی پہلے درجہ میں ہوتا ہے سو اسکے لئے یہ سب احتمال باقی رہتے ہیں دوسرے جس قدر ولی کو کمالات حاصل ہوتے ہیں وہ سب کمالات نبوت سے حاصل ہوتے ہیں تیسرے بندوں کو اللہ سے جس قدر مراتب قرب ہیں ان سب میں سب سے اعلیٰ درجہ نبوت کا ہوتا ہے نہ اس درجہ کو صدیق پہنچتا ہے نہ شہید نہ صالح اسی لئے انبیاء سب سے زیادہ مقرب اور ان کے نفوس سب سے زیادہ کامل ہوتے ہیں جس قدر اور ہیں ان کے نفوس اس درجہ کے کامل نہیں ہیں۔

احکام شرعی کسی کو معاف نہیں کوئی عاقل بالغ اس درجہ کو نہیں پہنچتا کہ احکام شرع کے اس سے دور ہو جاویں خواہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو یا مومن صالح یا کوئی اور ہو کسی سے بے عذر شرعی احکام شرعی معاف نہیں جس طرح اور سب پر فرض واجب ہیں اسی طرح ولی و نبی پر بھی کیونکہ جس قدر خطابات تکلیف شرع میں وارد ہیں سب عام ہیں کسی کی اس میں خصوصیت نہیں اور سب مجتہدوں کا اس بات پر اتفاق ہے دوم یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر شخص موت

تک بہ تکلیف عبادت مکلف رہتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ ؎ کہ اپنے رب کی عبادت کرموت آنے تک اور سب مفسرین متفق ہیں کہ یقین سے مراد یہاں موت ہے کذا قال الملا علی القاری فی شرح الفقہ الاکبر بعض گمراہوں نے جن کو مباحین کہتے ہیں یہ قرار دے رکھا ہے کہ جب بندہ صدق دل سے ایمان لاوے اور نہایت محبت الٰہی اور صفائی قلب اُسے حاصل ہو جاوے تو اس سے شرع کی امرونہی دور ہو جاتی ہیں اور ہر گناہ اس کا مباح ہو جاتا ہے پھر اس کے سبب اللہ اس کو دوزخ میں داخل نہ کرے گا۔ اور ان میں سے بعض تو یہی کہتے ہیں کہ اس درجہ میں سب عبادات ظاہری اس کے ذمہ سے دور ہو جاتی ہیں فقط تفکر آیات اس کی عبادت ہوتی ہے سو یہ کفر اور گمراہی ہے کیونکہ سب سے محبت الٰہی اور صفائی قلب اور ایمان میں انبیاء علیہم السلام کامل ہیں خصوص جناب سید الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سب سے ہر ایک کمال میں اکمل ہیں کوئی فرد بشر ان کے برابر نہیں ان کے لئے تو اور زیادہ تکالیف شرعی تھی ساقط ہو جانا تو درکنار سب سے الگ خاص آنحضرت صلعم پر تہجد فرض تھی کہ شب بیداری کرتے ہوئے پائے مبارک پر ورم آ گئے تھے اور جو کوئی یوں کہتا تھا کہ آپ اس قدر تکالیف کیوں اٹھاتے ہیں آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے آپ اس کے جواب میں یہ فرماتے ہیں اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ؎ افسوس ہے کہ ہندوستان میں سالاریہ مداریہ وغیرہ لوگ یہی کرتے ہیں، نماز و روزہ کو فرض نہیں جانتے کبائر کو حلال سمجھتے ہیں اور جو کوئی ان سے قرآن و حدیث کی دلیل پیش کرتا ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ یہ قرآن تمہارے لئے ہے ہمارا قرآن اور ہے یا ہمارے دس پارے اور ہیں سو ایسے لوگ قطعی کافر ہیں ان کے خوارق دام شیطانی ہیں ان سے دور رہنا چاہیئے۔

فصل ۱۱ - توبہ کے بیان میں

اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور استغفار کرنے سے گناہ معاف کر دیتا ہے توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر گناہ سمجھ کر نادم ہو اور آیندہ اسکے ترک کا پکا ارادہ کر لے اور اگر یہ کسی کے حقوق ہیں تو ان کو ادا کرے پس جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسکے گناہ معاف کر دیتا ہے

؎ کیا نہ ہوں میں بندہ شکر گزار ۱۲ امنہ ؎ بنگ ولوزہ ولقمہ دریوزہ ان کا ایمان ہے۔

جیساکہ فرماتا ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ یعنی جوکوئی کام کرے بُرے کہ غیر کو ضرر اس سے پہنچے یا ظلم کرے اپنی جان پر کہ اس سے غیر کو ضرر نہ پہنچے۔ پھر وہ بخشش مانگے اللہ سے تو پاویگا اللہ کو بخشنے والا مہربان وقال یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ یعنی اے مومنو! توبہ کرو طرف اللہ کے توبہ خالص شتاب ہے کہ رب دور کردے تمہارے گناہ تم سے الآیہ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ یعنی اللہ وہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ہے گناہوں کے برابر ہے المختصر آیات واحادیث واجماع جمہور مسلمین سے ثابت ہے کہ توبہ جب باشرائط پائی جاوے تو بندہ کے سب گناہ خواہ کبیرہ ہوں خواہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں مگر حالت نزع سے پہلے کی توبہ معتبر ہے، چنانچہ اس کی تحقیق پہلے گزرچکی ہے اور جب تک آفتاب مغرب کی طرف سے نہ نکلے تب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ چنانچہ احمد اور ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ توبہ نہیں منقطع ہوتی۔ یہاں تک کہ مغرب سے آفتاب نکلے جس روز مغرب سے آفتاب نکلے گا اسی روز کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی انسان کو چاہیئے کہ توبہ میں دیر نہ کرے اور توبہ کے پھر دوسرے پر گناہ پر دلیری نہ کرے کیونکہ شاید توبہ نصیب نہ ہو یا توبہ خاص دل سے میسّر نہ آوے۔

فائدہ۔ لغت میں توبہ رجوع کرنے کو کہتے ہیں اور اس توبہ کے چند اقسام ہیں ایک توبہ گناہ سے ہوتی ہے کہ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کیا۔ اور یہ عام کی توبہ ہے اور ایک غفلت سے توبہ ہوتی ہے کہ غفلت چھوڑ کر یاد الٰہی کی طرف رجوع کیا اور یہ خاص بندوں کی توبہ ہے اور اس کو اَوبہ بھی کہتے ہیں اور ایک توبہ ہے غیر اللہ کی طرف خیال اور التفات کرنے سے یہ اخص الخواص عارفوں کی توبہ ہے یہ جو مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے دل میں غین یعنی کچھ کدورت آجاتی ہے سو اس سے دن بھر میں اللہ

فائدہ۔ آریہ اور عیسائیوں کے نزدیک بندہ کسی قدر توبہ کرے رونے زاری کرے خدا ہے کہ بخشتا نہیں نہ بخش سکتا ہے۔ (مؤلف)

سے سو بار بخشش مانگتا ہوں انتہیٰ۔ سو اس توبہ اور استغفار سے یہی اخیر قسم کی توبہ مراد ہے کہ خیالات بشریہ سے توبہ استغفار کیا کرتے تھے کس لئے کہ بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبیرہ اور صغیرہ سے قبل النبوۃ اور بعد نبوت کے پاک تھے۔ اور کبھی کوئی گناہ حضرتؐ سے نہیں سرزد ہوا۔ اللہ نے آپ کو معصوم رکھا۔ قرآن مجید میں یہ جو آیا ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کہ اپنے گناہوں کی معافی چاہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اور تاکہ اللہ تیرے پہلے گناہ اور پچھلے بخش دے سو یہاں بھی گناہ سے یہی غین مراد ہے جو کہ آپ کے علو شان کے برخلاف تقابہ گناہ قرار دیا گیا اور اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور آئندہ جو تبقاضائے بشریت کبھی ہو جاوے تو وہ بھی معاف فرمایا۔ قرآن میں یہاں گناہ سے مراد کبائر صغائر نہیں جیسا کہ یہود اور نصاریٰ اپنی عداوت قلبی سے مراد لیتے ہیں۔ اور آپ کو گناہ گار قرار دیکر قابل شفاعت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگر گناہ سے یہاں کبائر صغائر مراد ہوں تو گویا اللہ تعالیٰ آئندہ گناہ کرنے کی حضرتؐ کو اجازت دیتا ہے کہ پہلے اور پچھلے گناہوں کے معاف کرنے کا وعدہ کرتا ہے سو یہ امر رسالت کے بالکل خلاف ہے۔

دنیا میں سب کی حاجت روائی کرتا ہے	اور دنیا میں سب کی دعائیں قبول کرتا ہے اور حاجتیں روا فرماتا ہے خواہ کافر ہو یا مومن دنیا میں ان سب کی دعا قبول کرتا ہے۔

(حاشیہ ص۱۵۸) غین لغت میں ابر کو کہتے ہیں ایک ابر سا آپ کے دل پر کبھی ہو جاتا تھا بعض علمائے نے اس ابر کی تفسیریوں کی ہے کہ آپ کا دل آئینہ تھا۔ امت کے گناہوں کا۔ اس میں جب عکس پڑتا تو آپ استغفار کرتے اور فی الحقیقت یہ استغفار امت کے لئے ہوتا تھا۔ اور بعض نے یوں کہا ہے کہ آپ کے ہر ساعت درجات بڑھتے رہتے تھے کما قال تعالیٰ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کبھی آپ پہلی حالت کو اعلیٰ سمجھ لیتے تھے بعد اس کے جب اس مرتبہ سے بڑھ جاتے تو اس کے خلاف معلوم ہوتا اس وقت اپنے حال پر ندامت کرتے اور ایک پردہ سا دل پر ہو جاتا۔ اس سے استغفار کرتے بعض نے کہا ہے کہ غین سے مراد آپ کی حالت سُکر ہے کہ محبت الٰہی میں طاری ہو جاتی تھی۔ پس جب حالت صحو میں آتے تو اس سے استغفار فرماتے اور اسی سبب سے کہتے ہیں کہ حسنات الابرار سیئات الاحرار اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا دل آئینہ تھا جب کوئی شخص خاص آپ کے دل کا مقابل ہو جاتا تھا تو کچھ اس کے کدورت آپ کے دل پر منعکس ہوتے پھر اس سے آپ استغفار فرماتے چنانچہ تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث کہ آپ نے فرمایا تھا کہ مقتدیوں کے حالات سے مجھے نماز میں متشابہ ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگرچہ افضل المخلوقات تھے لیکن بشر تھے۔ سو کبھی بہ تقاضائے بشریت آپ کو یاد الٰہی سے کچھ ذرا سی غفلت ہو جاتی تھی تو وہ آپ کیلئے بسبب علو شان کے گناہ تھا اور اس سے آپ کے دل پر پردہ سا آجاتا تھا اس سے استغفار فرمایا کرتے تھے اور قرآن میں

اور تمام مخلوقات کی حاجات روا کرتا ہے کیونکہ اگر وہ نہ کرے تو پھر نہ کوئی خالق افعال ہے نہ خالق جواہر ہے کہ وہ کرتا ہو۔ کفار اپنے زعم میں یوں جانتے ہیں کہ ہم بتوں سے مانگتے ہیں وہ ہمارے کام پورے کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو اپنے منہ پر سے مکھی دور کرنے کی بھی قدرت نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس جو لوگ اللہ کے سوائے کسی اور سے حاجات طلب کرتے ہیں وہ انہیں کو حاجات روا جانتے ہیں لیکن وہ اللہ ارحم الراحمین کہ جو رب العالمین ہے خود دیتا ہے اور جو مانگتے ہیں اسے قبول کرتا ہے پھر آخرت میں اس امر کا بدلا ان کو دے گا کہ ہم دیتے تھے اور تم بتوں کی یا اور کسی کی طرف سے سمجھتے تھے اب ان اوروں سے لو اگر انہیں کچھ طاقت ہے پھر آخرت میں خاص اپنے مومنین بندوں کی دعائیں قبول فرمائے گا اور انہیں کی حاجات پوری کرے گا اور کافروں کو یہ سنا دیا جائے گا فَادْعُوْا وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ یعنی تم اگر جہنم میں نہایت بیقراری سے دعا کرو گے تو کرو لیکن کافروں کی دعا بھی ہوتی ہے قبول نہیں ہوگی اور اس مضمون کی بہت آیات قرآن میں موجود ہیں۔ دعا کرنے کے لئے قرآن میں فرماتا ہے اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ بندے کی دعا قبول کرتا ہے یہاں تک کہ جلدی نہ کرے اور قطع رحم یا گناہ کی دعا نہ مانگے یعنی جلدی نہ کرنا چاہیئے۔ اور قطع رحم یا گناہ کی دعا مانگنی نہ چاہیئے ان صورتوں میں دعا قبول کم ہوتی ہے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ تمہارا رب بڑا حیا والا اور کریم ہے اسکو شرم آتی ہے کہ بندہ اسکی طرف ہاتھ اٹھادے اور وہ اسکو خالی ہاتھ پھیر دیوے۔

فائدہ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر ایک کی ہر وقت اللہ تعالیٰ ضرور دعا قبول کر ہی لیتا ہے بلکہ اس میں یہ دونوں وصف ہیں دعا بھی قبول کرتا ہے حاجتیں بھی پوری کرتا ہے بیکار خدا نہیں کہ اس کو عالم پیدا کرنے کے بعد کچھ اختیار باقی نہ رہا جیسا کہ فلاسفہ یورپ اور بعض ہنود نے سمجھ رکھا ہے ۱۲ منہ۔ فائدہ یہ مراد نہیں کہ سب کی دعائیں قبول کرتا ہے بلکہ بعض جن کو مناسب جانتا ہے فائدہ آریہ کا خدا یا ایشور نہ دعا قبول کر سکتا ہے نہ از خود کچھ دے سکتا ہے بندے کے کام کا بدلہ بے خود و اختیار ملتا ہے ۱۲ منہ۔

شرط قبولیت دعا دعا میں قبولیت کے لئے بڑی بات یہ ہے کہ دل سے مانگے اور قبول ہونے کا بھی اس وقت یقین کر لیوے کیونکہ اللہ بندے کی آرزو نہیں توڑتا۔ ترمذی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے یوں فرمایا ہے اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ کہ تم اللہ سے دعا کرو اس حال میں کہ تمہیں قبول ہو جانے کا یقین ہو جاوے اور بے دلی کی دعا اللہ قبول نہیں کرتا اور جس وقت بے قرار ہو کر مانگتا ہے تو جلدی قبول کرتا ہے اور احادیث میں دعا کرنے کے بہت فوائد اور فضائل آئے ہیں بلکہ اس کو عبادت کا مغز فرمایا ہے۔

دعا کا اثر نہ ہونے میں حکمت دعا کے اثر ظاہر نہ ہونے میں کبھی کچھ حکمت ہوتی ہے کہ اس کو بندہ نہیں جانتا اس کا بدلہ بھی اللہ قیامت میں دیتا ہے اور کبھی بعض اشخاص کے لئے یوں دیر ہوتی ہے کہ وہ اور زیادہ مانگے کہ انجام اللہ اس کو اس کا مدعا بھی دیوے اور جتنی مدت دعا مانگی ہے وہ اس کی عبادت میں لکھی جاوے کہ آخرت میں کام آوے اگر جلدی دیتا تو یہ عبادت اسکے نصیب نہ ہوتی اور اسی وجہ سے اچھے بندوں کی بعض دعائیں بہت دیر کرتا ہے چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے چالیس برس کے قریب یوسفؑ کے لئے دعا مانگی پھر اتنی مدت کے بعد ظاہر کیا اور بعض شخصوں کے لئے اثر ظاہر نہ کرنے میں کچھ امتحان ہوتا ہے غرض بہت سبب دیر کے ہو جایا کرتے ہیں لیکن بندہ مانگنا نہ چھوڑے۔

وہ کسی چیز کا پابند و مجبور نہیں جو کچھ بندے کے حق میں بہتر اور اصلح ہو اللہ کو اس کا کرنا واجب نہیں۔ اگرچہ وہ اپنی رحیمی اور کریمی سے اکثر بندوں کی بھلائی ہی کرتا ہے لیکن یہ اس پر ضرور نہیں کہ خواہ مخواہ اس کو کرے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں ورنہ کسی کافر مفلس کو پیدا نہ کرتا کیونکہ اس کو دنیا اور آخرت میں خسارہ ہے بلکہ اس کے لئے یہ بہتر تھا کہ دنیا اور آخرت میں نعمت دیتا حالانکہ ہزارہا سخت کافر دنیا میں افلاس اور بیماری اور صدہا طرح کی خواری میں بہ حالت کفر مر گئے اور دوسرے اس کا کسی بندے پر احسان اور امتنان ثابت ہوتا کیونکہ اگر اس نے کسی کو دین و دنیا کی نعمتیں دیں تو اس چیز کو کیا جو اس پر واجب تھی سو یہ کیا احسان ہے تیسرے ابوجہل لعین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پر اللہ کا احسان برابر ہوتا تو کچھ زیادہ شکر گذاری حضرتؑ پر نہ ہوتی کیونکہ اس نے جو دونوں کے لئے اصلح تھا وہ کیا اور اپنے واجب سے فارغ الذمہ ہوا الغرض اصلح کو اللہ پر واجب کہنے سے اور بہت سے سخت اعتراض لازم آتے ہیں کہ معتزلہ انکے جواب سے بالکل عاجز ہیں۔

مناظرہ ابوالحسن وابوعلی جبائی چنانچہ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے ابی علی جبائی معتزلی سے پوچھا کہ تین بھائی تھے ان میں سے ایک مومن صالح ہوکر اور ایک کافر ہوکر مرا تیسرے نے لڑکپن میں وفات پائی ان کا کیا ہوا؟ ابی علی نے کہا مومن صالح کو جنت اور کافر کو دوزخ ملی اور تیسرے کو نہ عقاب ہے نہ ثواب ہے ابی حسن نے کہا اگر تیسرا بھائی یہ کہے کہ مجھے بڑا کر کے مومن صالح بنا کے کیوں نہ موت دی کہ میں جنت میں جاتا آرام پاتا کیونکہ اس کے حق میں تو یہی خوب تھا ابی علی نے جواب دیا کہ اللہ اس کو یوں جواب دیگا اگر تو بڑا ہوتا گناہ کرتا جہنم میں رکھ بھرتا تیرے حق میں یہی خوب تھا کہ تجھے لڑکپن میں موت دی ابن حسن نے پھر کہا اگر کافر بول کہے مجھے مومن صالح کر کے کیوں نہ مارا کہ جنت میں جاتا یا لڑکپن میں مارنا تھا کہ دوزخ سے بچتا۔ اس کے حق میں یہ بہتر نہ تھا کہ جہنم میں جاوے تو اللہ اس کا کیا جواب دیگا؟ پس ابی علی معتزلی کو جواب نہ آیا اور اسی دن سے معتزلی کی غلطی ہر کس ناکس پر واضح ہوگئی اور ان کی اس مسئلہ میں کیا حماقت دیکھتے ہو جس قدر فریق اہل سنت کے مخالف ہیں ان کے ہاں ان سے بھی زیادہ کج فہمیاں ہیں۔

موت کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے موت کو پیدا کیا ہے جس سے متعلق ہوتی ہے اس کو مردہ بنا دیتی ہے۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ ایک روز یہاں سے جانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ یعنی ہر ایک موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ وَکُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ اور جو زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے لیکن کلام اس میں ہے کہ موت کوئی وجودی چیز ہے کہ جس طرح اور مخلوقات الٰہی ہے جیسا کہ بخار وغیرہ امراض یا عدمی چیز ہے کہ زندگی کے دور ہوئے کو کہتے ہیں سو اکثر کے نزدیک وجودی ہے اور مخلوقات کی طرح اور دلیل ان کی یہ آیت ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ - یعنی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے موت کو اور حیات کو اور بعض کہتے ہیں عدمی ہے اور خلق کے معنی ٹھیرایا اور اندازہ کیا ہے فائدہ۔ موت کے بعد میت کی روح اس کے جسم سے جدا ہوتی ہے اور حقیقت میں اس جدائی کا نام موت ہے یہ جسم جو بمنزلہ مرکب کے تھا گل سڑ جاتا ہے اور روح کو جس کو حکما نفس ناطقہ

کہتے ہیں قائم رہتی ہے سو اس کو جزا و سزا دی جاتی ہے اس امر میں کل متفق ہیں۔

ہنود کا عقیدہ | چنانچہ ہنود کہتے ہیں کہ جو لوگ اس جہان میں بے بندگی و عبادت یعنی کمالات حاصل کئے بغیر مرجاتے ہیں تو وہ پھر کسی اور بدن میں جو اس کے عمل کے مناسب تھا آتے ہیں اگر بہادر تھا تو شیر کے بدن میں اور بزدل تھا تو خرگوش کے قالب میں ظہور کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس ایک جسم کے بعد دوسرے جسم میں جاتا ہے جب وہ اپنے کمالات حاصل کرچکتا ہے اور کدورت سے صاف ہوجاتا ہے تو پھر عالم قدس میں ملائکہ کے ساتھ رہتا ہے اور اس کو وہ آواگون یعنی تناسخ کہتے ہیں۔ حکماء کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جو لوگ کمالات علمیہ و عملیہ حاصل کرچکے ہیں وہ عالم قدس میں جا ملتے ہیں اور جن کو کدورت جسمانی یعنی جہالت و بداخلاقی سے صفائی نہ تھی تو وہاں عذاب پاتے ہیں یعنی افسوس و غم کھاتے ہیں اور اس کو وہ روحانی دوزخ کہتے ہیں اور جسمانی دوزخ سے اس کو سخت بتلاتے ہیں۔

اہل کتاب کا عقیدہ | اہل کتاب کے ہاں فقط اس قدر ہے کہ جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں وہ نجات پاتے ہیں ورنہ تکلیف اٹھاتے ہیں اور کچھ مفصلاً احوال نہیں البتہ انجیل مکاشفات یوحنا میں دوزخ اور جنت اور کچھ وہاں کے عذاب و ثواب کی بھی تصریح ہے کہ کچھ ذکر اس کا آگے آوے گا لیکن قرآن نے کہ سب کی تکمیل کے لئے بعد میں آیا ہے اس امر عظیم کو جو کتب سابقہ میں وضاحت و تفصیل سے بیان نہ تھا بیان کردیا۔

اہل اسلام کا عقیدہ | لہٰذا اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں قوت نظریہ و قوت عملیہ میں کامل ہیں (قوت نظریہ کے کمال سے یہ مراد ہے کہ موافق شرع کے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو جانتے ہیں اور رسولؐ کو برحق مانتے ہیں اور جس قدر چیزوں کی رسولؐ نے خبر دی ہے ان کو سچا جانتے ہیں اور اس کو ایمان کہتے ہیں اور قوت عملیہ کی تکمیل سے یہ مراد ہے کہ اپنے اخلاق کو درست کرتے ہیں یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے رسول کی معرفت منع کی ہیں ان سے بچتے ہیں اور جن کا حکم دیا ہے ان کو بجالاتے ہیں) تو وہ لوگ مرکر عالم قدس یعنی علیین میں کہ جو برزخ ہے حشر تک رہتے ہیں بعد خراب ہونے اس عالم کے یعنی قیامت کے بعد کہ جب ان کو کمال تزکیہ حاصل ہوجاتا ہے عالم قدس کے اعلیٰ طبقے میں کہ جس کو جنت کہتے ہیں جاتے ہیں اور وہاں ہمیشہ رہیں گے اور ہر قسم کی لذات حاصل کریں گے اور جو لوگ علم و عمل میں ناقص تھے اور نقصان دو طرح پر تھا ایک

یہ کہ خدا کا کسی کو کسی صفت میں شریک سمجھا یا اس کی کسی صفت کا انکار کیا یا اس کے رسول یا اس کی فرمائی ہوئی بات کو جھوٹا سمجھا یا اس کے ساتھ اور کو برابر کیا اور اس کو کفر اور شرک کہتے ہیں تو وہ ہمیشہ وہاں عذاب پاوے گا اور طرح طرح کے عقوبات اٹھاوے گا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ دوزخ کا اول درجہ ہے رہے گا۔ اور بعد حشر کے جہنم کی آگ میں تزکیہ کے واسطے ڈالا جاوے گا جس طرح کہ چیکٹ کو آگ سے دور کرتے ہیں اسی طرح ان کو کریں گے لیکن جو تمام چیکٹ ہو گیا اس کو چیکٹ سے صفائی نہ ہوگی سو اسی وجہ سے یہ لوگ ہمیشہ جلتے رہیں گے قرآن میں ایک جملہ اسی بیان میں کیا ہی اعجاز رکھتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا کہ فلح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ اور خسارہ میں رہا جس نے آلودہ کیا اس کو اور دوسرا نقصان یہ کہ یا تو علم میں کچھ نقصان ہوا کہ بعض امور کو برخلاف یقین کر لیا۔ جیسا کہ اہل سنت کے غیر اور فرقہ اسلامیہ کے بعض بعض معتقدات ہیں یا عمل میں نقصان کیا کہ خدا کے اوامر و نواہی پر عمل نہ کیا اخلاق کو خراب کر لیا تو وہ بھی اس عالم میں عذاب پاویں گے پھر ان کی نجات کی یہ صورت ہوگی کہ جس کا جس قدر نقصان ہے اسی قدر تکلیف دیکر اس کا تزکیہ کیا جائے گا بعض کو عالم برزخ میں صفائی ہو جاوے گی بعض کو کہ جن کا نفس کدورت سے زیادہ ملوث ہے آگ جہنم سے صفائی ہوگی۔ پھر جب تزکیہ ہو چکے گا تو عالم قدس میں مل جاوے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے اور بعض کو نبی علیہ السلام کی شفاعت سے صاف کر دیگا اور عالم قدس میں ملا دیگا۔

تنبیہ | عالم آخرت کو ہر کوئی آنکھ سے دیکھکر تو آیا ہی نہیں کہ اپنے مشاہدہ کو سند بنالیوے اب اس کے دریافت کی دو ہی صورت ہیں یا تو حکمار مشائیں اپنی عقل کے زور سے بدلیل ثابت کریں سو اس عالم کا مجملاً احوال تو بلاشک عقل سلیم سے دریافت ہو سکتا ہے لیکن تفصیل سے دریافت کرنے میں عقل قاصر ہے اور کیوں۔ قاصر ہو حالانکہ اس عالم کے صدہا امور معلوم نہیں جیسا کہ مقدمہ کتاب میں بیان ہوا یا حکمار اشراقین اپنے اشراق سے دریافت کریں سو یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نبی کا نفس اشراق و مکاشفات میں سب نفوس سے کامل اور مزکی ہوتا ہے اور اس کے اشراق کے آگے اوروں کا اشراق اس طرح خیرہ ہے کہ جس طرح ذرہ آفتاب کے روبرو کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو وحی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ بذریعہ فرشتہ ان پر مغیبات

ظاہر فرماتا ہے اور یوں بھی ان کو عیاناً دکھلا دیتا ہے اور ان کو خلق کے لئے ہادی بنا کر بھیجتا ہے اس لئے غلطی نہ ہونے میں آپ ان کا محافظ و حامی ہوتا ہے سو نہ ان کے مشاہدات میں غلطی ہونے دیتا ہے نہ حسیات میں بخلاف اور اشراقین کے کہ ان کے اشراق بلکہ کبھی حسیات میں بھی غلطی ہو جاتی ہے لہذا ایک دوسرے کا رائے میں مخالف ہوتا ہے اور یہ بھی ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں بلکہ سب کے امام ہیں سو آپ کو عالم آخرت عیاناً بارہا خدا نے دکھلایا بھی ہے اور بذریعہ وحی خبر بھی دی ہے پس جہاں تفصیل عالم آخرت میں باہم اختلاف ہے وہاں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام الاشراقین معلم النبیین کا قول سند ہے اور سب ان کے مقابلہ میں غلط ہیں اب حضرت کے بیان کے موافق اس عالم کا بیان کیا جاتا ہے۔

باب دوم

فصل اوّل قبر کے متعلق | مرنے کے بعد قبر میں منکر و نکیر فرشتوں کا سوال کرنا ایمان دار دل، نیکو کاروں کو راحتیں ملنا اور کافروں اور بدکاروں کو عذاب ہونا برحق ہے کیونکہ یہ امور سب ممکن ہیں عقل سلیم ان کو محال نہیں جانتی اگر کوئی محال کہے تو دلیل بیان کرے باوجود اس کے مخبر صادق نے کہ جس کی نبوت اور صداقت پہلے ثابت ہو چکی ہے اس کی (ــــ) خبر دی ہے اور نصوص قرآنیہ اس پر دلالت کرتے ہیں لہذا کسی مخالف کا اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلہ میں قول معتبر نہیں المختصر بعد مرنے کے اعمال کی جزا اور سزا برحق ہے قرآن احادیث اس پر دلالت کرتے ہیں۔

دلیل عقلی | عالم آخرت پر یہ ہے کہ سب اہل عقل کے نزدیک مسلم ہے کہ خدا تعالیٰ عادل ہے اور وصف عدالت اس کو حاصل ہے اب ہم کہتے ہیں کہ صدہا آدمی ایسے ہیں کہ انہوں نے وہ بڑے کام کئے ہیں کہ جو سب کے نزدیک مسلم ہیں یعنی کفر و شرک بھی کیا ہے اور خدا تعالیٰ میں صدہا عیوب بھی ثابت کئے ہیں پھر بندگان خدا پر ظلم بھی کیا ہے باوجود اس کے تمام عمر ان کی عیش و آرام سے گزر گئی اب اگر ان کو کہیں اور جگہ سزا اور ان مظلوموں کو جزا نہ ملے تو خدا تعالیٰ کی عدالت میں فرق آوے پس ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد جزا اور سزا ہے اور یہی مدعا ہے۔

عالم برزخ اور عالم حشر | اہل اسلام کے ہاں عالم آخرت کے دو طبقے ہیں اوّل

بعد مرنے کے حشر تک دوم قیامت سے ابدالآباد تک اوّل طبقہ کو عالم برزخ دوسرے
طبقہ کو عالم حشر کہتے ہیں اب ہم وہ آیات ذکر کرتے ہیں جن سے عالم برزخ کا ثبوت ہوتا ہے
قال اللہ تعالیٰ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْا
اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ صبح اور شام کفار فرعونی آتشِ دوزخ کے سامنے لائے
جاتے ہیں اور جس روز قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ فرعونیوں کو سخت عذاب میں داخل کرو یہاں
سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی جزا اور سزا کے دو درجے ہیں ایک مرنے کے بعد سے قیامت تک
کہ جس کو عالم برزخ کہتے ہیں اور اس درجہ میں جزا اور سزا پوری پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ
اس درجہ میں فرعونیوں کے لئے آگ کے سامنے پیش کیا جانا فرمایا اور قیامت میں سخت
عذاب کی تصریح فرمائی ہے اور دوسرا قیامت سے لے کر ابدالآباد تک اور اس درجہ کو حشر و
نشر کہتے ہیں اور اس میں پوری جزا و سزا ہوتی ہے کہ جس میں اشد العذاب کا لفظ وارد ہے
وقال تعالیٰ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا یعنی قوم نوحؑ غرق کی گئی اور جبھی آگ میں داخل
کئے گئے اور زبان عرب میں فا تعقیب کے لئے آتی ہے اور تراخی نہیں چاہتی ثابت ہوا
کہ ڈوبتے ہی آگ میں داخل کئے گئے بلا تراخی اس سے عالم برزخ ثابت ہوا کیونکہ مرنے
کے بعد سے حشر تک کے زمانے کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ اور ابھی حشر ہو نہیں چکا کہ عذاب
پر محمول کیا جاوے وقال تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ
اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ
لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ — یعنی
جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں ان کو مردہ نہ گمان کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں
زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہیں اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اور جو ان کے خویش
اقارب ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے مرکے بلکہ زندہ ہیں سو ان کے احوال سے ان شہداء
کی یہ خوشی سنائی جاتی ہے کہ ان پر بھی کچھ خوف نہیں اور نہ وہ رنج میں پڑیں گے۔
یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد نیکوں کو یہ کچھ راحتیں ملتی ہیں اور جو لوگ ان
کے خویش و اقارب دنیا میں نیک ہیں ان کو وہاں ان کی فکر ہے کہ دیکھئے وہ مرکر کہاں جاتے

ہیں سوال کے حال سے بھی ان لوگوں کو وہاں مژدہ سنایا جاتا ہے وہ بھی مرکر تمہارے پاس آدیں گے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ معاملہ ان سے حشر سے پہلے کا ہے اور یہی مدعا ہے و قال تعالیٰ قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ۔ یعنی جب حبیب نجّار کو کفار نے شہید کر دیا تو ان کو حکم ہوا کہ جنت میں داخل ہو پس وہ جنت میں گئے تو ان کو یہ آرزو ہوئی کہ کاش میری قوم بھی اس کو جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مکرمین میں مجھے داخل کیا کہ اسکے بعد وہ بھی ایمان لاتے الغرض یہ آیات اور ان کے ماسوائے اور آیات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد نیک اور بد کو حشر سے پہلے بھی جزاء و سزا ملتی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کس لئے کہ موت سے اصل انسان جو روح ہے فنا نہیں ہوتی بلکہ بدن سے جُدا ہو جاتی ہے جیسا کہ عقل و نقل اس کی شاہد ہیں پس اگر اس کو حشر و نشر ہی میں جزا و سزا ہوا کرتی تو اتنی مدت اس سے پہلے اس کو معطل رکھنا اللہ کی عدالت کے خلاف ہوتا وہ جو بعض شیعہ اور بعض معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ مر کے آدمی بمنزلہ جمادات کے ہو جاتا ہے اس کو سزا و جزا ہونا محال ہے اس کو حشر ہی میں جزا و سزا ملیگی اس کے پہلے نہیں سو یہ قول آیات و احادیث و جمہور کے خلاف ہے اسلئے قابلِ لحاظ نہیں۔

عالم برزخ کے ثواب و عذاب کا ثبوت احادیث سے

اب میں وہ احادیث نقل کرتا ہوں کہ جن سے عالم برزخ کے ثواب و عقاب کی خوب تشریح ہو جاوے صحیحین[1] میں انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مردے کو قبر میں دھر کر اس کے اہل و عیال پھرتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی ٹھیک سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے ہیں اور اسے بٹھلا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا جانتا تھا اگر مومن ہے تو کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پھر اس کو کہتے ہیں کہ تو پہلے اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ کہ اس کے بدلے اللہ نے جنت میں جائے دی ہے تو اس کو دونوں جگہ نظر آتی ہیں اور اگر مردہ منافق یا

فائدہ - اور یہ بھی آیا ہے اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون کہ روح قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اپنی جان نکالو تو آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جاویگا۔ موت کے وقت حشر برپا نہیں ہوا پس مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے قرطبی کہتے ہیں اس پر جمہور کا اتفاق ہے قسطلانی کہتے ہیں مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔ اور وہی انسان ہے جسم کا لباس اتر جاتا ہے اس کو برابر حس و ادراک رہتا ہے مگر نظروں سے غائب وہ دوسرے جہان میں پھر اگر پاک روح ہے تو علیین میں جو عالم بالا ہے اور اگر ناپاک ہے کہ جس کو لذات و شہوات کی ظلمت نے گھیر رکھا تو سجین میں رہتی ہے جو عالم سفلی میں ہیبت ناک اور پر اندوہ جگہ ہے اور یہی معلوم جگہ اصلی قبر ہیں ۱۲ منہ۔

[1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

کافر ہے۔ تو وہ ان کے جواب میں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا جو کچھ اور لوگ ان کو کہتے ہیں میں بھی کہہ دیا کرتا تھا تب فرشتے کہتے ہیں تو نے نہ جانا نہ مانا تب اس کے لوہے کے گرزوں سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ سوائے جن و انس کے سب سنتے ہیں امام مسلم نے زید بن ثابتؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار بغلہ پر سوار بنی نجار کے باغیچے کے پاس سے ہو کر نکلے اور ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے کہ یکایک آپ کا بغلہ ایسا بدکا کہ قریب تھا کہ گر پڑتے پھر دیکھا تو وہاں پانچ چھ قبریں تھیں آپ نے پوچھا کوئی ان قبر والوں کو جانتا ہے؟ ایک نے عرض کیا۔ ہاں میں جانتا ہوں آپ نے پوچھا کس زمانے کی قبریں ہیں؟ اس نے عرض کیا یہ لوگ شرک کے زمانے میں مرے ہیں تب آپ نے فرمایا کہ یہ قبر والے عذاب میں مبتلا ہیں اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم آیندہ مردے کو دفنانا چھوڑ دوگے تو میں اللہ سے دعا کرکے جو عذاب میں سنتا ہوں تمہیں سنواتا پھر آپ نے ہماری طرف منہ پھیر کے فرمایا پناہ مانگو اللہ کی عذاب قبر سے ہم نے کہا الٰہی تیری پناہ ہے عذاب قبر سے پھر فرمایا پناہ مانگو اللہ کی ظاہر اور باطن فتنوں سے ہم نے کہا الٰہی تیری پناہ ہے ظاہر اور باطن کے فتنوں سے فرمایا پناہ مانگو فتنۂ دجال سے ہم نے کہا الٰہی تیری پناہ ہے فتنۂ دجال سے ترمذیؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میت کو قبر میں دفناتے ہیں تو اس کے پاس سیاہ رنگ نیلی آنکھوں کے دو فرشتے آتے ہیں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں وہ مردے سے پوچھتے ہیں تو ان کو[1] (یعنی نبی علیہ السلام کو) کیا کہا کرتا تھا؛ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تب وہ کہتے ہیں ہمیں پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ تو یوں کہے گا پھر اس کی قبر ستر در ستر گز کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کو منور کیا جاتا ہے۔ پھر اس کو کہتے ہیں کہ اب تو سو جا آرام کر تب وہ کہتا ہے کہ مجھے گھر جانے دو کہ وہاں اپنے اہل و عیال کو بھی اپنے اس حال کی خبر کر آؤں وہ کہتے ہیں کہ سو جس طرح سے دولہا سوتا ہے کہ سوائے دلہن کے اسے کوئی اور نہیں جگاتا یہاں تک کہ تجھے

---

[1] یا تو بسبب اس کے کہ روح مجرد ہے بعد مکانی نہیں آنحضرت ؐ کو اپنی جگہ میں قبر سے دکھلائی دیتے ہیں یا حضرت کی تصویر دکھلا کر یا ذکر کر کے پوچھتے ہیں ۱۲ منہ۔

خدا تیری قبر سے اٹھاوے یعنی حشر تک یہاں آرام کر اور اگر مردہ منافق ہے تو جواب میں کہتا ہے جو کچھ ان کو اور لوگ کہتے تھے میں نے بھی سن کر وہی کہہ دیا۔ اب میں کچھ نہیں جانتا تب وہ کہتے ہیں ہم کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ تو یوں کہے گا پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ تو اسکو بھینچ لے تب زمین اس طرح بھینچتی ہے کہ اس کی اِدھر کی پسلیاں اُدھر نکل جاتی ہیں پھر ہمیشہ اس کو قبر میں عذاب رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھاوے امام احمد اور ابو داؤد نے براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے تھے کہ مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھلا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ رب میرا اللہ ہے پھر کہتے ہیں دین تیرا کیا ہے وہ کہتا ہے دین میرا اسلام ہے پھر کہتے ہیں یہ شخص جو تمہارے پاس آیا تھا (یعنی نبی علیہ السلام) کون ہے وہ کہتا ہے وہ اللہ کے رسولؐ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ تب وہ کہتے ہیں تو نے کاہے سے جانا وہ کہتا ہے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور سچ جانا۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ کے اس قول میں جو ثابت رکھنا آیا ہے اس سے اسی جگہ ثابت رکھنا مراد ہے یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الآیۃ ثابت رکھتا ہے اللہ مومنوں کو سچے قول پر پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آواز دینے والا آسمان کی طرف سے کہتا ہے سچا ہے میرا بندہ اس کے واسطے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کی طرف اس کے لئے دروازہ کھول دو۔ پس دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں سے سرد ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے وہاں تک اس کی قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں کافر کا حال لکھا ہے کہ اس کو جواب نہیں آتا اور مومن کے برخلاف سب معاملات اس سے عمل میں آتے ہیں، اختصار کے لئے تمام حدیث کو نقل نہ کیا ابن ماجہؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مُردے کو قبر میں رکھتے ہیں تو اس کو آفتاب غروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے تب بیٹھ کر آنکھیں ملنے لگتا ہے اور کہتا ہے (منکر و نکیر کو) مجھے ذرا چھوڑ دو میں نماز پڑھ لوں۔ الغرض اس احوال میں اس کثرت سے احادیث ثابت ہیں کہ سب کا مضمون مشترک حد تواتر کو پہنچ گیا ہے۔

علیین اور سجین | احادیث میں جزا و سزا کا مقام علیین اور سجین بھی آیا ہے کہ

ملائکہ مومنین کی ارواح کو قبض کر کے جنت کے حریروں میں لپیٹ کر نہایت تعظیم وتکریم سے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں پھر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ علیین میں اس کو لے جاؤ۔ پس وہ جہاں اور مومنین کی ارواح ہیں وہاں آتا ہے وہاں کے مومنین اس سے دنیا میں اپنے اپنے اقارب کا حال دریافت کرتے ہیں اور اس کے آنے سے نہایت خوش ہوتے ہیں کہ جسطرح کوئی کسی غائب کے آنے سے خوش ہوتا ہے۔ احمد اور نسائی نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور شہیدوں کے لئے جنت میں رہنا بھی ثابت ہوا ہے اور کافر اور منافق کی روح کو فرشتے نہایت شدت کے ساتھ قبض کر کے بدبو کے ٹاٹ میں بند کرتے ہیں اور آسمان کی طرف لاتے ہیں سو وہاں اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھلتا۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اسے سجین میں جہاں اور کفار کی ارواح معذب ہیں لے جاؤ وہاں لے جاکر عذاب میں گرفتار کرتے ہیں مومن حشر تک علیین میں آرام اٹھاتے ہیں اور کافر حشر تک سجین میں عذاب پاتے ہیں ان احادیث میں اور جن میں کہ قبر کے اندر ثواب وعقاب ثابت ہے کچھ مخالفت نہیں۔ یہ حال عام مومنین کا ہے اور شہیدوں کو قبل حشر بھی جنت میں جائے ملتی ہے اور اسی طرح جو شخص ان سے بھی زیادہ رتبہ میں ہیں جیسا کہ انبیاء وصدیقین یا جس کو اللہ چاہے اس کو بھی جنت میں مقام ملتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ۔

ملحدوں کے چند شبہات اور ان کے جوابات

شبہ قبر میں کسی مردہ کو آج تک ثواب وعذاب میں کہ جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے مبتلا نہیں دیکھا نہ کسی کی قبر کی وسعت معلوم ہوئی کہ ستر در ستر گز کشادہ ہوگئی ہو علیٰ ہذا القیاس۔ جواب۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ اصل میں انسان روح ہے اور بدن اس کے تابع ہے ثواب وعذاب بھی عالم برزخ میں روح کو ہوتا ہے جب تم کو وہ شخص ہی نظر نہیں آتا تو اس کے ثواب وعذاب کیونکر نظر آویں گے جس قسم کا وہ شخص ہے اسی قسم کے اس کے لئے عذاب وثواب ہیں ویسے ہی اس کے کپڑے ہیں ویسا ہی اس کا فرش ہے اسی قسم کے اس پر گرز پڑتے ہیں اسی قسم کے سانپ بچھو وہاں ڈستے ہیں جس طرح کہ روح

---

[1] کیونکہ جب یہ ثابت ہوا کہ قبر سے خاص وہ گڑھا مراد نہیں کہ جس میں جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے خواہ کوئی پانی میں غرق ہو خواہ آگ میں جل جاوے تو اس کی وہی قبر ہے۔ اس صورت میں علیین وسجین میں عذاب وثواب ہونا متعدد قبر میں عذاب وثواب ہے۔ کچھ مخالفت نہیں ۱۲ منہ۔

جسم عنصری نہیں اس کے ثواب و عذاب بھی عنصری نہیں اسی واسطے وہ نظر نہیں آسکتی ہے یہ جواب تحقیقی ہے اور تمہارے شبہ کی بنا اس پر ہے کہ تم نے میت کو جس کو ثواب و عذاب ہوتا ہے اس خاک کے ڈھیر کو جو اس کا مرکب متعارف عام کا اعتبار کر کے سمجھ لیا اور اسی قسم کے عنصری عذاب و ثواب تم نے اس کے لئے فرض کئے پھر تم نے جب اس کو ان سے خالی پایا تو تمہیں شبہ ہوا۔

الزامی جواب - اور الزامی گفتگو اس طرح پر ہے کہ خواب میں کوئی شخص تمہارے روبرو کچھ ثواب و عذاب دیکھے یا اپنی جائے نہایت تنگ دیکھے یا میدان وسیع میں جاوے یا کوئی مہیب چیز اس کو نظر آوے سو یہ سب ممکن ہے حالانکہ اس کا جسم تمہارے روبرو پڑا ہے۔ اس پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس کو سچ جانتے ہو؟ اور خواب میں اس عالم میں یوں بعید ہے خواب میں روح جسم سے بدستور متعلق رہتی ہے فقط توجہ اس کی ادھر نہیں رہتی۔ اس پر وہ یہ کچھ معاملات دیکھتی ہے اور ان کو تم سچ جانتے ہو پھر جب روح جسم سے بالکل الگ ہو گئی اور پھر وہاں اس پر کچھ اس عالم کے حالات گزرے اس کو تم خلاف عقل اور خلاف مشاہدہ کیوں قرار دیتے ہو۔ جس طرح تم خواب میں تنگ اور وسیع مکان میں ہونا مسلم رکھتے ہو اسی طرح اس کی قبر کی کشادگی اور تنگی کو بھی مسلم رکھو کیونکہ قبر کے تنگ اور وسیع ہونے سے ہماری یہ مراد نہیں کہ یہ گڑھا کہ جسم کو جس میں چھپایا ہے وہ تنگ اور وسیع ہوتا ہے بلکہ اس عالم میں روح پر تنگی اور کشادگی ہوتی ہے اور اصل قبر اس کی وہی ہے ہاں عرف عام میں اس جسم کے اعتبار سے اس گڑھے کو بھی قبر کہتے ہیں۔

شبہ۔ بعض لوگوں کو آگ میں جلا دیتے ہیں اور بعض پانی میں غرق ہو جاتے ہیں بعض ہوا میں معلق لٹکتے رہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس پھر ان کے لئے قبر نہ ہوئی اور نہ منکر نکیر کا سوال جواب جو خاص قبر میں ہوتا ہے وہ بھی نہ ہو گا۔

جواب - ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ گڑھا قبر اصلی نہیں جس کو تم قبر سمجھتے ہو بلکہ مراد وہ ہے جو اب بیان ہو چکا خواہ کوئی غرق ہو یا جلے یا کوئی جاندار اس کو کھا جاوے اس کی روح سے بہر طور یہ معاملات پیش آتے ہیں اور وہاں ہی منکر و نکیر اس سے سوال و جواب کر لیتے ہیں اور وہاں ہی اس کی روح پر کشادگی اور تنگی وغیرہ ثواب و عذاب ہو چکتے ہیں خلاصہ عقیدہ اسلامی اس مسئلہ

میں یہ ہے کہ جب انسان اس منزل فانی کو چھوڑتا ہے تو وہ دوسرے عالم میں پہنچتا ہے اس عالم غیر محسوس میں نیکوں کا مقام عالم بالا یعنی علیین ہے اور بدوں کا سجین جن کی روحیں کثافت ظلمت کی وجہ سے اوپر نہیں چڑھ سکتیں۔ وہ اس ناپاک جگہ میں ڈالے جاتے ہیں قبر عرف شرع میں اسی عالم کا نام ہے حشر کے بعد ارواح کو ان کے ابدان سے پھر متعلق کیا جاوے گا اور نیا آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی تب تو نیک جنت میں اور بد دوزخ میں رہیں گے حشر تک کا زمانہ عالم برزخ کہلاتا ہے حشر اس عالم کی کامل ترقی اور ظہور کلی ہے اور کبھی مرنے کے بعد جسم پر بھی عذاب ثواب کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں بندوں کی عبرت اور رغبت کے لئے اور کاملین کی روحوں کا عالم عنصری میں کبھی تصرف بھی نمایاں ہو جاتا ہے روحیں مرتی نہیں نہ اس جہان میں دوبارہ جنم لینے آتی ہیں جیسا کہ ہنود کا گمان ہے اس عالم میں روحوں پر جو کچھ کیفیت گزرتی ہے اس کی مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے جو عقلاً بھی کسی طرح محل انکار نہیں۔

شبہ۔ جہان میں ایک روز صدہا آدمیوں کے مرنے کا اتفاق ہوتا ہوگا۔ پھر کوئی مشرق میں اور کوئی مغرب میں پس سب سے ایک وقت میں دو فرشتے کیونکر سوال کرتے ہیں۔؟

جواب جس طرح عزرائیل علیہ السلام کے بہت سے ملائکہ روح قبض کرنے میں تابع ہیں وہ ہر کہیں سے روح قبض کرتے ہیں اسی طرح منکر نکیر ایک جماعت کا نام ہے اس میں دو فرشتے جاکر ہر جگہ سوال کر لیتے ہیں۔

فائدہ۔ قبر میں میت سے اس قسم کے سوال سے بہت سی حکمتیں ہیں کہ ان کو وہی خوب جانتا ہے۔

فائدہ بعض شخصوں سے قبر میں سوال نہیں ہوتا۔ چنانچہ طبرانیؒ نے ابو ایوبؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے پھر غالب ہو جاوے یا شہادت پاوے تو قبر میں منکر نکیر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور امام احمد اور ترمذی نے عبد اللہ بن عمرؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو مسلمان جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مر گیا فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے اور مسلمانوں کے نابالغ لڑکوں سے اور شہیدوں سے بھی سوال نہ ہوگا۔ الغرض جس سے سوال کرنے کا حکم الٰہی ہوگا اس سے منکر و نکیر سوال کریں گے۔ اور جس کے لئے حکم نہ ہوگا اس سے سوال نہ ہوگا اس کو بے سوال قبر میں ثواب اور راحت و عیش دیا جاوے گا۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط۔

سب کفار اور بعض گنہگار مومنین کو قبر میں عذاب ہوتا ہے

کل کفار کا قبر میں معذّب ہونا احادیث سابقۃ الذکر سے معلوم ہو چکا ہے اور بعض مومنین کا گناہ سے قبر میں معذّب ہونا ان احادیث سے ثابت ہے۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار دو قبروں کے پاس سے ہو کر گزرے تو فرمانے لگے کہ یہ دو شخص عذاب میں گرفتار ہیں لیکن کچھ بڑی بات کے سبب سے ان کو عذاب نہیں بلکہ ان میں سے ایک چغلی کیا کرتا تھا اور ایک پیشاب سے کم بچتا تھا۔ پھر آپ نے ایک کھجور کی شاخ چیر کر آدھی ایک کی قبر پر گاڑ دی اور آدھی دوسرے کی قبر پر جب لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ شاید انؔ کے سبز رہنے تک اللہ ان کے عذاب میں تخفیف کرے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں شخص کافر تھے دوسری وجہ سے ایک یہ کہ حضرتؐ نے اُن کے عذاب کا سبب یہ گناہ بیان فرمایا اگر کافر ہوتے تو کفر کی وجہ سے عذاب کرنے میں ایسے گناہ کا ذکر بے محل تھا۔ دوسرے کافر کے لئے بعد مرنے کے آپ تخفیف نہ چاہتے حاکمؒ نے بسند صحیح ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے مسلمانوں پیشاب سے بچا کرو کیونکہ اکثر عذاب اس کے سبب ہوتا ہے ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ سورۂ تبارک الذی عذاب قبر کو روکتی ہے اور پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے نجات دیتی ہے داریؒ نے خالد بن معدانؓ سے روایت کیا ہے کہ نجات دینے والی سورت الٓمٓ تنزیل کو پڑھا کرو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص بڑا گنہگار اس کو کثرت سے پڑھا کرتا تھا مرنے کے بعد یہ سورت بازو پھیلا کر عذاب روکنے کو اس پر گر پڑی اور کہنے لگی کہ اے رب یہ مجھے بہت پڑھتا تھا اس کو بخش دے رب نے اس کی شفاعت قبول کی اور حکم دیا کہ اس سورت کے ایک ایک حرف کے بدلے میں اس کے ایک ایک گناہ معاف کرو اور ایک ایک اجر دو۔ فائدہ۔ عالم مثال میں دنیا کے اعمال ایک صورت خاص میں ظہور کرتے ہیں نیک اعمال حور و قصور طوبیٰ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور بد اعمال سانپ بچھو طوق و زنجیر آگ وغیرہ بن جاتے ہیں اور یہ بات اللہ کی قدرت سے بعید نہیں کہ جس نے معدوم محض کو ایک صورت خاصہ میں ظاہر کر دیا وہ اعراض کو جواہر بھی بنا سکتا ہے اور جس صورت میں چاہے لا سکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔

ف اس میں اس طرف ایماء ہے کہ سبز چیز میں بناتی روح باقی رہتی ہے جو تسبیح و تقدیس کرتی ہے اس کی یہ برکت صاحب قبر کے لئے باعث رحمت ہے اسی سے مسلمانوں میں قبروں پر پھول رکھنے کا دستور ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ مختصہ تھا جو رحمت الٰہی نے ان کے خشک ہونے تک تخفیف عذاب کا وعدہ کر لیا تھا ۱۲ منہ۔

اور مومنین کو وہاں عیش و آرام ہے

مومنین کے لئے عیش و آرام کا ہونا اور نعمار کا قبر میں پانا بھی پہلی احادیث اور آیات سے ثابت ہو چکا ہے۔پس جو مومنین کامل ہیں ان کے لئے تو یہ امر ظاہر ہے اور جو ناقص یعنی گنہگار ہیں ان کو بھی چاہیے گا تو قبر میں نجات و راحت دیگا گو وہ بے توبہ کے مرے ہوں فائدہ۔قبر میں جن گنہگار مسلمانوں کو عذاب ہوتا ہے وہ کبھی بقدر ان کے گناہ کے ہو کر پھر موقوف ہو جاتا ہے اور کبھی چند مدت کے بعد بغیر اسکے کہ بقدر گناہ پورا عذاب ہو یوں ہی اللہ اپنے فضل سے رہائی کر دیتا ہے اور کبھی دنیا کے لوگوں کی دعا اور صدقہ وخیرات سے دور ہو جاتا ہے بالخصوص جمعہ کے روز تو ہر مومن گنہگار کی رہائی ہو جاتی ہے اور اسی طرح رمضان میں رستگاری ہوتی ہے پھر جب جس کے لئے اللہ چاہتا ہے رہائی ہو جاتی ہے لیکن کافر کے لئے کوئی چیز نفع نہیں دیتی۔ وہ ہمیشہ برزخ میں اور ابدالآباد حشر میں گرفتار رہے گا۔ اَللّٰھُمَّ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ۔

ضغطۂ قبر کا بیان

ضغطۂ قبر کبھی نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے ضغطہ گھبراہٹ اور تنگی کو کہتے ہیں سو تھوڑی دیر کسی گناہ کے سبب یا کسی نعمت کے شکر نہ ادا کرنے کے سبب یہ دو اسی دیر کے لئے کبھی اچھے بندوں کو بھی تنگی ہو جاتی ہے پھر اسی وقت دور ہو جاتی ہے چنانچہ امام احمدؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذؓ کے جنازہ پر تشریف لائے پھر جب نماز پڑھ کر ان کو قبر میں دفنایا اور مٹی برابر کی تو حضرتؐ نے بڑی دیر کھڑے ہو کر تسبیح کی پھر کسی نے آپؐ سے اس کا سبب پوچھا فرمایا اس نیک بندے پر قبر کی تنگی ہوئی تھی پھر اللہ نے کھول دی۔ گویا اس لئے تسبیحؔ وتکبیر کی اور نسائی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ کی نسبت یوں فرمایا تھا کہ اس کی موت سے عرش کو حرکت ہوئی اور آسمانوں کے دروازے ان کے لئے کھولے گئے اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے پر آئے ان کو بھی تھوڑی دیر تنگی قبر کی معلوم ہوئی تو اور کا کیا مرتبہ ہے، نیز بیہقیؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کسی نے آنحضرت سے سعد بن معاذؓ کے ضغطہ کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ پیشاب سے پاک رہنے میں ان سے کچھ کمی ہو جاتی تھی نیز بیہقیؒ نے عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرتؐ سے عرض کیا کہ جب سے آپ نے منکر نکیر وضغطہ قبر کا ذکر کیا ہے میرے دل کو چین نہیں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہؓ منکر و نکیر کی آواز مسلمان کے کانوں میں ایسی

فائدہ۔ یہ رہائی ایام مخصوص میں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ان ایام میں زیادہ ظہور ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

۱؎ کذا فی کشف الصدور فی حال الموتیٰ والقبور ۱۲ منہ ۲؎ تسبیح سبحان اللہ کہنے کو کہتے ہیں۔

نرم معلوم ہوگی جیسا آنکھ میں سرمہ اور ضغطہ قبر ایسا ہوگا کہ جیسا کوئی درد سر کی شکایت کرے تب اس کی ماں نہایت مہربانی سے اس کے سر کو نرم نرم دبائے **فائدہ** علمائے مسلمان کے گناہ معاف ہونے کے دس سبب لکھے ہیں اول توبہ کرنے سے دوم استغفار سے تیسرے نیک اعمال سے چوتھے دنیا میں کسی بلا میں گرفتار ہونے سے پانچویں ضغطہ قبر سے چھٹے مسلمانوں کی دعا کرنے سے ساتویں اس سے کہ مسلمان اس کی طرف سے صدقہ دیویں آٹھویں قیامت کی سختی سے نویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دسویں اس سے معاف ہوتے ہیں کہ اللہ آپ رحمت کرکے بخش دیوے پس ضغطہ قبر بھی مومن کو اسی سبب ہوتا ہے کہ بشریت سے جو کبھی گناہ ہوگیا ہو اس سے معاف ہو جاوے بعض کو اللہ ضغطہ قبر سے بھی محفوظ رکھے گا چنانچہ ابو نعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن سنجیر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مرض موت میں قل ہو اللہ احد پڑھے گا فتنہ قبر اور ضغطہ قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے روز ملائکہ ہاتھوں ہاتھ اسے پل صراط سے اتار کر جنت میں لے جاوینگے۔

ایصالِ ثواب | زندہ مومنوں کی دعا اور صدقہ دینے سے مردہ مومن کو نفع پہنچتا ہے۔ اگر مردہ مومن عذاب میں مبتلا ہوگا تو اس کو دعا اور خیرات سے تخفیف ہو جاویگی یا بالکل معاف ہو جائے گا اور اگر عذاب میں مبتلا نہیں تو اس دعا اور خیرات سے اس کے وہاں درجات زیادہ ہو جاویں گے بہر طور اس کو نفع ہوتا ہے اور قرآن و احادیث و اجماع صحابہؓ اس پر دلیل ہے قال تعالیٰ۔ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔ اور واسطے ان لوگوں کے کہ جو انصار و مہاجرین کے بعد آئے اور کہتے ہیں کہ الٰہی ہم کو بخش اور جو ہم سے پہلے مومن ہیں ان کو بخش اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دعا اموات کو بھی شامل ہے اگر اس دعا سے سابقوں کو کچھ نفع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بعد والوں کی مدح میں ذکر نہ فرماتا بلکہ یہ دعا فعل عبث گنا جاتا اور جنازے کی نماز پڑھنا حضرت صلعم کے عہد سے اب تک جمہور اسلام کے ہاں چلا آتا ہے اگر میت کو اس سے کچھ نفع نہیں تو گویا ایک فضول امر ہے اور کس طرح سے فضول ہو سکے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نسبت نہایت تاکید فرماتے ہیں اور میت کو نفع ہونے کی صراحت کرتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں آنحضرت سے منقول ہے کہ جس میت پر سو مسلمان نماز پڑھیں اور اس کے لئے شفاعت کریں تو اللہ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے

---

[1] بیماری رزق کی تنگی، اقارب کی موت اعداء کے ظلم کی جانکنی کی تکلیف سب اسی میں داخل ہیں یہ ایک کفارہ ہے ۱۲ منہ۔

اور دوسری جا مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس میت پر چالیس آدمی جو مشرک نہ ہوں نماز پڑھیں تو اللہ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے اور طبرانیؒ نے اوسط میں انسؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میری اُمت پر اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ جو قبر میں گنہگار داخل ہوں گے بسبب دعا اور استغفار مسلمانوں کی قبر سے بے گناہ ہو کر اٹھیں گے اور صدقہ کے نافع ہونے میں بہت سی احادیث وارد ہیں چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ میری ماں یکایک بے وصیت کئے مر گئی اور مجھے گمان ہے کہ اگر کچھ وہ بولتی تو وصیت کرتی اب اس کو ثواب ہو گا اگر میں صدقہ دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہو گا۔ بخاریؒ نے روایت کی ہے سعد بن عبادہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اگر اب میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو اسے نفع ہو گا؟ آپ نے فرمایا ہاں ہو گا۔ سعدؓ نے کہا اب میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے امام احمدؒ اور اصحاب سنن اربعہ نے سعد بن عبادہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ماں کے لئے پوچھا کہ ان کو کون سا صدقہ نافع ہے۔؟ آپ نے فرمایا کہ پانی کا صدقہ نافع ہے۔ پس سعدؓ نے ایک کنواں کھدوا کر اپنی ماں کے نام سے صدقہ دیا۔ طبرانیؒ نے اوسط میں انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس گھر والے کسی میت کی طرف سے بعد موت کے صدقہ دیتے ہیں تو جبرئیل نور کے طباقوں میں لگا کر اس کے پاس لے جاتے ہیں اور وہ نہایت خوش ہوتا ہے اور اس کے پاس والے کہ جن کے پاس کسی نے ہدیہ نہیں بھیجا غمگین ہوتے ہیں بیہقیؒ اور دیلمی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مردہ قبر میں غریق کے مانند دعا کا منتظر رہتا ہے پس جب ماں باپ یا دوست خالص کی طرف سے اسے دعا پہنچتی ہے تو اس کو دنیا و مافیہا سے محبوب سمجھتا ہے اور بلاشک زندوں کی دعا کو قبر میں پہاڑ کی مانند بنا کے بھیجتا ہے اور زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے استغفار تحفہ ہے غرض اور بہت احادیث اس مضمون کی کتب احادیث میں وارد ہیں اگرچہ اخبار احاد ہیں لیکن مجموعہ سے ثبوت یقینی ہو جاتا ہے اور سلف سے خلف تک کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔

معتزلہ اور ان کا جواب | لیکن معتزلہ منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر آدمی خاص اپنے اعمال سے نفع و ضرر اٹھاتا ہے کیونکہ قرآن میں وَاَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی آیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلنَّاسُ مَجْزِیُّوْنَ بِاَعْمَالِھِمْ فرمایا ہے جواب آیت کا یہ ہے کہ اول تو آیت ہمارے مدعا کے مخالف ہی نہیں کیونکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس چیز کی انسان نیت کریگا اس کے کام سے وہی چیز ملے گی چنانچہ حدیث میں آیا ہے لِکُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی یعنی ہر آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے ثواب کی نیت سے کریگا تو ثواب پاویگا اور نامداری کے لئے کریگا تو اس کا بدلہ وہی دیا جاوے گا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ دوسروں کے اعمال سے مردے کو نفع نہیں پہنچتا دوم یہ جواب ہے کہ یہاں لام تملیک اور استحقاق کے واسطے ہے یعنی انسان کو استحقاق اور تملیک اپنے ہی اعمال میں ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسرے کے اعمال سے اس کو نفع نہیں پہنچتا یا لام للانسان میں علیٰ کے معنی میں ہے پس اس آیت سے اور جس قدر آیات و احادیث اس مضمون کی ہیں مثل کُلُّ امْرِئٍ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ کسب سے یہ مراد ہے کہ کسی آدمی کو کسی کی بدی نہیں پہنچتی کیونکہ یہ خلاف عدالت ہے بدی میں ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں سزا پاوے گا کسی کا عمل اور کو ضرر نہ دیگا لیکن نیکی میں یہ حکم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مومن کا عمل ضائع نہیں کرتا جس شخص نے کسی کے لئے کچھ نیکی کمائی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اس شخص کو بھی کہ جس کے لئے نیکی کی ہے محروم نہیں رکھتا اور اس نیکی کرنے والے کو بھی اجر دیتا ہے۔

فقہی تفصیل | مالی عبادت کے ثواب پہنچنے میں سب اہل سنت متفق ہیں ہاں بدنی عبادت میں اختلاف ہے امام شافعیؒ انکار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ادلہ کے عموم سے ثابت کرتے ہیں دوسری اور بہت احادیث ان کے لئے ہیں چنانچہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزہ اپنے ذمہ پر لے کر مر جاوے تو اس کی طرف سے کوئی قرابت دار ادا کر دیوے مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ میری ماں پر دو مہینے کے روزے واجب تھے اگر میں اس کی طرف سے ادا کر دوں آیا کافی ہو جائیں گے آپنے فرمایا ہاں پھر اسنے کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہ کیا تھا اگر میں اسکی طرف سے کر دوں

سلہ آدمیوں کو جزا دی جاوے گی ان کے اعمال پر ۱۲ منہ سلہ ہر آدمی ساتھ اس چیز کے کہ کمایا ہے گرفتار ہے ۱۲ سلہ ہنود کے نزدیک بھی میت کو ثواب پہنچتا ہے نصاریٰ کے نزدیک عیسیٰؑ تمام امت کے لئے کفارہ ہیں ان کے گناہ حضرت عیسےٰ نے اٹھا لئے پس جب وہ اس امر محال کے قائل ہوئے تو یہ کیا محال ہے کہ دوسروں کی نیکی سے جو کسی کی نیت سے کی جاوے خدا اس کو نفع دیوے۔ کیونکہ نیکی کا اجر تو اس کے ہاں سے یقیناً ملتا ہے اس اجر کو اس نے جب غیر کیلئے چاہا تو اللہ نے اس کو دے دیا اور قطع نظر اس کے کہ اہل اسلام پر یہ خاص فضل خدا ہے کہ دوسرے کی نیکی سے مردے کو نفع دیتا ہے اور جو عقلاً اس کو محال کہے دلیل لاوے ۱۲ منہ سلہ اور یہ کہ نہیں واسطے آدمی کے مگر جو کچھ اس نے کمایا ۱۲ منہ

تو اس کو کافی ہوگا، آپ نے فرمایا ہاں روزہ کا بدنی عبادت ہونا تو خود ظاہر ہے لیکن حج بھی بدنی عبادت ہے کیونکہ جس قدر ارکانِ حج ہیں ان میں کہیں روپیہ کی ضرورت نہیں کس لئے جو کہ قربانی کی طاقت نہیں رکھتے ہیں ان کو روزے رکھنے کا حکم ہے روپیہ فقط کعبے پہنچنے کے لئے شرط ہے اور اسی سبب سے فقیر پر بھی مکے میں پہنچنے سے حج واجب ہو جاتا ہے اور اسی لئے سب اہل مکہ پر فرض ہے بدنی عبادت کا نفع پہنچنا میت کو صاف ثابت ہوگیا کس لئے کہ میت پر کوئی چیز واجب نہیں رہتی فقط زندگی میں تکلیف شرعی تھی پھر میت کی طرف سے واجب ادا کرنے کے یہی معنی ہیں کہ میت حالت حیات کے واجبات ترک کرنے کے سبب جو ماخوذ تھا اس وارث کے ادا کرنے سے رہا ہوگیا اور یہی نفع ہے۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ کل مالی عبادت کا ثواب اور بدنی میں حج اور روزے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے تو جمیع فقہا اس بات پر متفق ہوگئے کہ قرآن کے پڑھنے اور اعتکاف اور نوافل وغیرہا عبادات بدنیہ کا بھی ثواب میت کو پہنچتا ہے چنانچہ بیہقیؒ نے شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مردے کو بند کرکے نہ رکھا کرو۔ جلدی لے جایا کرو اور اس کے سر کی طرف سے سورۂ بقر[1] کا اول اور اس کے پاؤں کی طرف سورہ بقر کا اخیر پڑھا کرو اور امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے معقل بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں کے پاس سورۂ یٰس پڑھا کرو خلال نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں جب کوئی مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر قرآن پڑھا کرتے تھے ابو محمد سمرقندی نے حضرت علیؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص قبرستان میں جا کر گیارہ بار قل ہو اللہ پڑھ کے مردوں کی روح کو بخش دے تو اس کو بھی جس قدر مردے وہاں ہیں ثواب ملے گا ابو القاسم سعد بن علی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قبرستان میں جا کر سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ اور الھکم التکاثر پڑھ کر سب مردوں کی روح کو بخش دے تو تمام مومنین اور مومنات قیامت کو اس کے شفیع ہوں گے عبد العزیز صاحب خلال نے اپنی سند سے انسؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جو شخص قبرستان میں جا کر سورۂ یٰس پڑھے مردوں کے عذاب میں تخفیف ہو جاوے اور جس قدر مردے ہیں

---

[1] سورۂ بقر کا اول الٓمٓ ہے اور اخیر للہ ما فی السمٰوٰت کا رکوع تو ایک اول کا اور ایک اخیر کا رکوع پڑھنا چاہیئے ۱۲ منہ

اس قدر اس کو بھی ثواب ملے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر قبرستان میں جاکر سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ اور معوذتین بار پڑھ کر اہل مقابر کی روح کو بخش دے تو ان کی روح کو ثواب پہنچے گا نقل کیا ہے کہ ثناء اللہ محدث پانی پتی علیہ الرحمۃ نے ترجمہ کشف الصدور جلال الدین سیوطیؒ میں واللہ اعلم۔ فائدہ اگر کوئی کافر کسی کافر مردہ کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے یا کسی مومن مردے کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے ہرگز نفع نہ دیگا کیونکہ کافروں کے سب اعمال حبط ہیں اور بعد مرنے کے کافر کو تخفیف نہیں ہوتی کہ کسی کی دعا یا صدقہ سے تخفیف ہوجاوے اور اسی طرح اگر مومن کسی کافر مردہ کے لئے دعا کرے یا صدقہ دیوے وہ بھی اس کو نفع نہ دے گا۔ فقط مومن کی دعا یا صدقہ مومن ہی کو نفع دیتا ہے فائدہ۔ جو لوگ عالم برزخ میں ہیں خواہ وہ ثواب میں ہوں خواہ عذاب میں حشر تک وہاں ہی رہیں گے جب عالم فنا ہو چکے گا اور پھر مردے زندہ ہوکر حساب وکتاب دیں گے ثواب والوں کو جنت میں اور عذاب والوں کو دوزخ میں داخل کردیا جائے گا۔ اور پھر وہاں کسی کو فنا نہیں چنانچہ تفصیل حشر کی اور حساب وکتاب کی وہاں دوزخ جنت میں رہنے کی اور علامت قیامت کی تیسرے باب میں مذکور ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہ نہیں ہے کہ مر کے انسان پھر اسی دنیا میں کسی قالب میں آجاوے۔ اور وہاں اپنے اعمال کی سزا وجزا پاوے جس طرح کہ اکثر ہنود کہتے ہیں اور اس کا تناسخ نام رکھتے ہیں کیونکہ یہ تناسخ قرآن واحادیث اور ادلہ عقلیہ سے جو کتب حکمت میں مذکور ہیں باطل ہے لہٰذا تمام عقلاء اس کو باطل کہتے ہیں وقال اللہ تعالیٰ۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ؕ یعنی قیامت تک مردوں میں ایک حجاب رکھا ہوا ہے کہ اس کے سبب پھر کے نہیں آتے اس امر میں احادیث بھی بکثرت وارد ہیں اور اہل اسلام میں سے کوئی فرقہ اس کا قائل بھی نہیں ہوا لہٰذا اسی قدر پر اختصار کرتا ہوں اور ادلہ عقلیہ کا کتب فلسفہ میں حوالہ دیتا ہوں جسے دلیل عقلی مطلوب ہو وہاں دیکھ لے اس مختصر کتاب میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

باب سوم

فصل اول علامات قیامت میں | قیامت کی علامتوں کی جس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

لہ یہ روایات خبر احاد اور بعض ضعیف ہیں اس لئے اس عقیدے کے منکر کو کافر نہ کہا جاوے ۱۲ منہ۔

خبر دی ہے سب حق ہیں۔ کس لئے کہ یہ سب چیزیں فی نفسہ ممکن ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خبر دی ہے۔ اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب خبریں حق ہوتی ہیں پس یہ بھی حق ہیں اور ممکن ہونا ان کا اظہر من الشمس ہے کوئی دلیل ان کے محال ہونے کی کسی کے پاس نہیں۔ بلکہ اہل کتاب کے ہاں خود یہ علامات قیامت مذکور ہیں چنانچہ کتاب حزقیل باب ۳۹ میں یاجوج ماجوج کا آنا اور پھر وبا سے ان کا مر جانا اور ان کے تیر و کمان سے سات برس تک لوگوں کا ایندھن جلانا صاف مذکور ہے اور مکاشفات یوحنا میں دجال اور دابۃ الارض اور عیسٰی علیہ السلام کا نزول بھی مذکور ہے پس ان کو محال اور خلاف عقل کہنا یا شک و شبہ کرنا بے جا ہے۔ اور سر یہ ہے کہ جس طرح ہر عظیم الشان چیز کے فنا یا پیدا ہونے کے لئے اول علامات اور آثار ہوا کرتے ہیں اسی طرح فنا رعالم کے لئے بھی ہیں کہ اس عالم کا فنا ہونا عظیم الشان امر ہے اور بعض علامات کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی کے خبر دی ہے اور ایک ایک کر کے بیان فرما دیئے ہیں۔ جس صحابی کے جس قدر یاد رہیں اس نے اسی قدر بیان فرمائیں جیسا کہ دلالت کرتی ہے اس پر حذیفہ کی حدیث کہا آنحضرت نے خطبہ پڑھا اور قیامت تک کے جتنے فتنے ہوں گے سب کی خبر دی۔ جس نے یاد رکھا اس کو یاد ہیں اور جس نے بھلا دیا سو نہ یاد رہا اس کے اور میں جب کوئی بات پیش آتی ہے کہ پہلے سے میں اس کو بھول گیا تھا اس طرح پہچان لیتا ہوں کہ جس طرح کوئی کسی غائب کو کہ جب سامنے آوے پہچان لیتا ہے رواہ البخاری ومسلم۔

علاماتِ صغریٰ | اور وہ علامات و آثار دو قسم ہیں ایک علامات صغریٰ دوسرے علامات کبریٰ۔ علامات صغریٰ کی تفصیل یہ ہے امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے عوف بن مالکؓ سے فرمایا تھا کہ قیامت سے پہلے یہ چھ علامات ہیں اولؔ میری موت پھر بیت المقدس کا فتح ہونا پھرؔ ایک عام وبا ہوگی یہ دونوں علامات حضرت عمرؓ کے عہد میں ہو چکیں۔ فتح بیت المقدس بھی ہوئی اور ایک وبا بھی ایسی پڑی تھی کہ جب مسلمانوں کا لشکر گاہ عمواس تھا تین روز میں ستر ہزار آدمی مر گئے۔ پھرؔ زیادہ ہونا مال کا کہ سو دینار کو آدمی حقیر جانے گا یہ ہوا حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب بہت سے ملک فتح ہوئے۔ پھرؔ ایک فتنہ کہ عرب کے گھر گھر میں داخل ہوگا وہ فتنہ عثمانؓ کے قتل کا تھا پھرؔ ایک صلح ہوگی

تم میں[۱] اور نصاریٰ میں پھر وہ غدر کریں گے اور اسی نشان کہ ہر نشان کے ساتھ بارہ ہزار لشکر ہوگا۔ لیکر تم پر چڑھائی کریں گے بخاریؒ اور مسلمؒ نے بروایت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کیا ہے کہ علاماتِ قیامت یہ ہیں علم اُٹھ جاوے گا۔ جہل زیادہ ہوگا۔ زنا اور شراب خوری کی بڑی کثرت ہوگی۔ عورتیں بہت مرد کم ہوں گے یہاں تک کہ بیس[۲] عورتوں کا کاروبار کرنے والا ایک آدمی ہوگا۔ صحیح مسلم میں جابرؓ سے نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جھوٹے لوگ بہت کثرت سے ہو جاویں گے۔ صحیح بخاریؒ میں ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ بڑے بڑے کام نا اہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں گے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ لوگ مصائبِ دنیا کی کثرت سے موت کی آرزو کیا کریں گے۔ ترمذی نے ابو ہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سردار لوگ جہاد کی غنیمت کو اپنا حصہ سمجھیں گے اور کسی کی امانت کو مال غنیمت سمجھ کر دبا بیٹھیں گے اور زکوٰۃ دینے کو جرمانہ سمجھیں گے۔ علم دنیا کے لئے پڑھیں گے۔ مرد عورت کا مطیع ماں کا نافرمان ہو جاویگا اور یار کو نزدیک، اور باپ کو دور کردے گا۔ مسجدوں میں شور کریں گے چلاویں گے۔ فاسق لوگ قوم کے سردار ہو جاویں گے اور رذیل لوگ قوم کے ضامن ہوں گے اور بدی کے خوف سے آدمی کی تعظیم کریں گے۔ باجے علانیہ ہو جاویں گے۔ شراب خوری ہوا کرے گی امت کے پہلے لوگوں پر پچھلے لوگ لعنت کریں گے۔ پس اس وقت انتظار کریں گے سخت آندھی کا کہ سُرخ رنگ کی ہوگی اور زلزلے[۳] اور خسف اور مسخ اور قذف کا اور دیگر علامات اس طرح پے در پے ہوویںگے جس طرح تاگہ ٹوٹ کر تسبیح کے دانے گرتے ہیں الختصر بڑے کار ظہور میں آویں گے اچھے کار اٹھتے جاویں گے اور اس کے ساتھ تمام ملکوں میں بادل کی طرح پھیلیں گے بعض احادیث سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں میں سلطان اسلام لبل کو نصاریٰ کے ایک فرقے کے ساتھ جنگ پیش آویگی اور ایک فریق نصاریٰ

---

[۱] یہ علامت ابھی پائی نہیں گئی ہونے والی ہے ۱۲ منہ [۲] شاید یہ اس وقت ہوگا جب امام مہدی کے وقت میں سبب جہاد کے مسلمان بکثرت شہید ہو جائیں گے عورتیں بہت باقی رہ جاویں گی ۱۲ منہ فائدہ۔ اس کا سبب کہ لوگوں کی روحانی قوتیں کم ہوتی جاوینگی جسمانی خواہشیں بڑھ جاویں گی۔ روحانی معلموں کا اثر کم باقی رہے گا یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اس عالم کا فنا کرنا مقصود ہوگا۔ روحانی برکتیں اور تازگیاں اٹھائی جائیں گی۔ ۱۲ منہ [۳] زلزلہ بھونچال خسف زمین میں دھنسنا۔ مسخ صورت کا بدل جانا۔ قذف پتھر برسنا ۱۲ منہ۔

موافقت کرے گا۔ مخالف لوگ قسطنطنیہ پر غالب آجاویں گے تب وہ سلطان شہر چھوڑ کر ملک شام میں آجاویگا اور اس فرقہ موافق کی موافقت میں پھر ان مخالفین سے جنگ عظیم ہو گی آخر لشکر اسلام غالب آوے گا نصاریٰ موافقین میں سے ایک شخص کہے گا کہ صلیب غالب آئی ایک شخص لشکر اسلام میں سے خفا ہو کر اس کو مارے گا اور کہے گا بلکہ دین محمدی غالب آیا وہ نصرانی اپنی قوم کو جمع کریں گے اور غدر کر کے اہل اسلام کے قتل کو آمادہ ہوں گے اور بہت سے مسلمان اور سلطان شہید ہو جاوینگے چنانچہ ابوداؤد نے ذی مخبرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم رومؒ سے صلح امن کر کے اپنے مخالفوں سے جنگ کرو گے غنیمت اور امن سے تم ایک سبزؔ جنگل میں کہ وہاں ٹیلے ہیں آوگے پس ایک نصرانی کہے گا کہ صلیب غالب آئی ایک مسلمان خفا ہو کر اس کو مکا مارے گا پھر تمام نصرانی جمع ہو کر غدر مچائیں گے اور جنگ کریں گے خدا اس جماعت اسلام کو شہادت دیگا انتہی دوسری جائے ابوداؤد نے ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس وقت ایک بادشاہ کے مرنے سے اختلاف پڑ جاوے گا۔ تمام حدیث آگے آتی ہے پس ان احادیث کے ملانے سے یہی مطلب سمجھا جاتا ہے الحاصل اس جنگ کے بعد وہ نصاریٰ ملک شام پر قبضہ کر لیں گے اور ان مخالفین سے مل جاویں گے۔ اور خیبر تک ان کا عمل ہو جاوے گا۔ بعد اس کے مسلمانوں میں بڑی ہل چل پڑ جاوے گی۔ اور گھبرا کر بہ تلاش امام مہدیؓ مدینہ میں آوینگے اور امام مہدی یہ سمجھ کر کہ مبادا مجھے لوگ خلیفہ بناویں اور یہ امر عظیم میرے سپرد کر دیں مدینہ سے مکہ چلے جاویں گے۔

علامات کبریٰ واضح ہو کہ مہدی لغت میں ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں اس معنی سے بہت سے مہدی ہو چکے ہیں اور بہت سے تا زمانہ مہدی موعود ہوں گے لیکن وہ مہدی کہ جن کا ذکر احادیث میں بکثرت ہے وہ ایک شخص خاص ہیں جو دجالِ موعود کے وقت میں ظاہر ہوں گے۔ اور اس سے پہلے نصاریٰ سے جنگ کر کے فتحیاب ہوں گے۔ حلیہ مبارک ان کا یہ ہے۔ قد مائل بہ درازی قوی الجثہ رنگ سفیدی سرخی مائل چہرہ کشادہ ناک باریک و بلند

ؔ۱ - روم سے مراد نصاریٰ ہیں کیونکہ نصرانی اس مذہب کی اسی ملک سے ہے ۱۲ منہ ؔ۲ یہ سبز جنگل شام کی زمین ہے ۱۲ منہ فائدہ۔ یہ اخبار بھی فرادیٰ فرادیٰ احاد ہیں اس لئے کسی خاص خبر کا انکار بایں وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ ۱۲ منہ۔

زبان میں قدرے لکنت کہ جب کلام میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے۔ اور علم آپ کا لدنی ہوگا چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہوں گے بعد اس کے سات یا آٹھ برس تک علیٰ اختلاف الروایت زندہ رہیں گے۔ نام آپ کا محمد والد کا نام عبداللہ ماں کا نام آمنہ ہوگا جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے مدینہ کے رہنے والے ہوں گے یہ علامات اکثر احادیث میں مذکور ہیں چنانچہ بعض کا ذکر کرتا ہوں ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا تمام نہ ہوگی جب تک کہ میری اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہ ہوگا کہ اس کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا پس نام حضرتؑ کا محمد عبداللہ کے بیٹے لقب مہدی ہوگا۔

شیعہ کہتے ہیں امام مہدی موعود حسن عسکریؓ کے بیٹے ہیں اور مدت سے پیدا ہو چکے کفار کے خوف سے ایک غار میں چھپے بیٹھے ہیں روایت کیا ہے ابو داؤد نے علیؓ سے کہ انہوں نے امام حسنؓ کو فرمایا یہ میرا بیٹا موافق فرمانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سید ہے اور اس کی اولاد سے ایک شخص تمہارے نبی کی مانند اخلاق میں نہ بالکل صورت میں پیدا ہوگا۔ پھر تمام حدیث نقل کی کہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ کا مہدی موعود نہیں کیونکہ شیعہ امام حسینؓ کی اولاد سے ہے نہ امام حسنؓ کی اور نیز امام مہدی کی شان یہ نہیں کہ کفار سے باوجودیکہ مسلمانوں کی بہت بڑی بڑی سلطنتیں موجود ہوں چھپ کر بیٹھ جاویں اسی طرح اکبر کے عہد میں سید محمد جونپوری نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا جن کے مرید اب تک دکن میں موجود ہیں ان کا مہدی بھی وہ مہدی نہیں کیونکہ جس قدر علامات امام مہدی کے ہیں ان میں سے کوئی بھی محمد جونپوری میں نہ پائی گئی نہ ان کے عہد میں دجال موجود تھا نہ نصاریٰ سے مقابلہ ہوا نہ اشاعت دین ہوئی نہ اس مہینے دو بار کسوف و خسوف ہوا نہ مکہ میں ان لوگوں نے بیعت کی بلکہ کل علمائے مکہ نے ان کے پیروں کے قتل کا فتویٰ دیا اور امرا پر ان کا قتل کرنا واجب ٹھیرایا اسی طرح اور بہت سے لوگوں نے مہدیت کا دعویٰ کیا تھا۔

امام مہدی کے متعلق تفصیل

پہلے حدیث میں حضرتؐ نے یوں فرمایا کہ عرب کا مالک ہوگا حالانکہ امام مہدیؑ تمام زمین کے مالک ہوں گے اس کی یہ وجہ ہے کہ عرب اسلام کا مرکز اور پایۂ تخت ہے۔

اس لئے اس کا ذکر کافی ہوا ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یملک سبع سنین۔ کہ مہدی میری اولاد میں سے ہے کشادہ پیشانی بلند بینی بھردیگا زمین کو عدل و انصاف سے جیسے کہ بھر گئے تھے جور و ظلم سے المختصر امام مہدی مدینہ سے مکہ میں آئیں گے۔ لوگ ان کو پہچان کر ان سے بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنادیں گے اس وقت غیب سے یہ آواز آئے گی۔ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاستمعوا واطیعوا کہ خدا کا خلیفہ مہدیؑ ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو اور دوسری علامت یہ ہوگی کہ اس سال جو رمضان ہوگا اسمیں چاند اور سورج کا گہن ہوگا کذا ذکرہ مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ تعالیٰ ابدال و عصائب آکر ان سے بیعت کریں گے۔ اور عرب کی فوج ان کی مدد کو جمع ہوگی اور کعبہ کے دروازہ کے آگے جو خزانہ مدفون ہے کہ جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکالیں گے اور مسلمانوں کو تقسیم فرمادیں گے۔ جب یہ خبر مسلمانوں میں منتشر ہوگی تو ایک امیر خراسانی کہ جس کی فوج کا سپہ سالار ایک شخص منصور نامی ہے امام مہدی کی مدد کو آئے گا چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماوراء النہر یعنی ملک خراسان سے ایک شخص حارث حراث کہ جس کی فوج کے آگے ایک شخص منصور ہوگا محمد کی اہلبیت یعنی امام مہدی کی مدد کو آویگا جیسا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی ہے وہ کریگا ہر مسلمان پر اس کی مدد واجب ہے اور امام احمدؒ اور بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کیا ہے کہ جب تم سیاہ نشان دیکھو کہ خراسان کی طرف سے آئے ہیں تو ان کی طرف متوجہ ہونا کیونکہ ان میں خدا کا خلیفہ مہدی ہے یہاں مہدی سے نائب مہدی مراد ہے جو شخص ان کا راہ میں بدوؤں یا انصاری میں سے مزاحم ہوگا سب کو صاف کرتے ہوئے امام مہدی کے پاس آدیں گے اور انہیں دنوں میں ایک شخص کہ دشمن اہل بیت اور بڑا ظالم ہوگا ابوسفیان کی اولاد میں سے کہ جسکی ننھیال قبیلہ بنو کلب ہوگا دمشق کے اطراف میں حاکم ہوگا۔ وہ امام مہدی کے قتل کے لئے ایک فوج جرار بھیجے گا کہ وہ فوج مکہ اور مدینے کے درمیان بمقام بیداء زمین میں خسف ہوجاویگی کل دو شخص باقی رہیں گے ایک وہ کہ امام مہدی کو خبر دیگا دوسرا وہ کہ اس سفیانی کو اطلاع کریگا بار دیگر وہ سفیانی خود فوج کشی کرے گا۔ سو وہ مغلوب و مقہور ہوگا چنانچہ ابوداؤدؒ نے ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔ ایک بادشاہ کے مرنے سے اختلاف پڑ جائیگا تو ایک شخص مدینہ کا رہنے والا بھاگ کر مکہ میں آوے گا اہل مکہ اس کو

گھر سے بلا کر حالانکہ وہ انکار کرتے ہوں گے رکن اور مقام کے درمیان بیعت کریں گے اور شام کی فوج اس پر چڑھائی کریگی مکہ اور مدینے کے درمیان مقام بیدا میں زمین میں دھنس جائے گی جب لوگ یہ حال دیکھیں گے تو ابدال شام سے اور عصائب عراق سے آکر ان سے بیعت کریں گے پھر ایک قوم قریش کا جس کی ننھیال قبیلہ کلب ہو گا امام مہدی پر فوج بھیجے گا کہ وہ سب مغلوب ہو جاویں گے اور امام مہدی اور ان کے اتباع غالب آویں گے اور یہ فوج کلب کہلادیگی امام مہدی سنت نبوی پر عمل کرینگے اور زمین پر خوب اسلام پھیلے گا۔ اور سات برس امام مہدی زندہ رہیں گے پھر انتقال کریں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے القصہ امام مہدی مع لشکر اسلام مکہ سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کو آویں گے پھر وہاں سے ملک شام میں دمشق تک پہنچیں گے اور نصاریٰ اسی نشان کہ ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی لیکر مقابلہ کو آویں گے جیسا کہ روایت کیا ہے اس کو امام بخاریؒ نے اور دمشق کے قریب وابق یا اعماق میں آ پڑیں گے اور ان کے مقابلہ کو امام مہدی دمشق سے فوج لے کر باہر نکلیں گے وہ کہیں گے کہ جن مسلمانوں نے ہمارے لوگ پکڑے ہیں ان کو میرے حوالہ کر دو ہم انہیں کو قتل کریں گے۔ امام مہدی فرماویں گے واللہ ہم ہرگز اپنے بھائیوں کو نہ دیں گے۔ پس مسلمانوں کے تین فریق ہوں گے ایک نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جاویں گے انکی توبہ خدا کبھی قبول نہ فرماوے گا یعنی حالت کفر میں مرجاویں گے اسلام نصیب نہ ہو گا اور ایک فریق شہید ہو جاوے گا۔ اور عند اللہ افضل شہدا کا مرتبہ پاوے گا اور تیسرا فریق فتح پاوے گا۔ اور ہمیشہ فتنہ سے امن میں رہے گا روایت کیا اس کو امام مسلم نے مگر صحیح مسلم میں بجائے شہر دمشق لفظ مدینہ بمعنی شہر آیا ہے لیکن اس کو علمائے دمشق ہی کہا ہے لہٰذا اس کو لکھ دیا اور تفصیل اس فریق کے فتحیاب ہونے کی نصاریٰ پر جیسا کہ امام مسلم نے بروایت عبداللہ بن مسعودؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے یوں ہے کہ امام مہدی جب اس جماعت سے مقابل ہوں گے تو مسلمان یہ قسم کھائیں گے کہ ماریں گے یا مرجاوینگے شام تک جنگ رہیگی آخر دونوں فریق اپنا اپنی فرودگاہوں میں لوٹ جاوینگے دوسرے روز پھر بہت سے لوگ قسم کھا کر امام مہدی کے ہمراہ میدان جنگ میں آویں گے دن بھر لڑتے رہیں گے بہت سے جوانمردی کی داد دے کر شہادت کا پیالہ پئیں گے آخر دونوں فریق لوٹ جاویں گے۔ تیسرے روز پھر جماعت کثیرہ اسی طرح قسم کھا کر میدان جنگ

میں آدے گی تمام روز کشت وخون رہے گا ہر دو فریق آخر شام کے وقت اپنے اپنے خیموں میں جاویں گے۔ چوتھے روز جو کچھ اہل اسلام باقی رہ گئے ہیں امام کے ہمراہ ہو کر میدان جنگ میں آویں گے اور دلیرانہ اس طرح جنگ کریں گے کہ نصاریٰ کے کشتوں کے پشتے لگا دیں گے یہاں تک کہ اگر ان لاشوں پر پرندہ اڑے گا تو اس سرے سے دوسرے سرے تک نہ جا سکے گا آخر نصاریٰ کی بڑی شکست ہوگی بہت سے جہنم واصل ہوں گے باقیماندہ سراسیمہ ہو کر بھاگیں گے پھر امام مہدی انعام بیشمار دلاوران اسلام کو عطا فرمادیں گے۔ اور مال غنیمت کو تقسیم کریں گے لیکن لوگوں کو اس سبب سے کہ ان کے خویش واقارب بہت سے شہید ہوں گے اس سے کچھ خوشی نہ ہوگی یہاں تک کہ جس قبیلے کے سو آدمی تھے ایک باقی رہ گیا ہوگا پس وہ کس غنیمت سے خوش ہوگا اور کس میراث کو تقسیم کرے گا؟ بعد اس کے امام مہدیؓ بلادِ اسلام کا انتظام اور لشکر جمع کرنے کا اہتمام کر کے قسطنطنیہ پر چڑھائی کریں گے تاکہ ان نصاریٰ کو جنہوں نے سلطان کو وہاں سے نکالا تھا شکست دیویں اور تفصیل اس کی موافق روایت ابوہریرہؓ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ روایت کیا ہے اس کو امام مسلم نے یوں ہے کہ جب امام مہدیؓ مع فوج کثیر قسطنطنیہ کو آگھیریں گے تو اولاد اسحٰق کے ستر ہزار مسلمان اس کو گھیر لیں گے۔ اور اس کے ایک جانب دریا اور دوسری طرف خشکی ہے پس جب وہ اولاد اسحٰق آواز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ بلند کریں گے تو دریا کے طرف کی دیوار گر پڑے گی پھر جب دوسری تکبیر کہیں گے تو خشکی کی طرف کی دیوار گر پڑے گی پس جب تیسرے بار تکبیر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں گے تو راہ کھل جاویگی اور شہر میں گھس آویں گے اور کفار کو قتل کرینگے اور تلواروں کو درخت زیتون سے لٹکا کر مال غنیمت تقسیم کرتے ہوں گے کہ اتنے میں کوئی پکاریگا کیا بیٹھے ہو دجال تمہارے گھروں میں آگیا ہے جب اس کی تحقیق کو نکلیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ خبر جھوٹ بلکہ آواز شیطانی تھی پھر جب لشکر اسلام لوٹ کر شام کی طرف آئیگا تو دجال نکلے گا الحاصل بعد فتح قسطنطنیہ کے دجال نکلے گا ایک بار اس کے نکلنے کی جھوٹی خبر مشہور ہوگی تو امام مہدیؓ دس سوار

فائدہ۔ اہل سنت کے عقائد میں سے یہ تو ہے کہ اخیر زمانہ میں امام مہدیؓ ظاہر ہو کر کفار کو مغلوب اور اسلام کو قوی کریں گے۔ باقی اور تفصیل جو مذکور ہوئی خبر احاد سے ثابت کیگئی ہے وہ بھی کہیں چند حدیث کے ٹکڑوں کو ملا کر ترتیب کے ایک بات نکالی گئی ہے ان باتوں پر یقین نہ کرنے سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا یہ اور بات ہے اگر اس بارے میں جو جو خبریں مخبر صادق نے دی ہیں گو وہ ہم تک کسی ذریعہ سے پہنچی اور ان کے سمجھنے میں بھی ہم سے غلطی ہوئی ہو مگر سب برحق ہیں ضرور یہ کہ رہیں گی یہی بات دیگر علامات قیامت میں ملحوظ ہے ۱۲ منہ

اس کی تحقیق کو بطور طلیعہ کے کہ جن کو غلط عام میں تلاوۃ کہتے ہیں بھیجیں گے۔ مسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ان سواروں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں۔ اور وہ اس وقت کے سب روئے زمین کے سواروں سے افضل ہوں گے پس معلوم ہو گا کہ یہ خبر غلط ہے ابھی دجال نہیں نکلا۔ تب امام مہدی بہ آہستگی ملک کا بندوبست کرتے ہوئے شام میں آویں گے پھر دجال نکلے گا۔

دجال کا حال | دجّال مشتق ہے دَجَلَ سے کہ جس کے معنی لغت میں خلط اور مکر اور تلبیس کے ہیں یقال دجل الحق بالباطل اور کبھی دجل کذب کے معنی میں آتا ہے معنی دجال کے لغت میں مکار اور جھوٹے کے ہیں اس اعتبار سے بہت سے دجال ہوں گے۔ یعنی جس میں یہ وصف پایا گیا وہ دجال ہے۔ چنانچہ ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین۔ الحدیث کہ میری امت میں تیس جھوٹے نبوت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور ایک روایت میں دجالون کذابون آیا ہے لیکن دجال موعود وہ ایک شخص خاص ہے قوم یہود سے لقب اس کا مسیح ہو گا۔ داہنی آنکھ کور ہو گی انگور کے دانہ کی مانند ناخونہ ہو گا اور بال اس کے نہایت پیچیدہ حبشیوں کے بال کی مانند ایک بڑا گدھا اس کی سواری کا ہو گا۔ اور اس کے ماتھے کے بیچوں بیچ کافر یعنی ک ف ر لکھا ہو گا کہ جن کو ہر ذی شعور پڑھ لیگا اب میں وہ احادیث ذکر کرتا ہوں کہ جس میں اس کے اوصاف مذکور ہیں بخاریؒ اور مسلمؒ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی نسبت یوں فرمایا ہے الا انہ اعور وان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیہ ک ف ر کہ وہ کور چشم ہے اور رب تمہارا کور چشم نہیں اور اس کی دونوں بھوؤں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہے اور ایک روایت میں شیخین نے یوں روایت کیا ہے الدجال اعور عین الیمنیٰ کان عینہ عنبۃ طافیہ کہ دجال کی دہنی آنکھ کانی ہے جیسا کہ انگور کا دانہ اُبھرا ہوا بخاریؒ و مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے ایک حدیث طویل نقل کی ہے اور اس میں دجال کی نسبت یہ جملہ ہے ثم اذا انا برجل جعد قطط اعور العین الحدیث پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بہت بال پیچیدہ اور آنکھ کانی تھی۔ الحدیث وہ اول ملک شام اور عراق کے درمیان ظاہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کریگا اس کے بعد اضعان

میں آوے گا۔ اور ستر ہزار یہودی اس کے تابع ہوں گے اور وہاں وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے حدیث ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ سے اور اس کے ساتھ آگ ہوگی کہ جس کو وہ دوزخ کہے گا اور ایک باغ ہوگا کہ جس کا نام بہشت رکھیگا اور حقیقت میں جس کو وہ جنت کہے گا دوزخ ہوگا اور جس کو دوزخ کہے گا جنت کی تاثیر رکھتی ہوگی جیسا کہ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلمؒ نے پس وہ زمین میں دائیں بائیں فساد ڈالتا پھرے گا۔ اور زمین میں بادل کی طرح پھیل جاوے گا اور اس کے ظہور سے پہلے بڑا سخت قحط ہوگا پس وہ عجیبؐ عجیب کرشمے دکھا کر لوگوں کو اپنے دام میں لادے گا۔

دجّال سے استدراج کا ظہور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ کفار کے ہاتھ سے بھی خوارقِ عادات ظاہر ہوا کرتے ہیں کہ ان کو استدراج کہتے ہیں سو یہ امور بھی دجّال سے بطور استدراج کے ظاہر ہونگے اور یہ امور دجّال سے خدا تعالیٰ کے ارادے سے ظاہر ہوں گے۔ اور ان افعال کا حقیقت میں اللہ تعالیٰ فاعل ہوگا لیکن ظہور ان کا دجال کے ہاتھ پر ہوگا تاکہ بندوں کا امتحان ہو جاوے اور کافر اور مومن۔ مخلص اور ریاکار مخلص میں امتیاز ہو جاوے الغرض مع لشکر بے شمار ملک میں فتور و فتنہ ڈالتا ہوا ہر جگہ پھرے گا اور جہاں مسلمان محصور ہوں گے وہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل روٹی و پانی کا کام دے گی یعنی تسبیح و تہلیل سے ایذا بھوک و پیاس کی دور ہو جاویگی جیسا کہ مروی ہے مشکوٰۃ میں پھر وہ یمن سے مکہ کی طرف آوے گا لیکن بسبب محافظت ملائکہ کے مکہ میں نہ آسکے گا پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اور مدینہ کے قریب اُحد پہاڑ کے پاس ڈیرہ کرے گا اور مدینہ کے اس وقت سات دروازے ہوں گے ہر دروازہ پر دو فرشتے محافظ ہوں گے اس سبب سے دجال اندر نہ جا سکے گا۔ جیسا کہ روایت کیا ہے بخاری نے تب وہاں سے شہر دمشق کی طرف کہ جہاں امام مہدی علیہ السلام ہوں گے روانہ ہوگا امام مہدی صاحب لشکر اسلام کا قلب و میمنہ و میسرہ درست کر کے اس سے جنگ کے لئے مستعد ہوں گے کہ اتنے میں عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی کنارہ پر دو فرشتوں کے بازوؤں پہ ہاتھ دھرے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے۔

لہ دجال کے کرشمے جن کا ذکر بعض احادیث میں آیا ہے حیرتناک ہیں قیامت کے علامات میں سے ایسے گمراہ کرنے والے کا خروج بھی دنیا کی بربادی کا باعث ہے حضرت عیسٰی کا نازل ہونا امام مہدی کا ظہور اور ان کے عہد میں برکات کا پایا جانا اور دجّال کا ظاہر ہونا عیسائیوں کی کتاب مکاشفات یوحنا سے پایا جاتا ہے۔ سمجھنے والے ان مکاشفات سے سمجھ سکتے ہیں۔

۱۲ احسنت م۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نزول عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی ہیں بے باپ کے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو پیدا کیا ہے وہ شب و روز دینِ حق کے پھیلانے میں مصروف تھے اس وقت کے یہودیوں کو ان پر حسد آیا ایک مکان میں ان کو قتل کے لئے گھیر کر لے گئے، خدا کی قدرت سے چھت پھٹ گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ آسمان پر لے گئے اور ان میں سے ایک شخص جو اندر آیا تھا وہ عیسیٰ کی شکل میں ہو گیا اس کو یہود نے عیسیٰ سمجھ کر قتل کیا پس جب سے عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں دجال کے قتل کو دنیا میں آویں گے جیسا کہ دلالت کرتی ہیں ان پر احادیثِ صحیحہ اور کتاب مکاشفات انجیل سے بھی ان کا آنا ثابت ہے اور تفصیل اس کی جیسا کہ مسلمؒ نے روایت کیا ہے یوں ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ شہر دمشق کے شرقی سفید منارے پر زرد حلّے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب سر نیچا کریں گے تو پسینے سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھاویں گے تو موتیوں کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے پھر امام مہدی سے ملاقات کریں گے امام بہ تواضع پیش آویں گے اور کہیں گے اے نبی امام ہو کر نماز پڑھایئے تب حضرت عیسیٰ فرمادیں گے نہیں بلکہ تمہیں امامت کرو۔ اور میں خاص دجال کے قتل کو آیا ہوں مسلمؒ کی ایک روایت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ امامت کریں گے اور روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی کو اس امت کی تعظیم و تکریم کے لئے امام بنادیں گے سو علمائے اس کی تطبیق یوں کی ہے کہ اول روز تو امام مہدی علیہ السلام نماز پڑھاویں گے تاکہ تکریم اُمت ہو پھر عیسیٰ علیہ السلام بہ سبب اس کے کہ وہ نبی ہیں واللہ اعلم اور عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کو آمادہ ہوں گے جیسا کہ مسلمؒ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے حضرت عیسیٰ کے دم میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو وہ ہوا لگ جاویگی مرجاوے گا۔ اور ہوا ان کی وہاں تک جاویگی کہ جہاں تک ان کی نظر پڑے گی۔ پس وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور بابِ لُدّ[1] کے پاس اسے جا گھیریں گے اور نیزہ سے اس کو قتل کرکے اس کا خون لوگوں کو دکھلائیں گے اور اگر اس کے قتل میں حضرت عیسیٰ جلدی نہ کرتے تو وہ کافر نمک کی طرح خود بخود گھل جاتا۔ پھر لشکرِ اسلام دجال کے لشکر کو کہ جو اکثر یہودی ہونگے بہت قتل کریگا۔

---

[1] لُد پیش لام اور تشدید دال سے شام کے کسی پہاڑ کا نام ہے بعض کہتے ہیں کہ شام میں یہ ایک گاؤں ہے ۱۲ منہ۔

فائدہ۔ ابو داؤد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنگ عظیم میں کہ جو نصاریٰ سے ہوگی اور فتح قسطنطنیہ میں کہ جو اہل اسلام فتح کریں گے چھ برس کا فاصلہ ہوگا۔ پھر ساتویں برس دجال نکلے گا اور ایک روایت میں بجائے چھ برس کے چھ مہینے کا فاصلہ آیا ہے۔ مگر اول روایت صحیح زیادہ ہے القصہ جب دجّال اور اس کی فوج پامال ہو چکے گی تو امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن کو دجّال کی مصیبت پہنچی تھی ان کو تسلّی دیں گے اور ان کے نقصان کا الطاف و عنایت سے تدارک کرینگے۔ کما رواہ مسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم دیں گے کہ خنزیر قتل کئے جاویں اور صلیب کہ جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑ دی جاوے اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جاوے بلکہ وہ اسلام لاوے کما رواہ البخاری ومسلم پس اس وقت تمام روئے زمین پر دین اسلام پھیل جاوے گا کفر مٹ جاوے گا۔ جور و ظلم جہان سے مٹ جاویگا اور جیسا کہ ابوداؤد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ حضرت امام مہدی کی خلافت سات برس ہوگی۔ اور بعض روایات میں آٹھ اور بعض میں نو بھی آیا ہے بعد اس کے امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے تشریف لے جاویں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان ان کی نماز پڑھ کر دفن کریں گے۔ اس حساب سے کُل عمران کی سینتالیس یا اڑتالیس یا انچاس برس کی ہوگی بعد اس کے تمام انتظام حضرت عیسےٰ کے اختیار میں ہوگا۔ اور عالم اچھی حالت پر ہوگا کہ یکایک حضرت عیسیٰ کو وحی آوے گی کہ میرے بندوں کو کوہِ طور کی طرف لے جائیں نے ایک ایسی قوم نکالی ہے کہ کسی کو اس کے ساتھ تاب جنگ و طاقت لڑائی کی نہیں ہے کما رواہ مسلم۔

یاجوج و ماجوج کا بیان!

واضح ہو کہ یاجوج و ماجوج ایک قوم کا نام ہے جو یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ذوالقرنین بادشاہ نے ان کے رستے کو جو دو پہاڑوں کے درّے بیں سے تھا۔ مستحکم بند کر دیا تھا اخیر زمانے میں وہ دیوار ٹوٹ جاوے گی اور یہ قوم غارت گر پھیل پڑے گی۔ کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا۔ آخر آسمانی بلا سے خود بخود مر جائیں گے ان کے تیر و کمان سے سات برس تک لوگ آگ جلاوینگے احادیث صحیحہ میں یہ بیان مفصل آیا ہے اور کتاب خرقتل کی ۳۸۔ ۳۹ باب میں صراحت سے مذکور ہے فائدہ۔ یاجوج ماجوج دو لفظ معرب ہیں شاید ان کی اصل یاگاگ میگاگ ہو جن کا کتاب دانیال میں بھی ذکر ہے یہ لوگ منگولیا اور منچوریا کے وحشی اور

درندے کفار تھے۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام سے صدہا برس پیشتر ادھر ترکستان کے ملکوں پر ادھر چین پر تاخت وتاراج کیا کرتے تھے۔ جب ذوالقرنین جو یمن کا بادشاہ تھا فتح کرتا ہوا یہاں آیا لوگوں کے کہنے سے اس نے جبل الطے میں اسی گھاٹی کو بند کر دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں بحیرۂ خضر کے متصل جو جبل فتق ایک پہاڑ ہے وہاں کے لوگ ہمدان اور موصل تک آکر تاخت وتاراج کرتے تھے فارس کے کسی بادشاہ نے جس کو کتاب دانیال کے ۸ باب ہیں دو سینگ کے مینڈھے سے تعبیر کیا ہے اور اس کا ترجمہ عربی میں ذی القرنین ہے اس پہاڑ کی گھاٹیوں کو بند کر دیا جس کو دربند و باب الابواب کہتے ہیں یہ مستحکم دیوار اب تک قائم ہے قریب قیامت کے ٹوٹے گی۔ تب یہ لوگ یاجوج ماجوج اسی زمانے میں کہلاتے تھے اخیر زمانہ میں پھر ان ملکوں میں یورش کریں گے اور ملک شام وفلسطین کو غارت کریں گے۔ شہر مقدس کو آگھیریں گے۔ یہود میں کتاب دانیال کے بموجب ذی القرنین ایک معما سا تھا جس کے لئے لوگوں نے بطور امتحان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذی القرنین کا حال دریافت کیا جس کے جواب میں ذی القرنین اور دیوار یاجوج ماجوج کا ذکر آیا۔ کتاب دانیال میں ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اس دو سینگ والے مینڈھے کو (یعنی ایرانی بادشاہ کو) ایک سینگ والے مینڈھے نے جو پچھم سے آیا مار ڈالا جس سے مراد سکندر ہے جس نے شاہ فارس کو ہلاک کیا تھا سکندر کو ذی القرنین قرار دینا بڑی غلطی ہے اور کتاب دانیال کے بھی مخالف ہے قوم یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے بعد پھر زمین میں خیر وبرکت ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ ایک انار کو ایک گھر کے آدمی شکم سیر ہوکر کھاویں گے اور ایک بکری کے دودھ سے ایک گھر کے لوگ سیر ہو جاویں گے المختصر اس زمانے میں نہایت برکت ہوگی عداوت وکینہ نہ رہے گا۔ اور لوگوں کو مال کی کچھ پروا نہ رہے گی یہاں تک کہ ایک سجدہ کرنا دنیا ومافیہا سے اچھا جانیں گے۔ اگر کوئی کسی کو مال دیوے گا نہ لیوے گا۔ رواہ مسلم یہ خیر وبرکت سات برس تک رہے گی۔ پھر عیسیٰ دنیا سے انتقال کریں گے۔

فائدہ۔ مہدی ہونے کے تو بہت لوگ مدعی ہو چکے تھے مگر مسیح بن کر نازل ہونے کا کوئی مدعی نہ ہوا تھا۔ لیکن چند برسوں سے ایک پنجابی کو یہ خلل دماغ ہوا کہ اس نے مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور احادیث وآیات کو تاویل کرنا شروع کیا مگر جب اس دعوے پر تو اتر شکستیں ہونے لگیں تو مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوا کہ میں ان کے مانند ہوں پھر جب سوائے زبانی جمع وخرچ کے مماثلت نامہ اور مختصہ میں بھی ظاہر نہ ہو سکی تو اب مجدد ہونے کا مدعی ہو گیا بہت سے سادہ لوح ان کے بھی دام تزویر میں آگئے۔ یہ ہوئی ہم اللہ استغفر اللہ ۱۲ منہ۔

مشکوٰۃ میں ابن الجوزی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ ۴۵ برس زندہ رہیں گے پھر مر جاویں گے اور میری قبر کے پاس دفن ہوں گے کہ قیامت کو میں اور عیسیٰ ابن مریم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے بیچ میں ایک قبر سے اٹھیں گے مگر صحیح مسلم میں یوں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سات برس زندہ رہیں گے۔ پس دونوں روایتوں کی مطابقت یوں ہے کہ آسمان سے آکر کل سات برس رہیں گے نکاح کریں گے اولاد ہوگی آخر روضۂ مبارک میں دفن ہوں گے اور نزول سے پہلے عمر اڑتیس برس کی ہوگی کل پینتالیس برس ہوتے ہیں۔

ذکر خلافت جہجہ اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک شخص جہجاہ کو خلیفہ مقرر کر جاویں گے چنانچہ بخاری اور مسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت نہ ہوگی کہ ایک شخص قحطان کا لوگوں کو اپنے غصے سے نہ ہانکے گا۔ یعنی حکومت نہ کرے گا۔ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ دنیا نہ تمام ہوگی جب تک بادشاہ نہ ہووے گا ایک شخص کو جس کو جہجاہ کہیں گے المختصر بعد عیسےٰ علیہ السلام کے کہ وہ شخص قحطانی جس کا نام جہجاہ ہے اچھی طرح عدل کے ساتھ حکومت کرے گا۔ لیکن شر و فساد کفر الحاد زیادہ پھیلنا شروع ہوگا اسی طرح دو تین شخص یکے بعد دیگرے حاکم ہوں گے پس جب کفر و الحاد زیادہ پھیل جاوے گا تو اس زمانہ میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مکان مغرب میں کہ جہاں منکر تقدیر رہتے ہوں گے دھنس جاوے گا۔

ذکر دخان اور ان ہی دنوں میں آسمان سے ایک دھواں نمودار ہوگا کہ مومنین کو زکام سا معلوم ہوگا۔ اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی کہ کسی کو ایک دن کے بعد کسی کو دو دن کے بعد کسی کو تین دن کے بعد ہوش آویگا۔ کسی کو چوتھے روز اور کل چالیس روز یہ دھواں رہے گا اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت نہ ہوگی جب تک کہ دس علامات نہ دیکھو گے پس ذکر کیا دھوئیں اور دجال اور دآبۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور عیسیٰؑ کا نازل ہونا۔ یاجوج ماجوج کا نکلنا اور تین جگہ زمین میں خسف ہونا ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک جزیرۂ عرب میں اور سب سے پیچھے ایک آگ کہ یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف پہنچاویگی لیکن بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ اس دھوئیں سے وہ دھواں مراد ہے کہ جب قریش میں حضرتؐ کی بددعا سے چند سال کا قحط پڑا تھا تو بھوک کے مارے آسمان

کی طرف دھواں سا نظر آتا تھا اور بسبب ضعف بصر کے دھندلا دکھائی دیتا تھا واللہ اعلم۔

طلوعِ آفتاب کا بیان اور انہیں دنوں میں کہ ذی الحجہ کا مہینا ہوگا۔ یوم النحر کے بعد رات نہایت دراز ہوگی۔ یہاں تک کہ بچے چلا چلا کر اٹھیں گے اور مسافر تنگ دل ہو جاویں گے اور مواشی چراگاہ میں جانے کے لئے نہایت شور کریں گے لیکن صبح نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگ ہیبت او رقلق سے بیقرار ہوکر نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے جب کہ اس رات کی درازی تین یا چار رات کے برابر ہو جائے گی۔ اور لوگ نہایت مضطرب ہوں گے تب قرص آفتاب تھوڑے سے نور کے ساتھ جیساکہ گہن کے وقت ہوتا ہے مغرب کی جانب سے طلوع کریگا اور اتنا بلند ہوکر کہ جتنا چاشت کے وقت ہوتا ہے پھر غروب ہو جاوے گا۔ اور پھر حسب دستور قدیم مشرق سے طلوع کیا کرے گا۔ لیکن اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی پس اگر کافر ایمان لادے گا یا گنہگار کسی گناہ سے توبہ کرے گا تو یہ ایمان اور یہ توبہ قبول نہ ہوگی۔ احادیث صحیحہ میں یہ مضمون بکثرت آیا ہے چنانچہ بخاری اور مسلم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے گا۔ پس جب وہ طلوع کرے گا۔ اور لوگ اس کو دیکھیں گے تو ایمان لاویں گے مگر اس وقت کا ایمان نفع نہ دیگا۔ الحدیث مسلمؒ نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آفتاب غروب ہوا تو فرمایا کہ تو جانتا ہے یہ کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی جانتا ہے فرمایا یہ جاکر زیر عرش اللہ کو سجدہ کرتا ہے جب حکم ہوتا ہے تو پھر دورہ کرتا ہے اور قریب ہے کہ اذن مانگے گا۔ لیکن اس کو اجازت نہ ہوگی بلکہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں جا یہ حکم ہوگا تب یہ مغرب سے طلوع کریگا الحدیث۔

دابۃ الارض کا بیان مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کے دوسرے روز حادثہ پیش آوے گا کہ مکہ میں جو ایک پہاڑ ہے جس کو صفات کہتے ہیں زلزلہ آکر شق ہو جاوے گا اور ایک جانور کہ جس کی

ف آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا محال عقلی نہیں بعض اس کی تاویل کرتے ہیں کہ دھواں اور غبار ایسا ہوگا کہ بالکل رات معلوم ہوگی اور سخت پریشانی اور ہیبتناک آواز اور زلزلہ ہوگا پھر جب یہ کھل جائے گا تو آفتاب غروب ہوتا معلوم ہوگا جس کو یہ سمجھیں گے کہ مغرب کی جانب سے نکلا ہے پھر تھوڑی دیر بعد وہ اصلی عادت کے موافق غروب ہوکر صبح کو پھر اصلی حالت پر طلوع کرے گا اور یوں بھی اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے جس طرح سے چاہے حرکت دے سکتا ہے ۱۲ منہ سلہ آفتاب کا سجدہ کرنے سے انقیاد مراد ہے فلکیات میں ہر چیز کے ساتھ ملائکہ (کہ جن کو حکماء نفوس کہتے ہیں) متعلق ہیں اصل وہی متحرک اس روز جانب مخالف میں حرکت دیں گے ۱۲ منہ

عجیب[1] صورت ہوگی باہر آوے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا خدا کی قدرت کا کرشمہ معلوم ہوگا۔ فائدہ۔ دابۃ الارض کا نکلنا اور کلام کرنا احادیث و آیات سے ثابت ہے اور یہ ثبوت بھی حد تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۝ (یعنی جب کہ واقع ہوگا لوگوں پر خدا کا حکم (یعنی قیامت کا وقت قریب پہنچے گا) ان کے لئے ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے کہ کلام کرے گا ان سے کہ لوگ اللہ کی آیات پر یقین نہ لاتے تھے اور مسلم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کی اول علامات میں سے آفتاب کا مغرب سے نکلنا اور دابہ کا چاشت کے وقت لوگوں پر ظاہر ہونا ہے الحدیث اور دوسری جا مسلم نے ابی ہریرہ سے یوں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قیامت کی تین علامات پائی جاوینگی کسی کا پھر ایمان لانا کہ اس نے پہلے نیکی نہ کی تھی اور ایمان نہ لایا تھا نفع نہ دے گا اور وہ تینوں علامات یہ ہیں آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔ دجال کا ظاہر ہونا۔ دابۃ الارض کا نکلنا اور طلوع آفتاب اور خروج دابہ سے نفخ صور میں سو برس کا فاصلہ ہوگا۔ یعنی بعد طلوع شمس اور بعد نکلنے دابہ کے سو برس کے بعد قیامت آجاویگی۔

ہوا کا بیان بعد نکلنے دابہ کے چند عرصے کے بعد شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس سے کوئی اہل ایمان اور اہل خیر زمین پر نہ رہے گا سب اس سے مرجاوینگے یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کے غار میں چھپے گا تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کو مارے گی بعد اس کے بدلوگ جو نیکی اور بھلائی نہ جانیں گے باقی رہ جاویں گے۔ الحدیث رواہ مسلم۔

کفار حبشہ کا بیان بعد اس کے حبشہ کے کفار کا غلبہ ہوگا۔ اور ملک میں ان کی سلطنت ہو جاوے گی اور وہ حبشی خانہ کعبہ کو گرادیں گے اور اس کے نیچے سے خزانے نکالیں گے۔

---

[1] اس جانور کی شکل و صورت میں علماء کے متعدد اقوال ہیں اور اس جانور کی طرف مکاشفات یوحنا کے ۲۰ باب کے ۱۰ جملے میں اشارہ ہے اور دجال کو اسی جملے میں جھوٹے نبی سے تعبیر کیا ہے۔ ۱۲ منہ فائدہ آیت میں جو دابۃ الارض آیا ہے اس کے معنی میں اختلاف ہے اکثر علماء نے تو دیگر روایات کے اعتماد پر عجیب الخلقت جانور ظاہر ہونا مراد لیا ہے جو دنیا بھر میں پایا جاوے گا۔ اور لوگوں سے کلام کرے گا کس لئے کہ لوگ خدا کی عجائب قدرتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے اب قائل ہوں گے اور بعض کہتے ہیں دابۃ الارض ضرور پیدا ہوگا مگر یہ ایک مبہم بات ہے جس سے بعض نے مراد لیا ہے کہ کوئی نیز رو شخص پیدا ہوگا اور دنیا کو حجت البیہ سے ملزم کرتا پھریگا دابۃ الارض اس کے سریع السیر ہونے کی طرف اشارہ ہے جس کے اسباب پیدا [illegible]

اس وقت ظلم و فساد پھیلے گا۔ چوپایوں کی طرح لوگ کوچہ و بازار میں ماں بہن سے جماع کیا کریں گے قرآن کاغذوں سے اٹھ جاوے گا کوئی اہل ایمان دنیا پر نہ رہیگا اور آپس کے جور و ظلم سے شہر اُجاڑ ہو جائیں گے قحط و وبار کا ظہور ہو گا۔ ابو داؤد نے عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یَسْتَخْرِجُ کَنْزَ الْکَعْبَۃِ اِلَّا ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَۃِ کہ کعبہ کا خزانہ چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی نکالے گا۔ فائدہ۔ کعبہ کو جو دار امن فرمایا ہے اور وہاں اللہ کی خاص عبادت ہوگی سو یہ قبل ان علامات قیامت کی ہے نہ مطلقاً کیونکہ مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت نہ ہوگی جب تک کہ پھر لات و عزا نہ پوجا جاوے عائشہؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ دین سب پر غالب رہے گا۔ پھر کیونکر یہ ہوگا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک زمانہ معین تک رہے گا آخر ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی کہ جس سے سب مومن مرجاوینگے پھر برے لوگ باقی رہیں گے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین میں ہو جاویں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے قیامت نہ ہوگی جب تک کہ دوس[1] کی عورتیں اپنے بت جاہلیت ذی الخلصہ کے گرد نہ پھرینگی یعنی اس کی عبادت نہ کریں گی بعد اس کے ملک شام میں کچھ ارزانی وامن ہوگا تب لوگ تجارت و حرفہ وغیرہ گھر بار چھوڑ کر اونٹوں اور دیگر سواریوں پر سوار ہو کر وہاں جاویں گے یہاں تک لوگوں کی کثرت ہوگی کہ کسی اونٹ پر دو کسی پر تین کسی پر چار کسی پر پانچ شخص تک سوار ہوں گے۔

آتش کا بیان بعد چند مدت کے جنوب کی طرف سے ایک آگ اٹھے گی کہ لوگوں کو گھیر کر جہاں کہ بعد مرنے کے حشر ہوگا یعنی ملک شام کی طرف لاویگی جب شام کے وقت لوگ ٹھہر جایا کریں گے آگ بھی ٹھہر جاویگی پھر جب آفتاب بلند ہوگا وہ آگ اس کے پیچھے چلے گی۔ جب لوگ شام کے ملک میں پہنچ جاوینگے تو وہ آگ غائب ہو جاویگی چنانچہ مسلمؒ نے حذیفہ بن اسید

فائدہ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لوگ آنحضرت صلعم کی خبر کے مطابق ظاہر ہو چکے یمن کی طرف سے ایک آگ اٹھی تھی جو کوسوں تک عرض بعض کفی لکڑی پتھر سب کو جلاتی تھی اور ملک شام کی طرف بڑھتی جاتی تھی رات کو اس کی روشنی میں دور کی چیزیں دکھائی دیتی تھیں تخمیناً دو مہینے تک رہی مدینے کے پاس سے ہو کر گزری علماء نے بچشم دید اس کی کیفیت لکھی ہے ۱۲ منہ۔

سوقین تصغیر ساق بمعنی پنڈلی کے ہے اہل حبشہ کی پنڈلیاں اکثر چھوٹی اور باریک ہوتی ہیں ۱۲ منہ۔

[1] دوس عرب میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ۱۲ منہ۔

غفاری سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس علامات قیامت روایت کئے ہیں۔ ان میں آخر یہ ہے۔ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ کہ ایک آگ یمن سے کہ جنوب میں واقع ہے نکلے گی۔ لوگوں کو محشر کی طرف کہ وہ ملک شام ہے ہانک کرلے جاویگی اس کے بعد پانچ برس تک پھر لوگوں کو خوب عیش و آرام میسر آوے گا اور شیطان آدمی کی صورت میں آکر کہے گا تم کو حیا نہیں آتی۔ وہ کہیں گے اب تو کیا کہتا ہے تب وہ کہے گا بتوں کی عبادت کرو۔ تب لوگ بتوں کی عبادت کرینگے۔ اس میں ان کو روزی کی فراخی اور فراخ دستی حاصل ہوگی۔ جیسا کہ روایت کیا اس کو مسلم نے الغرض جب دنیا پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا جیسا کہ روایت کیا اس کو مسلمؒ نے تب صور پھنکیگا۔ قیامت ہو جاویگی الحاصل لوگ اس وقت عیش و آرام میں ہوں گے۔ کوئی کسی کام میں کوئی کسی میں مصروف ہوگا کہ یکایک جمعہ کو کہ روز عاشورہ ہوگا علی الصباح لوگوں کے کان میں ایک باریک آواز آویگی لوگ متحیر ہوں گے کہ یہ کیا ہے تب رفتہ رفتہ وہ آواز بلند ہوتی جاویگی یہاں تک کہ کڑک اور رعد کے برابر ہوگی تب لوگ مرنے شروع ہوں گے کہ تفصیل اس کی آتی ہے فائدہ آنحضرت سے ظہور مہدیؑ تک جو علامات ظاہر ہوں گی ان کو صغریٰ اور امام مہدیؓ سے نفخ صور تک جو ظاہر ہوں گی ان کو کبریٰ کہتے ہیں اور ابتدا رقیامت تا نفخ صور ہے۔ اور نفخ ثانی سے لے کر کل زمانہ آئندہ کو عالم حشر اور عالم آخرت بھی کہتے ہیں۔

صور پھونکنے کا بیان | بعد ان سب علامات کے صور پھنکیگا اس سے کل عالم فنا ہو جائے گا۔ صور ایک چیز نرسنگے یا بگل کی مانند ہے میکائیل اس کو منہ سے بجاویں گے اس کی آواز ...... سے ہر چیز فنا ہو جاویگی چنانچہ ابوداؤد اور ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صور ایک سینگ سا ہے اس میں پھونک ماری جاوے گی۔ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اول صور کی آواز ایک شخص کے کان میں پڑیگی کہ وہ اپنے اونٹ کے حوض کو لیپتا ہوگا سنتے ہی بیہوش ہو جاتے گا۔ اور پھر سب آدمی بے ہوش ہو جائیں گے وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ یعنی دیکھنے گا تو لوگوں کو بے ہوش پڑے اور وہ بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ کے

ف۔ دابہ کا نکلنا یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا تو قرآن سے ثابت ہے دجال کا ظاہر ہونا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور مہدی کا ہونا اور دیگر علامات صرف احادیث سے ثابت ہیں جن میں کچھ معنی تواتر کو پہنچ گئی ہیں باقی احاد ہیں جن سے یقین کامل حاصل نہیں ہوتا اور عقائد کا دارومدار یقینیات پر ہوتا ہے اس سے خبر

سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ پس دمبدم آواز زیادہ ہونے لگی کہ باہر کے وحشی جانور شہروں میں آوینگے
اور شہروں کے لوگ گھبراہٹ سے جنگل میں جاوینگے کما قال تعالیٰ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور جب وحوش میں
نقل پڑ جائیگی پس جب سب جاندار چیزیں مرجاوینگی تب آواز زیادہ ہونے کے سبب سے درخت اور پہاڑ روئی کے
گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ یعنی ہوجاویں گے اس روز پہاڑ دھنی ہوئی
اون کی مانند پھر جب آواز تیز ہوگی تو آسمان کے تارے اور چاند سورج ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور آسمان پھٹ کر
ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ اور زمین بھی معدوم ہوجاوے گی اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۔ جس وقت کہ آسمان پھٹ
جاوے وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اور جب زمین کھینچی جاوے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ جس وقت کے
سورج لپیٹا جاوے اور جس وقت ستارے بےنور ہوجائیں فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ
الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ پس جب پھونکا
جاوے صور میں ایک ہی دفعہ اور اٹھائی جاوے زمین اور پہاڑ پس ایک ہی بار توڑے جاویں پس اس روز
ہوجاویگی ہونے والی یعنی قیامت اور پھٹ جاوے گا آسمان ۔ فائدہ ۔ بعض علما کہتے ہیں کہ فناء کلی سے
آٹھ چیز مستثنیٰ ہیں کہ ان کو فنا نہ ہوگی عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و صور و ارواح لیکن ارواح
پر ایک قسم کی بےہوشی طاری ہوگی اور بعض علما فرماتے ہیں کہ سوائے باریتعالیٰ کے ہر چیز فنا ہوگی اور ان چیزوں
پر بھی ایک دم بھر کے لئے فنا آویگی المختصر جب فقط اللہ تعالیٰ باقی رہے گا کما قال تعالیٰ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ
ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اور باقی رہ جاوے گا ایک اللہ بزرگی اور جلال والا اس وقت فرماوے گا لِمَنِ الْمُلْكُ
الْيَوْمَ کہ آج کس کا ملک ہے پھر جب کوئی جواب نہ دیگا تو پھر آپ ہی فرماوے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ
کہ ملک ایک اللہ قہار ہی کا ہے فائدہ ۔ اہل کتاب کے نزدیک بھی اس عالم کا فنا ہونا اور پھر دوبارہ
پیدا ہونا اور ہر ایک سے حساب لیا جانا ثابت ہے چنانچہ انجیل کی وہ عبارتیں کہ جن سے یہ مضمون ثابت
ہے نقل کرتا ہوں مگر حکمائے کے نزدیک محال ہے اور یہ قول ان کا اس پر مبنی ہے کہ یہ عالم خدا سے بے اختیار
اور ارادے کے صادر ہوا ہے لہذا قدیم ہے سو یہ قول ان کا باطل ہے اور دلیلیں اس کے بطلان
کی صدر کتاب میں ہوچکیں پس جب یہ باطل ہوا تو جو اس پر مبنی ہے وہ بھی باطل بناء الفاسد علی الفاسد
ہے اور کیوں نہ ہو یہ الہام انبیاء کے مخالف ہے ۔

ے کما قال تعالیٰ کل شیئی هالک الا وجهه ۔ یعنی ہر چیز اس کے سوا ہلاک ہوگی ۱۲ منہ ۔

دوسری مرتبہ صور کا پھونکا جانا | اس سے ہر چیز پھر دوبارہ موجود ہو جائے گی۔ بعد نفخ صور اول کے جب چالیس برس کی مقدار عرصہ گزرے گا اور اتنی مدت ظہور احدیت صرفہ کا ہو چکے گا تو خدا تعالیٰ اسرافیل کو زندہ کرے گا سو وہ صور پھونکیں گے جس سے اول ملائکہ حاملانِ عرش پھر جبرئیل و میکائیل و عزرائیل اٹھیں گے۔ پھر نئی زمین و آسمان چاند و سورج موجود ہوں گے پھر ایک مینہ برسے گا کہ جس سے مثل سبزہ کے زمین کا ہر ذی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا اور اس دوبارہ پیدا کرنے کو شرع میں بعث و نشر کہتے ہیں اور اس کے ثبوت میں اکثر آیات و احادیث وارد ہیں از انجملہ یہ آیات ہیں۔ اَللّٰہُ یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ یعنی اللہ نے اول بار پیدا کیا عالم کو وہ پھر دوسری بار پیدا کریگا۔ کَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ جس طرح شروع کی تھی ہم نے پہلی پیدائش دوبارہ کریں گے ہم اس کو وعدہ ہے ہمارے ذمہ پر تحقیق ہم کرنے والے ہیں وَاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ اور یہ کہ تحقیق قیامت آنے والی ہے اس میں شک نہیں ہے اور یہ کہ اٹھاوے گا اللہ تعالیٰ ان کو کہ جو قبروں میں ہیں وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ اور پھونکا جاوے گا صور پس اسی وقت لوگ قبروں سے اٹھ کر اپنے رب کی طرف چلیں گے انجیل مکاشفات یوحنا باب ۲۰ آیت ۱۲ میں بھی لوگوں کا دوبارہ زندہ ہو کر حساب کے لئے کھڑا ہونا ثابت ہے (پھر میں نے دیکھا کہ مردے کیا چھوٹے کیا بڑے خدا کے حضور کھڑے ہیں۔ اور کتابیں کھولی گئیں اور ایک کتاب جو زندگی کی تھی کھولی گئی اور مردوں کی عدالت جس طرح سے ان کتابوں میں لکھا تھا اس کے مطابق کی گئی یہاں سے مجملاً حشر بالاجساد اور حساب سب ثابت ہے اور اسی کتاب کے باب ۲۱ کی پہلی آیت میں یوں ہے (پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی اور سمندر بھی مطلق نہ رہا) یہاں سے بھی عالم کا فنا ہونا اور پھر دوبارہ پیدا کیا جانا ثابت ہے اور اکثر کفار سے حضرتؐ کی اس پر بحث رہا کرتی تھی وہ محال جانتے اور خلاف عقل بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں اس کا اثبات فرماتا تھا کما قال تعالیٰ۔ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ۔ لوگو۔ اگر تم کو بعثت میں کچھ شک ہے۔ پس ہم نے تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا جب ہم نے تم کو معدوم محض سے موجود کر دیا دوبارہ پیدا کرنا ہم کو پھر کیا مشکل ہے؟

اسی مضمون کی اور بہت سی آیات ہیں شبہ اگر کسی جاندار کو کسی جاندار نے کھایا اور وہ جزء بدن ہو گیا پس جس کو کھایا ہے اگر اس کے جمیع اجزاء زندہ کریں گے تو کھانے والے کا جمیع اجزاء محشور ہونا باطل ہو جاوے گا کیونکہ اس کے بعض اجزاء میں یہ بھی داخل تھا اور اگر کھانے والے میں اس کو محشور کریں گے تو آکل کا جمیع اجزائیہ محشور ہوا مگر ماکول کا محشور ہونا بجمیع اجزائیہ باطل ہو گیا حالانکہ تم قائل ہو ہر حیوان کے کل اجزاء بدن کو جمع کر کے اس میں روح ڈالی جاوے گی جواب کل اجزاء بدن سے مراد ہماری اجزاء اصلیہ ہیں جو اول سے آخر تک باقی رہتے ہیں اور یہ کھایا ہوا حیوان اس کھانے والے کے اجزائے اصلیہ میں داخل نہیں پس اس کو اپنے اجزائے اصلیہ کے ساتھ جدا اور اس کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ جدا اٹھا دیں گے شبہ حدیث میں آیا ہے کہ دوزخی کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور کئی گز کا موٹا اس کے بدن کا چمڑا ہو جاویگا پس جہنمی کا وہ بدن کہ جو دنیا میں ہے اس بدن کے جو جہنم میں ہو گا غیر ہوا کیونکہ وہ اتنا بڑا نہ تھا پس جب ایک روح دو بدنوں کے ساتھ متعلق ہوئی تو تناسخ پایا گیا حالانکہ اہل اسلام تناسخ کا انکار کرتے ہیں جواب جہنم کا بدن اس پہلے بدن سے غیر نہیں بلکہ زیادہ عذاب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ اسی دنیا کے بدن کو اتنا بڑا کر دے گا دوسرے تناسخ میں یہ شرط ہے کہ دنیا میں دو بدنوں مغائرے باری باری ایک روح متعلق ہووے پس یہ شرط یہاں فوت ہے کیونکہ ایک بدن دنیا میں اور ایک آخرت میں پایا گیا۔ پس اگر ان دونوں بدنوں کو غیر بھی کہیں تب بھی تناسخ ثابت نہیں ہوتا۔ شبہ حکماء نے دلیل سے ثابت کیا ہے کہ معدوم چیز کا بھی موجود ہونا محال ہے پس یہ بدن معدوم ہو کر کیونکر موجود ہوں گے؟ جواب حکماء کی دلیل بالکل غلط ہے اسکی غلطی ثابت کر دی گئی جس کو دیکھنا ہو کتب کلامیہ میں دیکھ لے پس معدوم کا موجود ہونا محال ثابت ہوا۔

تفصیل حشر تفصیل بعث کی حدیث میں یوں آئی ہے کہ سب سے اول میں اٹھوں گا پھر حضرت عیسیٰ ع پھر اور انبیاء پھر صدیقین پھر شہداء پھر صالحین پھر اور مومنین یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ط۔ پھر کفار اور اشرار یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے یَا وَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ اور ہر جماعت اپنی اپنی مثل کے ساتھ کی جاویگی کما قال تعالیٰ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ نیکوں کا الگ گروہ ہوگا اور بدوں کی

جدا جماعت ہو گی علیٰ ہذا القیاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کو میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ اٹھوں گا پھر بقیع میں آؤں گا پس وہاں سے لوگ میرے ساتھ ہوں گے اس کے بعد میرے پاس مکہ اور مدینہ کے لوگ آویں گے اور ہر شخص جس حال میں مرا ہے اس ہی میں اٹھے گا شہیدوں کے زخموں سے خون بہے گا۔ زعفران کی رنگت اور بو ہو گی اور جو حج میں مرا لبیک کہتا ہوا اٹھے گا اور شرابی نشہ کی حالت میں اٹھے گا۔ صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شخص برہنہ بے ختنہ اٹھیگا۔ پس سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا سفید حلہ پہنایا جاوے گا ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہتر کپڑے پہنائے جاویں گے ان کے بعد اور رسولوں اور انبیاء کو ان کے بعد مؤذنوں کو پہنائے جاویں گے۔

مومن و کافر کے اعمال کا محاسبہ

پھر نیکی و بدی کا حساب ہوگا۔ مومن کو نامۂ اعمال داہنی طرف سے اور کافر کو بائیں طرف سے دیا جائے گا۔ قال تعالیٰ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا اور ہر ایک آدمی کی گردن میں ہم نے اس کا عملنامہ باندھ دیا ہے اور قیامت کو ہم اس کے لئے اس کو کتاب بنا کر نکالیں گے کہ وہ آدمی اس کتاب کو کھلا ہوا دیکھے گا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا۔ حکم ہوگا پڑھ اپنی کتاب کو اپنے حساب کے لئے آج تو ہی کفایت کرتا ہے اپنے حساب کو فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا۔ پس جس کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ کی طرف سے ملا اس کا حساب آسان کیا جاوے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف جنت میں خوش ہو کر آوے گا اور جس کو نامۂ اعمال اس کے پیٹھ پیچھے سے ملا وہ جلدی مانگے گا موت اور داخل ہو گا آگ میں صحیحین میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں بندے کو اپنے قریب بلا کر اور سب اہل محشر سے چھپا کر آہستہ سے یوں فرماوے گا کہ فلاں فلاں گناہ تم نے کیا ہے یا نہیں؟ وہ کہے گا ہاں یارب یہاں تک کہ بندے سے اقرار کرا لے گا اور بندہ اس وقت اپنے دل میں خیال کرے گا کہ آج میں ہلاک ہوا پس اللہ فرماوے گا کہ میں نے جسطرح دنیا میں تیرا پردہ فاش نہ کیا اسی طرح اب بھی تجھ کو بخش دیا۔ اس کو اس کی نیکیوں کی کتاب دیویگا اور

منافق اور کافر کو سب خلق کے روبرو بلا کر رسوا کرے گا اور ایک شخص پکار کر بآوازِ بلند کہے گا ان لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا اور سن لو جھوٹے پر خدا کی مار ہے امام احمدؒ نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے کو اپنے پاس بلا کر کہے گا اپنے اعمال کی کتاب پڑھ جب نیکی نہ دیکھے گا تو غمگین ہوگا۔ اور ڈرے گا۔ اللہ فرماوے گا میں نے تیرا یہ گناہ بخش دیا وہ پھر سجدے میں گر پڑیگا لوگ فقط اس کو سجدہ کرتے ہوئے ہی دیکھیں گے اور یہ جانیں گے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور یہ خبر نہ ہوگی کہ اس میں اور اللہ میں کیا معاملہ گزرا یہ حساب یسیر ہے عائشہؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا کہ حساب یسیر کیا؟ فرمایا حساب یسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نامۂ اعمال دے کر بخش دیوے اور جس سے حساب میں سختی ہوئی تو پکڑا گیا۔ حدیث شریف آیا ہے کہ اول اللہ تعالیٰ جانوروں میں فیصلہ کردے گا جس سینگ والے نے بے سینگ والے کو مارا ہے وہ بھی اس کو اسی طرح سے مارے گا۔ پھر ان سب کو حکم ہوگا کہ خاک ہوجاؤ خاک ہوجائیں گے اس وقت کافر حسرت سے کہے گا۔ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا۔ اے کاش میں بھی آج خاک ہوکر نجات پاتا بعد اس کے بندوں میں فیصلہ کرے گا تب ایک فرشتہ بآوازِ بلند پکار کر کہے گا کہ جو شخص جس کو پوجتا تھا اس کے پاس جاوے پس سب بت اور شیطان اور جھنڈے پوجنے والوں کو ان کے معبودوں کے ساتھ بشرطیکہ وہ معبود انبیاء اور اولیاء اور ملائکہ نہوں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے اس کے بعد انبیاء میں اور ان کی امتوں میں فیصلہ ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نوح کو پوچھے گا تم نے اپنی امت کو میرے احکام پہنچائے تھے وہ کہیں گے ہاں یا رب میں پہنچا چکا ہوں پھر ان کی امت سے پوچھیں گے کہ نوح نے تم کو ہمارے احکام پہنچائے تھے وہ انکار کریں گے پھر نوح سے گواہ طلب ہونگے نوح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو قرار دیں گے پس تم لوگ نوح کی گواہی دو گے کہ انہوں نے حکم پہنچائے تھے پھر حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا۔ پس جب کفار اور مشرکین سے حساب لے کر ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو پھر مسلمانوں سے حساب ہوگا

؎ اور اسی طرح تم کو اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی اور درمیانی امت بنایا کہ تم اوروں کی گواہی دو اور رسول تمہاری گواہی

اول فرائض سے سوال ہوگا اور فرائض میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز مقبول ہوگی تو اور اعمال کو بھی دیکھا جاوے گا پھر بندوں کے حقوق کا فیصلہ ہوگا۔ ان میں سب سے پہلے خونریزوں کا حساب ہوگا قاتل کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے دودھ میں پانی ملاکر بیچا تھا تو حکم ہوگا کہ الگ کرے جس شخص نے کسی کو مارا تھا یا اس کا مال لیا تھا یا گالی دی تھی یا اس کی آبروریزی کی تھی تو مجرم کو بمقدار جرم سزا ملیگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی سب نعمتوں سے سوال کرے گا۔ کما قال ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ط یعنی پھر البتہ پوچھے جاؤ گے نعمتوں سے وقال اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ط۔ اور کان اور آنکھ اور دل ان سب سے انسان پوچھا جاوے گا۔ سوال ہوگا کہ کان سے اچھی باتیں دین کی سنی تھیں یا راگ باجے غیبت و بہتان و فحش؟ اور آنکھ سے اچھی چیزیں دیکھی تھیں یا منہیات پر نظر ڈالتا تھا؟ اور دل میں خاص اللہ کی محبت رکھتا تھا یا مال و زر و زن و فرزند غیر اللہ پر عاشق تھا؟ اور اسی طرح عمر سے سوال ہوگا کہ اس کو کس چیز میں صرف کیا اور اسی طرح مال سے سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟ اگر وجہ حلال سے کمایا تھا اور پھر اچھے کاموں میں خرچ کیا تو نجات پاوے گا ورنہ حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ۔ بادشاہ سے رعیت کے عدل و انصاف کی نسبت اور بیوی سے میاں کے مال و اسباب عزت و حرمت کی نسبت اور غلام سے مولیٰ کے مال کی نسبت سوال ہوگا پھر اگر بادشاہ یا قاضی نے عدل نہیں کیا یا بیوی نے میاں کے مال میں خیانت کی یا اس کے غائب میں کسی غیر مرد سے کچھ کار بد کیا یا غلام نے مولیٰ کے مال میں خیانت کی ہوگی تو حکم ہوگا آگ میں ڈال دو وعلیٰ ہذا القیاس مرد سے اس کی عورتوں اور اولاد کی نسبت سوال ہوگا اگر عورتوں میں عدل و انصاف نہ کیا ہوگا یا ان کو اور اولاد کو احکام الٰہی پر چلنے کی تاکید نہ کی ہوگی یا ان کو دین کے ضروریات مسائل نہ سکھلائے ہوں گے تو اسے عذاب ہوگا مگر جس سے حساب لیسیر ہوا اس نے نجات پائی ورنہ ہلاک ہوا جہنم میں گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گناہ تین قسم کے ہوں گے ایک شرک کہ وہ ہرگز نہ بخشا جاوے گا دوسرے حقوق الٰہی کی کمی زیادتی سو اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے معاف کرنے میں کچھ پروا نہ کریگا تیسرے حقوق العباد سو ان میں بلاشبہ فیصلہ اور قصاص ہوگا اور حق دار کو حق دلایا جاوے گا۔

ـه گناه ۱۲ منہ

ذکر میزان | اور میزان قائم کی جاویگی۔ حشر کے میدان میں اللہ کے حکم سے ایک ترازو کھڑی ہوگی کیفیت اس کی اللہ ہی جانتا ہے لیکن وہ ان دنیا کی ترازوؤں کی مانند نہیں ہے کہ جس سے اناج وغیرہ اشیاء کا وزن کرتے ہیں جس کا نیکی کا پلہ بھاری رہا اس کو جنت ہے اور جس کا بدی کا پلہ بھاری رہا۔ اس کو دوزخ اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے تو وہ شخص کچھ مدت اعراف میں رہے گا پھر اس کی رحمت سے جنت میں جاوے گا اور اعراف کا ذکر آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ قال تعالیٰ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ یعنی قیامت کو اعمال کا تلنا حق ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ اور رکھیں گے ہم ترازوئیں عدل کی قیامت کے دن پس نہ ظلم کیا جاوے گا کسی پر کچھ اور اگر آدمی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو ہم اس کو بھی لاویں گے اور کفایت ہیں ہم حساب لینے والے فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۔ پس جس شخص کی بھاری ہوگی تول پس وہ اچھے عیش میں ہے اور جو کوئی کہ ہلکی ہوگی اس کی تول تو اس کی جگہ ہاویہ جہنم ہے احادیثِ صحیحہ بھی میزان کے بیان میں بکثرت ہیں فرائض میں اول نماز کا وزن ہوگا اگر کمی ہوگی تو نوافل سے پوری کی جاویگی علیٰ ہذا القیاس زکوٰۃ روزہ وغیرہ فرائض کا وزن ہوگا اگر وہاں کمی ہوگی تو نوافل سے پوری کی جاوے گی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ زکوٰۃ روزہ وغیرہ فرائض کا وزن ہوگا۔ اگر وہاں کمی ہوگی تو صدقہ نفلی سے اس کو پورا کریں گے۔ اور روزۂ فرض کو روزۂ نفلی سے پورا کریں گے۔ سوال۔ معتزلہ کہتے ہیں ترازو اور وزن سے مراد انداز اعمال ہے کیونکہ اعمال اعراض ہیں اگر ان کا اعادہ ممکن ہو تو پھر ان کا وزن ناممکن ہے جواب۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ میزان کی کیفیت معلوم نہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ دنیا کی میزانوں کی مانند نہیں پھر جب وہ دنیا کی موازین کی مانند نہیں تو اس میں اعراض کا وزن کیا محال ہے؟ ہاں اس قسم کی ترازو میں البتہ ناممکن ہے اور اس کے ہم بھی قائل نہیں پس ان اعراض کا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس سے لوگوں کو اندازہ کر کے دکھاوے گا دوسرے اگر یہ بھی تسلیم کر لیویں کہ وہ اسی قسم کی ترازو ہے تو اعمال عالمِ مثال میں ایک صورت پکڑتے ہیں جیسا کہ ہم پہلے اس کا ثبوت کر چکے ہیں اور بہت احادیثِ صحاح سے

---

[1] بعض علماء کہتے ہیں کہ موازین کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لئے جدا میزان اور جدا پل صراط ہوگا۔ بعض کہتے ہیں جمع باعتبار وزن ہر شخص کے ہے اور میزان ایک ہی ہوگی ۱۲ منہ۔

صورت پکڑنا ثابت ہے پس ان کا اس عالم مثال کی صورت میں وزن کرنا ممکن ہے قیامت میں اللہ اعمال کو ان کی صورت میں ظاہر کر کے وزن کر دکھائے گا اور اگر یہ بھی تسلیم نہ کرو تو احادیث میں آیا ہے کہ نامۂ اعمال تولے جائیں گے۔[1]

حشر پر سوالات اور جوابات | مخالفوں کے اور چند شبہات حشر بالاجساد کی نسبت اور ان کے جواب ذکر کرتا ہوں **شبہ** مسلمان حشر بالاجساد کے قائل ہیں کہ ہر حیوان اپنے دنیا کے جسم کے ساتھ زندہ ہو کر حشر میں آویگا جیسا کہ بیان سابق سے واضح ہوتا ہے حالانکہ یہ زمین بحساب اہل جغرافیہ اس قدر بھی وسیع نہیں کہ اس پر ہزار برس کے کل انسان اگلے پچھلے آجاویں پھر یہ ہزاروں برس کے کل انسان اور حیوان بلکہ ملائکہ کہ ان کی کئی صف ہوں گی اور تخت رب العالمین اس پر کس طرح آوے گا۔ **جواب**:۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ جس روز بدلی جاویگی یہ زمین اور زمین سے اور آسمان اور آسمان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس زمین کو بدلیگا اور نئی نہایت وسیع زمین کہ جس پر سب آسکیں پیدا کرے گا یا اس کو کشادہ اور وسیع بناوے گا کہ جس میں سب اولین و آخرین اور ملائکہ اور جنت اور دوزخ اور عرش رب العالمین آجاوے **شبہ**۔ قیامت کا دن جیسا کہ قرآن میں آیا ہے پچاس ہزار برس کا کیونکر ہوگا؟ **جواب**۔ جب یہ ثابت ہوا کہ اللہ اپنی قدرت سے اس زمین کو اس قدر وسیع کریگا کہ تمام اہل محشر اس میں آجاوینگے پس اس کی فضا کے موافق آفتاب بھی بڑی دیر میں دورہ تمام کرے گا کیونکہ جس قدر بسبب وسعت زمین کے دائرۂ اُفق وسیع ہوگا اسی قدر قوس نہاری کہ جو آفتاب سے پیدا ہوتی ہے وسیع ہو جاویگی یہاں تک کہ وہ روز پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔ کما قال تعالیٰ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ کہ وہ دن پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا اور اس کی درازی میں صدہا حکمتیں ہونگی بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جو قرآن میں قیامت کے دن کی بابت آیا ہے کہ وہ پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا اور کہیں آیا ہے کہ ہزار برس کے برابر ہوگا کہیں آیا ہے کہ اس روز لڑکے بوڑھے ہو جاوینگے یہ سب تعبیرات ہیں اس روز کی شدت

---

[1] چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ اور بغوی اور احمد اور ابن حبان اور حاکم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں میری امت میں سے ایک شخص کو لادیں گے اور ننانوے ایسے بڑے نامۂ اعمال کو کہ جہاں تک اس کی نظر جاوے کھول کر دکھا دینگے اور کہیں گے دیکھ ہمارے کراماً کاتبین نے ظلم سے تو نہیں لکھ لیا وہ کہیگا نہیں اے رب میں اللہ فرماویگا ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے تب ایک کتابہ لاویں گے کہ اس میں اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ لکھا ہوگا وہ کہے گا الٰہی اس قدر دفتروں کے مقابلہ میں یہ کیا ہے اللہ فرمادے گا تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر وہ دفتر ایک پلہ میں اور یہ دفتر دوسرے پلے میں رکھا جائے گا اونچا رہے گا ان کا پلہ اور بھاری ہوگا۔ اس دفتر کا پلہ جس میں کلمہ تھا پس نہ بھاری ہوگی کوئی چیز اللہ کے نام سے۔

اور دہشت سے جو لوگوں کو حسب اعمال پیش آویگی مصیبت کے دن کی درازی اور رنج کی رات کا طول ہر ایک محاورہ میں مستعمل ہے جس کا جس قدر رنج اسی قدر درازی اسی طرح جن کو وہاں فرحت و سرور ہے وہ روز ان کے نزدیک بہت تھوڑا معلوم ہوگا المختصر اس روز کے ملال و فرحت کا مختلف اشخاص کے لحاظ سے مختلف مقدار کے ساتھ بیان ہوا ہے لیکن سب کا خلاصہ جس پر ایمان لانا چاہیئے یہ ہے کہ عالم فنا ہوگا پھر بار دگر پیدا ہوگا ہر شخص دوبارہ زندہ ہوگا عدالت کا تخت رب العلمین قائم ہوگا۔ ہر شخص اپنے نیک و بد کام کا نتیجہ دیکھیگا۔ انسان کے اعمال کا دفتر اس کے روبرو لایا جاوے گا۔ اس کے اعضا شہادت دیں گے ملزم جہنم میں ڈالے جائیں گے نیک جنت میں ابدالآباد رہیں گے یہ خلاصہ ہے تمام باتوں کا اس میں کسی اہل اسلام کا اختلاف نہیں۔

خدا پرست بُت پرست اور دہریہ میں فرق

اور اس کے قریب قریب مکاشفات یوحنا بھی ہے اور تمام انبیائے سابقین کا یہی عقیدہ تھا اور خدا پرست قومیں اسی کی قائل ہیں برخلاف بت پرست اور جاہل قوموں کے کہ مرنے کے بعد انسان کی دوسری زندگانی کی بابت ان کے عجیب عجیب خیال ہیں جو ان کی قوت متوہمہ ادراک ناقص سے پیدا ہوئے ہیں ہندو کہتے ہیں مرکر اپنے اعمال کے موافق پھر دنیا کے میدان میں دوسرے جسموں میں تناسخ کے روڑوں میں ٹکریں مارتا پھرے گا اور پھر انتہا مدت کے بعد مُکتی ہوگی۔ پھر اس میں بھی وہ مختلف بیان ہیں کہ جن کے سننے سے دردسر پیدا ہوتا ہے عموماً بت پرست قوموں کا اسی کے قریب قریب عقیدہ ہے۔ دہریہ اور لامذہب جو اس عالم کا بانی و مدبر طبائع اجسام کو مانتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے قائل نہیں ان کے نزدیک انسان مرکر نیست محض ہو جاتا ہے نہ اس کو ثواب ہے نہ عذاب نہ یہ بار دیگر اور عالم میں دوسری زندگانی حاصل کرے گا عرب کے کافروں کا بھی یہی عقیدہ تھا جس کے رد میں قرآن مجید کی بہت آیات مختلف سورتوں میں ہیں اور فطری دلائل سے حشر کا اثبات اور انسان کی نئی زندگانی پاکر پہلی زندگی کے نیک و بد اعمال کا ثمرہ اٹھانا بیان کیا ہے دوسرے عالم میں دو وسیع مکان بنائے ہیں نیکوں کے لئے جنت جس کی وسعت اور فرحت اور نعمتوں کا قرآن نے عمدہ عمدہ تشبیہوں اور استعاروں میں بیان کیا ہے اور بہت نعمتیں اور حور قصور کا وہاں موجود ہونا بیان فرمایا ہے دوسرا جہنم یعنی دوزخ جس کی تنگی اور شدت اور اندھیری اور اس کے اندر قسم قسم کی روحانی اور جسمانی تکالیف کہ جن کو سن کر دل پانی

پانی ہوتا ہے کس عمدگی سے بیان فرمائے ہیں کہ انسان کے نفسِ بد کے لئے جو میدان لذائذ و شہوات میں شتر بے مہار بن کر چلنے کو پسند کرتا ہے روک دیا ہے۔ حکمائے آلہین و حکمائے اسلام صوفیہ کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے جنہوں نے روحانی ریاضتوں سے مشاہدہ بھی کر لیا فائدہ بعض شخصوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب جنت میں داخل کرے گا۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھے ایک بڑا انبوہ کہ جس نے زمین کے کنارے بھر دیئے دکھلائی دیا۔ اور کہا گیا کہ یہ تیری اُمت ہے ان میں سے ستر ہزار بے حساب بہشت میں جاوینگے ترمذی اور ابوداؤد نے ابی امامہؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ اللہ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ستر ہزار آدمی تیری امت میں سے بلا حساب بہشت میں داخل کروں گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اور تین حثیات[1] اللہ کے حثیات سے۔

حوض کوثر | محشر میں مومنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا پانی پیویں گے۔ قیامت کو ہر نبی کیلئے ایک حوض ہوگا۔ اور ہر ایک نبی کی اُمت کی جدا جدا علامت ہوگی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا نام کوثر ہے۔ وہ سب حوضوں سے بڑا ہے اور وضو کی جائے سے حضرت کی اُمت کے اعضا نہایت روشن ہوں گے۔ پس یہ علامت آپ کی اُمت کی ہوگی۔ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جاوینگے تو نہایت شدت کی پیاس ہوگی ہر نبی اپنی اپنی اُمت کو اس علامت سے پہچان کر اس کا پانی پلاویگا۔ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کی درازی ایک مہینے کی راہ ہے اور اس کے کنارے برابر ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں جو ایک بار اس کا پانی پیئے گا پھر پیاسا نہ ہوگا یعنی حشر کے میدان میں اس کو پیاس نہ لگے گی صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض کی مسافت ایلہ[2] اور عدن کی مسافت سے زیادہ ہے اور وہ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے آبخورے اتنے ہیں کہ جتنے آسمان کے تارے اور مرتد[3] لوگوں کو اپنے حوض سے اس طرح دور ہانکوں گا کہ جس طرح کوئی غیر کے اونٹوں کو اپنے تالاب سے دور کرتا ہے لوگوں نے پوچھا کیا اس روز آپ ہم کو پہچان لیں گے فرمایا ہاں تم لوگوں میں سب

---

[1] حثیات دونوں ہاتھ کے لپ کو کہتے ہیں ۱۲ منہ [2] ایلہ شام میں ایک جگہ کا نام ہے اور عدن جنوب میں ایک شہر ہے دونوں میں کئی منزل کا فاصلہ ہے پس حضرت صلعم کے حوض کوثر کا ایک کنارہ دوسرے سے اس مسافت سے بھی زیادہ دور ہے ۱۲ منہ [3] مرتد اس کو کہتے ہیں جو ایمان لاکر پھر کافر ہو جاوے ۱۲ منہ

اُمتوں سے جُدا ایک نشانی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ وضو کی جگہ سے تمہارے اعضاء روشن ہوں گے جن لوگوں کو کہ آپ اپنے حوض سے دور کریں گے وہ مُرتدا ور کافر اور مشرک ہوں گے بعض علماء کہتے ہیں کہ اسلام کے گمراہ فرقے مثل شیعہ و خوارج و معتزلہ وغیرہ کے بھی اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت علیؓ اس روز لوگوں کو پانی پلادیں گے ان کے ساتھ اور صحابہ بھی شریک ہوں گے غرض حوضِ کوثر کا ذکر اور بہت احادیث میں وارد ہے سو اس کو بھی حق جاننا چاہیئے بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں جو کوثر آیا ہے اس سے خیر کثیر مراد ہے یعنی ہر قسم کی سعادت پس حوض کوثر کا ثبوت صرف احادیث سے ہے اور اس کا طول و عرض اور دیگر کیفیات خبر احاد سے ثابت ہیں جو مرتبہ ظن میں ہیں فائدہ بعض علماء کہتے ہیں کہ پل صراط پر گزرنے کے بعد حوض پر اہل محشر آویں گے اور بعض کہتے ہیں کہ حساب سے پہلے لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو قبر سے اٹھتے ہی وہ پانی ملے گا اور بعض کو گناہوں کے سبب دیر میں ملے گا۔ یہاں تک کہ بعض کو پل صراط پر گزرنے کے بعد اور بعض کو دوزخ سے خلاصی پاکر جنت میں جانے سے پہلے ملے گا۔

پل صراط پھر سب کو پل صراط پر چلنے کا حکم ہوگا پس نیک اپنے اپنے اعمال کے موافق بہت جلدی نکل جاویں گے اور بد لوگ کٹ کر گر جاوینگے میدان حشر کے گرد دوزخ محیط ہوگی جنت میں جانے کے لئے اس دوزخ پر ایک پُل ہوگا کہ بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا سب کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا مومن بہت جلدی گزریں گے اور جہنمی کٹ کر گر جاویں گے۔ بخاری اور مسلم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ کی پیٹھ پر ایک رستہ ہوگا سب رسولوں سے پہلے اپنی امت کے ساتھ میں اس پر سے گزروں گا اور اس وقت سوائے انبیاء کے اور کوئی نہ کلام کرے گا اور انبیاء کا یہ کلام ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ یعنی اے اللہ سلامت رکھنا سلامت رکھنا اور جہنم میں کلالیب[۲] سعدان[۳] کے کانٹے کی مانند ہوں گے کہ درازی اسکی اللہ ہی کو

فائدہ - پُل صراط کا ثبوت قرآن کی ظاہر عبارت سے نہیں ہاں احادیث صحیحہ سے ہے ۱۲ منہ ۔ [۱] مرتد اس کو کہتے ہیں جو ایمان لاکر پھر کافر ہو جاوے ۱۲ منہ [۲] کلالیب کلوب کی جمع ہے اور کلوب آنکڑے کو کہتے ہیں جس طرح کہ نان بائیوں کے پاس تنور میں سے روٹی نکالنے کے واسطے ہوتے ہیں ۱۲ منہ [۳] سعدان ایک درخت کا نام ہے کہ اس کے کانٹے بہت بلدار ہوتے ہیں سو وہ آنکڑے جیسے ہوں گے ۱۲ منہ۔

معلوم ہے پس وہ لوگوں کو بقدر اعمال پکڑیں گے۔ بعض کو بالکل پکڑ کر نیچے گرا دیں گے اور بعض
کا گوشت چھیل ڈالیں گے لیکن اس کو اللہ نجات دیگا صحیحین میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے
کہ مومن آنکھ کی جھپک میں نکل جاوے گا۔ اور بعض بجلی کی مانند اور بعض تیز ہوا کی مانند اور بعض
پرند جانوروں کی مانند اور بعض تیز گھوڑے کی مانند اور بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزریں گے اور
پلصراط پر اندھیرا ہوگا سوائے ایمان کی روشنی کے اور روشنی نہ ہوگی۔ جیسا کہ اس آیت میں اس کیطرف
اشارہ ہے۔ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ
قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَکُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَ
ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ اس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورت مومنوں سے ہمارا
انتظار کرو کہ ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں کہا جائے گا پھر جاؤ الٹے وہاں سے نور لاؤ پس ان
کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کی جاوے گی۔ اس کے دروازے میں سے مومن جنت میں چلے جاوینگے
اور منافق پھر عذاب میں مبتلا ہوں گے اس وقت منافق حسرت سے مومنوں کو یہ کہیں گے اَلَمْ نَکُنْ
مَّعَکُمْ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے جواب تم نے ہمارا ساتھ نہ دیا مومن کہیں گے بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ
فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ ہاں تم ساتھ
تھے لیکن فتنہ میں ڈالا تھا تم نے اپنی جانوں کو اور منتظر رہتے تھے تم ہمارے لئے برائی کے اور شک کیا
تم نے دین میں اور فریب میں ڈالا تم کو تمہاری آرزوں نے یہاں تک کہ آگیا حکم اللہ کا یعنی موت آئی
اور مومنوں کے لئے وہاں نور ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ الآیہ جس روز کہ نہ رسوا کرے گا اللہ
نبی کو اور لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں ساتھ ان کے نور ان کا اس روز دوڑتا ہوگا ان کے آگے
آگے اور دائیں طرف۔ فائدہ شریعت اس عالم میں پل صراط کی صورت میں ظاہر ہوگی جس طرح
کہ اور چیزیں وہاں اپنی اپنی صورتوں میں ظاہر ہوں گی پس جن لوگوں کو اس عالم میں شریعت پر
چلنا آسان تھا ان کو وہاں پل صراط پر عبور کرنا آسان ہو جاوے گا اور ان کو پل صراط بڑا چوڑا
صاف رستہ نظر آویگا اور موافق استعداد عمل کے کوئی بجلی کی مانند اور کوئی ہوا کی مانند اور کوئی گھوڑے

فائدہ منافق وہ ہے کہ ظاہر میں مسلمان اور چھپا ہوا کافر ہو ۱۲ منہ۔

کی مانند جلد وہاں سے نکل کر جنت میں سیدھا چلا جاوے گا جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت ہے اور اسی لئے شریعت کو الصراط المستقیم کہتے ہیں کہ اس پر چلنے والا سیدھا جنت میں جاتا ہے اور جن لوگوں کو شریعت پر چلنا یہاں جس قدر مشکل اور دشوار تھا وہاں اسی قدر ان کو اس پر چلنا دشوار ہو جائے گا۔ اور بال کی مانند باریک ان کے لئے وہ پل صراط ہو جاوے گا جیسا کہ ابن مبارک اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ پل صراط قیامت کو بعض پر بال سے باریک اور بعض پر میدان کی مانند فراخ کیا جاویگا۔ بعض اہل ہوا جو پل صراط کا اس دلیل سے انکار کرتے ہیں کہ پل صراط پر چلنا ممکن ہو تو پھر نیک بندوں کو ناحق تکلیف دینا ہے بالکل غلطی پر ہیں ان کو پل صراط کی حقیقت معلوم نہیں۔

ذکر شفاعت | نبی صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بیان میں بیشمار احادیث وارد ہیں کہ سب کا مضمون ملا کر حد تواتر کو پہنچ گیا ہے از انجملہ یہ احادیث ہیں بخاریؒ اور مسلمؒ نے انسؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز نہایت بیقراری اور اضطراب سے لوگ جمع ہو کر آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے چلو خدا سے ہماری شفاعت کرو آدمؑ کہیں گے یہ میرا کام نہیں تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بڑے دوست ہیں پس ابراہیم کے پاس آکر کہیں گے ابراہیم بھی کہیں گے کہ میرا یہ کام نہیں تم موسےٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ سے کلام کیا کرتے تھے ان کے پاس آویں گے وہ بھی کہیں گے کہ یہ میرا کام نہیں تم عیسےٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں پس عیسےٰ کے پاس آویں گے وہ کہیں گے یہ میرا کام نہیں ہے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ لوگ مجھ سے کہیں گے تب میں قبول کروں گا۔ اور کہوں گا ہاں میں اس کے قابل ہوں میں اپنے رب سے آکر اذن چاہوں گا مجھے اجازت ہوگی اور اس روز اللہ مجھے اپنی اس قدر تعریفیں کرنی سکھاویگا کہ

۱؎ معتزلہ پل صراط کے معنی جس کا احادیث میں ذکر ہے کچھ اور ہی لیتے ہیں ۱۲ منہ فائدہ قرآن مجید کی آیات بھی آپ کی شفاعت کبریٰ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ وغیرہا ۱۲ منہ ۲؎ اکثر صحیح حدیثوں میں یوں آیا ہے کہ آدمؑ یوں کہیں گے کہ تم نوحؑ کے پاس جاؤ وہ اول نبی ہیں کہ زمین پر بھیجے گئے وہ کہیں گے ابراہیمؑ پاس جاؤ الخ شاید راوی سے یہاں نوح رہ گئے ورنہ اس سے پہلے حدیث میں جو نہیں انسؓ سے مروی ہے نوحؑ ہیں ۱۲ منہ ۳؎ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی روح یوں کہتے ہیں کہ ظاہر میں اور کوئی سامان ان کی ولادت کا نہ ہوا اس واسطے خاص اللہ کی طرف نسبت کئے گئے اور اللہ کے کن کلمہ کے کہنے سے ہوئے تھے سو اس لئے کلمۃ اللہ کہلائے ورنہ ہر ایک شخص اللہ کی روح اور کلمہ ہے ۱۲ منہ۔

نہیں آتی ہیں میں سجدہ میں آگردں گا اور اُن تعریفوں سے اللہ کو سراہوں گا پھر مجھے حکم ہو گا کہ
اے محمد سر اٹھا اور کہہ تیرا کہا سنا جاویگا، اور مانگ جو مانگے گا وہ تجھ کو ملے گا، اور شفاعت کر تیری شفاعت
قبول ہوگی میں کہونگا یا ربّ اُمتی اُمتی ۔ پس حکم ہو گا کہ جس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر بھی
ایمان[۱] ہے اُس کو بھی دوزخ سے نکال پس میں جاکر ان کو دوزخ سے نکالونگا اور پھر آکر اُسی طرح سجدہ میں حمد و ثنا
کروں گا پھر حکم ہوگا سر اٹھا تو جو کہے گا وہ سنا جاویگا اور جو مانگے گا تجھ کو ملے گا اور شفاعت کر قبول کی
جاوے گی تب میں کہونگا یا ربّ امتی امتی پس حکم ہو گا کہ جس کے دل میں ذرے یا رائی کے دانے کے برابر بھی
ایمان ہو اسے جہنم سے نکالو پس میں جاکر نکالوں گا پھر آکر اسی طرح سجدے میں حمد و ثنا کرونگا پھر حکم ہو گا سر اٹھا تو
جو کہے گا وہ سنا جاویگا اور جو مانگے گا تجھ کو ملے گا اور شفاعت کر قبول ہو گی پس میں کہوں گا یا رب اُمتی
اُمتی پس حکم ہو گا جاؤ جس کے پاس ادنیٰ کا ادنیٰ بھی رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے اُسے جہنم سے نکالو۔
پس میں جاکر نکالوں گا پھر میں چوتھے بار آکر سجدے میں ویسی ہی حمد و ثنا کروں گا پس حکم ہو گا سر
اٹھا اے محمد کہہ تو جو کہے گا وہ سنا جاوے گا اور مانگ دیا جاوے گا اور شفاعت کر قبول ہو گی تب
میں کہوں گا اے رب جس نے فقط لاالٰہ الا اللہ کہا ہے اس کے لئے بھی اجازت دے کہ اس کو جہنم سے
نکالوں اللہ فرماوے گا کہ یہ کچھ تیرے کہنے پر موقوف نہیں مجھے اپنی عزت اور جلال اور کبریائی اور عظمت
کی قسم ہو جس نے لاالٰہ الا اللہ کہا ہے میں اس کو دوزخ سے نکالوں گا انتہیٰ پس اُس حدیث کے بھی یہ
ہی معنی ہیں کہ جس میں یوں آیا ہے کہ جس نے لاالٰہ الا اللہ کہا جنت میں جاوے گا اگرچہ چوری اور زنا
اُس سے ہو گیا ہو یعنی انجام جنت میں جاویگا۔ بخاریؒ نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے صدق دل سے لاالٰہ الا اللہ کہا ہو گا وہ میری شفاعت سے خوب
نفع پاوے گا ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میری اُمت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لئے بھی میری شفاعت ہو گی۔ ترمذی

---

[۱] ایمان سے مراد ان سب مواضع میں عمل صالح ہے کیونکہ آخر میں جس نے لاالٰہ الا اللہ کہا ہے اس کی نجات ہو گی اور حالانکہ اس کلمہ سے ایمان حاصل ہوتا ہے پس جو لوگ حضرتؐ کی اُمت میں سے گنہگار تھے اور بہت ہی کم ان کے پاس اعمال صالح تھے اور وہ دوزخ میں ڈالے گئے تھے اول مرتبہ آپ ان کو نکالیں گے پھر اسی طرح جس کسی کے پاس کچھ بھی عمل خیر ہو گا اس کو بھی جہنم سے باہر لاویں گے اخیر جن کے پاس سوائے ایمان کے بالکل اور کوئی عمل خیر نہ ہو گا اور کبھی جہنم سے باہر کئے جاویں گے اور حضرت کی شفاعت سے جنت میں جاویں گے اور اسی طرح اور متقی کے مومنوں کی بھی آپ شفاعت کریں گے ۱۲ منہ

اور ابن ماجہؒ نے عوف بن مالکؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میرے پاس ایک شخص رب کی طرف سے آیا اور کہا کہ تجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو اپنی نصف امت کو جنت میں لے جا یا شفاعت اختیار کر لے پس میں نے شفاعت کو اختیار کیا پس جس نے شرک نہ کیا ہوگا اس کو میری شفاعت پہنچے گی انتہیٰ الغرض اور بہت کثرت سے اس باب میں احادیث آئی ہیں کہ قیامت کے دن سید المرسلین کو تاج کرامت پہنا کر مقام محمود میں بٹھلایا جاوے گا کہ جس کی تمام انبیاء اولین و آخرین آرزو کریں گے اور جس روز کہ اللہ کے جلال کے مارے کسی فرشتے یا نبی کا حوصلہ اللہ سے کلام کرنیکا نہ پڑے گا اُس اور تمام اولین و آخرین کی آنکھ سید المرسلین کی طرف ہوگی اور حضرت خلق اللہ کی شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو حضرت کا اعزاز و اکرام دکھا دیگا جو حضرت کہیں گے قبول فرماوے گا پس اس روز ہر ایک جان لے گا کہ یہ سید المرسلین اور امام النبیین اور محبوب رب العالمین ہیں جو ان کے دامن تلے آیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا آپ کی شان کا تو ذکر کیا ہے بلکہ آپ کی اُمت کے علماء اور شہداء اور اولیاء بھی شفاعت کریں گے چنانچہ ابن ماجہؒ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کو تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء[۱] علماء[۲] پھر شہداء[۳] انتہیٰ اور انبیاء بھی جب حضرت شفاعت کا دروازہ کھلوا دیں گے اپنی اُمت کے لئے شفاعت کریں گے ترمذی اور دارمی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن ابی جدعاؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری اُمت کے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ بنی[۱] تمیم سے بھی زیادہ لوگ جنت میں جاویں گے ترمذیؒ نے ابو سعیدؓ سے انہوں نے نبی صلعم سے روایت کیا کہ بعض شخص میری اُمت میں سے ایک بڑے انبوہ کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک قبیلہ کی اور بعض چالیس آدمی کی اور بعض ایک شخص کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ جب جنت میں داخل ہوں گے۔ ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دوزخیوں کے پاس سے کوئی جنتی گذرے گا دوزخی اس سے کہیگا اے فلاں کیا تم مجھے نہیں پہچانتے میں وہ ہوں کہ جس نے تم کو ایک بار پانی پلایا تھا اور بعض کہے گا میں وہ ہوں کہ جس نے تم کو وضو کا پانی دیا تھا پس وہ ان کی شفاعت

---

[۱] بنی تمیم عرب قوم کا نام ہے کہ اس میں ہزارہا آدمی ہیں ۱۲ منہ

کر کے جنت میں لے جاوے گا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے لڑکے جو بلوغ سے پہلے مر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے اور بعض شخص کی قرآن یا کوئی اور عمل شفاعت کرے گا۔ فائدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض کی قبر میں شفاعت کر کے نجات دلائیں گے بعض کو حشر میں شفاعت کر کے دوزخ میں جانے سے باز رکھیں گے بعض کو دوزخ سے شفاعت کر کے نکالیں گے بعض کی جنت میں ترقی درجات اور رفع مراتب کے لئے شفاعت کرینگے۔ پس شفاعت کی چار قسمیں ہیں معتزلہ ان پچھلی قسم کی شفاعت کا اقرار کرتے ہیں اور پہلی تینوں قسم کا انکار کرتے ہیں اور ان کے انکار کی اصل یہ ہے کہ اُن کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے سے مومن نہیں رہتا اور غیر مومن کے لئے شفاعت بالاتفاق نہیں اور صغیرہ کرنے سے عذاب نہیں ہوتا۔ وہاں شفاعت کی حاجت نہیں پس اب ترقی درجات کے سوائے اور شفاعت ممکن نہیں اور ہم پہلے قرآن و احادیث سے ان کی اس اصل کو باطل کر چکے ہیں کہ جس پر انہوں نے یہ چند باتیں بنا رکی ہیں جس کو دیکھنا ہو فصل ایمان میں دیکھ لے۔ فائدہ بعض شخصوں کی شفاعت کا حضرتؐ نے خاص وعدہ کر لیا ہے ان میں ایک وہ ہے جو حضرتؐ کے مزار شریف کی زیارت کیے ایک وہ ہے کہ جو حضرتؐ پر کثرت سے درود بھیجے ایک وہ ہے کہ جو ثواب جان کر مکہ یا مدینے میں وفات پائے اور کافروں اور مشرکوں کے لئے بالاتفاق آپ کی یا کسی اور کی شفاعت نہ ہوگی جس طرح دنیا میں سرکار کے ساتھ مقابلہ کرنے والے کی کوئی شفاعت نہیں کرتا۔ اور بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے بھی نہیں ہوگی چنانچہ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ قدریہ اور مرجیہ کو میری شفاعت نہ ہوگی اور بادشاہ ظالم کی بھی میں شفاعت نہ کروں گا اور شرع سے تجاوز کرنے والے کی بھی شفاعت نہ کروں گا اس کو ظاہر پر محمول کیا جاوے اور اہل کبائر میں سے یہ لوگ مستثنیٰ کئے جاویں یا شفاعت ترقی درجات اُن کے لئے نہ ہوگی واللہ اعلم۔

فصل ۱۲۔ اعراف کے بیان میں

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مکان ہے کہ اُس کو اعراف کہتے ہیں وہاں کے لوگ اہلِ جنت اور اہل دوزخ کو دیکھیں گے اور اُن سے کلام کریں گے، قال تعالیٰ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ اور درمیان جنت اور اہل دوزخ کے ایک پردہ ہوگا وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے کہ وہ ہر ایک جنتی اور دوزخی

کو اُن کے چہرے سے پہچانتے ہوں گے وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ اور اعراف والے جنتیوں سے پکار کر کہیں گے سلام علیکم اور اعراف والے ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے لیکن طمع رکھتے ہونگے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور جب پھر جاتی ہیں ان کی نظریں دوزخیوں کی طرف تو کہتے ہیں اے ہمارے رب مت کر ہم کو قوم ظالموں کے ساتھ اعراف کا ہونا اور اعراف پر آدمیوں کا ہونا تو بالاتفاق ہے اور قرآن سے ثابت ہے لیکن اعراف پر کون لوگ ہوں گے اس پر اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں شہدا یا مومنین کاملین یا ملائکہ آدمیوں کی صورت میں اعراف پر ہوں گے اور فضل و کرامت کے سبب دوزخ و بہشت کے ثواب و عذاب کی سیر دیکھیں گے اور اپنے مکانات جنت میں دیکھ کر خوش ہوں گے اور بطور سیر کے اعراف پر بیٹھے ہوں گے اکثر علماء کہتے ہیں کہ اہل اعراف[۱] وہ لوگ ہوں گے کہ جن کی بدی اور نیکی برابر ہوگی نہ دوزخ کے مستحق ہوں گے اور نہ جنت کے لیکن جنت کی طمع رکھتے ہوں گے آخر اللہ کے فضل سے جنت میں جاویں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ حکم ہوگا اہل اعراف کو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اب تم پر کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ غم ہے بعض کہتے ہیں اہل اعراف وہ موحد ہیں کہ جن کے پاس شریعت نہ پہنچی تھی یا کفار کی اولاد صغار ہے پس یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انجام کار جنت میں داخل ہو جاویں گے اور صحیح قول اکثر کا یہی ہے کیونکہ جنت کی طمع رکھنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا اور آخر ان کے لئے یہ حکم ہونا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ جیسا کہ ان آیات سے مستفاد ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ اہل اعراف اپنے اختیار اور خوشی سے وہاں نہ ہوں گے بلکہ مجبوراً وہاں رہتے ہوں گے اور جنت میں جانے سے روکے گئے ہوں گے پس شہدا یا کامل مومنین یا ملائکہ نہیں ہو سکتے اسکی تائید کرتی ہے وہ حدیث کہ جس کو جلال الدین سیوطیؒ نے بدور السافرہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] اعراف عرف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بلند جگہ اسی لئے عرف الفرس و عرف الدیک ان کی چوٹی کو کہتے ہیں جمہور کے نزدیک یہ ایک بلند حجاب ہے عالم قدس و عالم ظلمات میں وہاں مساوی الاعمال لوگ یا ملائکہ گواہ یا ابرار لوگ ہوں گے حسن بصری و زجاج اعراف بمعنی معرفت کہتے ہیں ای علی معرفۃ اہل الجنۃ والنار یعرفون کل واحد بسیماھم ۱۲ از تفسیر حقانی

فرمایا ہے اعراف ایک دیوار ہے دوزخ اور بہشت کے درمیان اور اہل اعراف گناہوں کے سبب وہاں محبوس ہوں گے حکم آلہی سے دیوار پر چڑھ کر جنت والے لوگوں کو سفید اور روشن منھ دیکھ کر پہچان لیں گے اور دوزخیوں کو بسبب ان کی سیاہ روئی کے معلوم کر لیں گے پس اہل جنت کو دیکھ کر جنت میں جانے کی طمع کریں گے اور دوزخیوں کو دیکھ کر ان کے حال سے پناہ مانگیں گے آخر اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے فضل سے جنت میں داخل کرے گا اور فتوحات مکیہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ اہل اعراف مساوی العمل والمیزان ہوں گے کسی جانب کو ترجیح نہ ہوگی پس وہ اعراف میں رہیں گے آخر اُن کو سجدہ کرنے کا حکم ہوگا پھر یہ نیکی زیادہ ہو جائیگی اور اُس کے سبب سے جنت میں جاویں گے لیکن سب اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ آخر اعراف والے جنت میں جاویں گے جیسا کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ نہیں کہ اہل اعراف وہاں ہمیشہ رہیں تاکہ جنت اور دوزخ میں ایک واسطہ قرار دیا جاوے اور تیسرا مقام علاوہ دوزخ و جنت کے ہمیشہ کو ثابت کیا جاوے جیسا کہ اہل ہوا کہتے ہیں۔

فصل ۱۳۔ دوزخ کے بیان میں

بدوں کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ جہنم میں طرح طرح کے عذاب دیکھیں گے۔ جہنم میں کفار اور بعض مسلمان گنہگار داخل ہوں گے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا، لیکن مومنین بقدر گناہ وہاں عذاب پاکر یا حضرتؐ کی شفاعت سے وہاں سے نجات پاویں گے اور آخر جنت میں آوینگے کفار ہمیشہ وہاں رہیں گے چنانچہ اس کا ذکر آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ جہنم کی سختیاں اور عذابات قرآن و احادیث میں تفصیل سے بہت جا مذکور ہیں لیکن کچھ مختصراً بیان کرتا ہوں تاکہ کتاب خالی نہ جاوے قال تعالیٰ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَا اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ط اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے اُن کو جہنم کا عذاب ہے اور کیا بُری جگہ ہے جہنم جب ڈالے جاویں گے جہنم میں تو جہنم کا شور سنیں گے اور جوش مارتی ہوگی جہنم قریب ہے پھٹ پڑے غصے کے مارے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ تحقیق زقوم کا درخت گناہگاروں کا کھانا ہے پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا۔ پیٹ میں گرم پانی کی مانند جوش ماریگا دوزخی کے واسطے حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو اور گھسیٹ کر بیچا بیچ دوزخ

میں لے جاؤ پھر اُس پر گرم پانی کا عذاب ڈالو ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک قطرہ زقوم کا دنیا میں آپڑے تو اہل دنیا کی زندگی اُس سے فاسد ہو جاوے وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَى وُجُوهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ اور دیکھے گا تو اس روز گناہ گاروں کو جکڑے ہوئے زنجیروں میں کپڑے ان کے گندک کے ہوں گے اور ڈھانک لیگی ان کے موہنوں کو آگ تاکہ بدلہ دیوے اللہ ہر شخص کو اس کے عمل کا اللہ جلد لینے والا ہے حساب جہنمی ستر گز کی زنجیروں میں جکڑے ہوں گے احادیث میں آیا ہے کہ جہنمی کی زنجیر کی گرمی سے پہاڑ موم کی طرح پگھل جاوے اگر پہاڑ پر رکھی جاوے اور رال کے لباس پہنا کر آگ میں ڈالے جاویں گے جس سے اور زیادہ آگ بھڑکتی ہے منہ تک آگ میں ڈوب جائیں گے مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ط وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ اور آگے اُس کے دوزخ ہے اور پلایا جاوے گا ایسا پانی کہ وہ پیپ ہو گی ایک ایک گھونٹ پیویگا اس کو لیکن گلے سے نہ اُتار سکے گا اور آوے گی اُس کو ہر جگہ موت لیکن نہ مرے گا وہ اور آگے اس کے ہو گا عذاب سخت ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ کا اگر ایک ڈول بھر کہ دنیا میں ڈال دیویں تو تمام دنیا کے لوگ اس کی بدبو سے سڑ جاویں پس ایسی سخت چیز اُن کو پلائی جاویگی اور ان عذابوں سے موت کا سا دکھ ہو گا لیکن موت نہ آویگی کہ مر کر چھوٹ جاویں وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ اور تحقیق ان سب کفار کے رہنے کی جائے کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے جہنم ہے کہ اس کے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کے لئے آدمیوں میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے دوزخ کے سات طبقے یہ ہیں۔ لظی[۱] حطمہ[۲] سعیر[۳] سقر[۴] جحیم[۵] ہاویہ[۶] جہنم[۷] پس ان ساتوں طبقوں میں کم زیادہ عذاب ہے ہر قوم موافق گناہ کے ان میں جدا جدا داخل کی جاوے گی بخاری اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ ادنیٰ دوزخ کا عذاب یہ ہو گا کہ آگ کی نعلین دوزخی کو پہنائی جائیں گی اُن سے اُس کا دماغ ہانڈی کی طرح اُبلے گا پس وہ جانے گا کہ سب سے زیادہ مجھ کو عذاب ہے حالانکہ سب سے کم اس کو عذاب ہو گا الغرض دوزخیوں کے لئے وہاں طرح طرح کے عذاب ہوں گے آگ کے مکان آگ کا فرش زقوم کھانے کو پیپ پینے کو

گندک کے کپڑے پہننے کو کہ جس کے سبب سے اور زیادہ آگ لگے گی اگر جل کر ایک چمڑی دُور ہو جاوے گی تو اُسی وقت دوسری جلد تیار ہو جاوے گی اور گلے میں ایسے گرم طوق و زنجیر ہوں گے کہ جن کی گرمی سے پہاڑ موم ہو جاوے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ گرم ہے یہ بات ظاہر ہے کس لئے کہ پھونس کی آگ کوئلے کی آگ سے کم تیز ہوتی ہے پس دوزخی موت مانگیں گے تو موت نہ آوے گی وَنَادَوْا یَا مَالِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ قَالَ اِنَّکُمْ مَّاکِثُوْنَ پکاریں گے دوزخی دوزخ کے داروغہ کو اے مالک (اس کا نام ہے) تیرا رب ہم کو موت دیوے مالک کہے گا تم ہمیشہ یہاں رہو گے موت سے تم کو نجات نہیں اور جہنمی اللہ سے دعا کریں گے کہ ہم کو اب دوبارہ دنیا میں بھیج اب کبھی نافرمانی نہ کریں گے اللہ فرماوے گا یہ ہرگز نہ ہو گا مکاشفات یوحنا کے ۱۸ باب میں دجال اور شیطان اور اس کے متبعین مشرکوں کا جہنم میں داخل ہونا مذکور ہے اور دوزخ کو آگ کی جھیل سے جو گندک سے روشن ہو تعبیر کیا ہے اور اسی کتاب کے ۲۱ باب میں یوں ہے آیت ۸ - اور نہ ڈرنے والوں اور بے ایمانوں اور نفرتیوں اور خونیوں اور حرام کاروں اور جادوگروں اور بُت پرستوں اور سارے جھوٹوں کا حصہ اسی جھیل میں ہو گا جو آگ اور گندک سے جلتی ہے) باب ۲۰ آیت ۱۰ اور شیطان جس نے انہیں فریب دیا تھا آگ اور گندک جھیل میں ڈالا گیا جہاں وہ درندہ جانور اور جھوٹا نبی ہے (یعنی دجال) اور وہ رات دن ابد الآباد عذاب میں رہیں گے) اور تورات میں دوزخ کے سات طبقوں کا ذکر آیا ہے الٰہی توفیق عمل صالح کی دے اور عذابِ آخرت سے پناہ میں رکھ - (کفار کو بھی وہاں سے نجات نہ ہو گی) کیونکہ بہت جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خَالِدِیْنَ فِیْهَا اور کہیں اَبَدًا ذکر فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ وہاں رہیں گے اور کہیں لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فرمایا ہے کہ کبھی اُن کو اللہ نہ بخشے گا اور کہیں یوں فرماتا ہے کہ وہ جہنم میں رہیں گے یہاں تک کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ نکل جاوے علیٰ ہذا القیاس ہمیشہ رہنے کے لئے کثرت سے وعید وارد ہوئے ہیں اور احادیث میں بھی اس کی بہت جگہ تصریح ہے جیسا کہ پہلے گزرا اور تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے - اور عقل بھی تسلیم - کرتی ہے کیوں کہ

لہ اگرچہ پہلے یہ بیان آچکا ہے لیکن تصریح کے لئے مکرر ہوا ۱۲ سلہ شیخ محی الدین عربی نے البتہ اپنے اجتہاد سے ثابت کیا ہے کہ انتہا کو کفار بھی بخشے جاویں گے مگر یہ قول اُن کا نصوص قرآنی و احادیث صحیحہ و اجماع امت کے مقابلے میں قابل تاویل ہے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ۱۲ منہ

کفر[1] اور شرک نہایت سخت جرم ہے اس کے مقابلہ میں سزا بھی نہایت سخت ہونی چاہیئے سو وہ ہمیشہ جہنم ہے رَبَّنَا اَدْخِلْنَا الْفِرْدَوْسَ وَاَجِرْنَا مِنَ النَّارِ

فصل ۱۴ جنت کے بیان میں

مومنوں کو جنت ملے گی وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور طرح طرح کے عیش و آرام دیکھیں گے بعد حساب کے اچھے لوگوں کے لئے جنت میں رہنے کا حکم ہوگا وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے کما قال تعالیٰ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں زینت کرتی ہوئی یُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَّفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ یعنی پھریں گے اُس کے آس پاس خادم رکابیاں سونے کی اور آبخورے لئے جنت میں ہے وہ چیز کہ جسکو دل چاہیگا اور آنکھیں لذت پاوینگی وَاَنْتُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے ان کے لئے جنت الفردوس ٹھیرنے کی جائے ہوگی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ چاہیں گے وہاں سے جگہ بدلنا غرض او ربہت سی جائے قرآن اور احادیث میں ہمیشہ رہنے کا ذکر آیا ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص ایک بار جنت میں جائے گا پھر وہاں سے نہ نکالا جاویگا سو وہاں اہل جنت ابد الآباد رہیں گے اور جنت کے عیش و آرام اور نعمتوں کا قرآن احادیث میں بہت جائے ذکر ہے اور خوب تفصیل ہے لیکن کچھ مختصر یہاں بھی لکھتا ہوں تاکہ کتاب خالی نہ رہ جائے قال تعالیٰ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ اور جو شخص اپنے رب سے ڈرے گا اس کے لئے دو جنت ہوں گی ذَوَاتَا اَفْنَانٍ اور وہ دونوں بہشت شاخوں والی ہیں فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ اور اُن دونوں بہشتوں میں ہر میوہ کی دو قسم ہیں مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ جنتی تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ایسے بچھونوں پر کہ استر ان کا تافتہ ہوگا اور میوے دونوں بہشتوں کے جھکے ہوئے ہوں گے فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ان دونوں بہشتوں میں حوریں نیچی نگاہ والیاں ہوں گی کہ اُن سے پہلے کبھی اُن کو نہ کسی آدمی نے چھوا ہے نہ جن نے كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ گویا کہ وہ حوریں یاقوت اور مونگا ہیں یعنی ایسی صاف اور خوب صورت ہیں رنگ

---

[1] اور یہ بھی ہے کہ کفر و شرک روحانی مرض تھا جو اس کافر و مشرک کے لئے گویا ابد الآباد تک جیتا کبھی جدا ہونیوالا نہ تھا اس لئے اس کی سزا بھی ویسی ہی ابدی ہادی ۱۲ منہ

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ اور ان دو جنتوں کے سوائے دو اور جنت ہیں مُدْهَآمَّتٰنِ وہ نہایت سبز ہوں
فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ اور ان دونوں بہشتوں میں دو چشمے ہوں گے ابلتے ہوئے فِیْهِمَا
فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ اُن دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ
ان میں اچھی عورتیں خوبصورت ہیں لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ کہ نہ ہاتھ لگایا
ہے اُن عورتوں کو اُن سے پہلے کسی آدمی نے نہ جن نے مُتَّكِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ
حِسَانٍ تکیہ لگائے ہوئے سبز اور عمدہ قالینوں پر عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ
سونے کے تاروں سے بنے ہوئے پلنگوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ وَ
فَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ہمیشہ لڑکے رہنے والے آبخورے اور آفتابے
اور پیالے صاف شراب کے کہ نہ اُس سے اُن کو سرور ہوگا نہ اس سے بہکیں گے اور جس قسم کے
میوے کہ وہ پسند کریں گے اور جس پرند کا گوشت کہ وہ چاہیں گے اُن کے پاس لئے پھریں گے وَحُوْرٌ
عِیْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ اور واسطے ان کے عورتیں ہیں گوری بڑی آنکھوں والیاں
جیساکہ موتی سیپ میں چھپا ہوا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ یہ بدلا ہے اُن کے عمل کا لَا یَسْمَعُوْنَ
فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا نہ سننے میں آوے گی وہاں بیہودہ اور گناہ کی
بات مگر آپس میں سلام سلام کہنا یعنی جنت میں ایک دوسرے کو سلام کرے گا فقط یہ تو سننے
میں آوے گا باقی گالی گلوچ رنج فحش کی بات وہاں سننے میں نہ آوے گی صحیحین میں ابوہریرہ
سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں
کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ اُن کو نہ کسی نے دیکھا نہ سُنا ہے اور نہ کسی کے
خیال میں گزری ہیں اور چاہو تو اس آیت کو پڑھو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ
اَعْیُنٍ نہیں خبر کسی کو اُس چیز کی کہ جو مومنین کے لئے چھپا رکھی ہے کہ جس سے اُن کی آنکھیں
ٹھنڈی ہو جاویں گی صحیحین میں ہے کہ جنت میں سوار کے کوڑا ڈالنے کی جگہ بھی دنیا و مافیہا
سے اچھی ہے یعنی سوار جب گھوڑے سے اترتا ہے تو عام جگہ کوڑا ڈال دیتا ہے تو جنت
کی وہ جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اگر

جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت زمین کی طرف جھانکے تو جنت سے زمین تک سب روشن ہو جاوے اور خوشبو سے بھر جائے اور حور کے سر کی اوڑھنی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہی کہ اگر سو برس تک سوار اس کے سایہ میں چلے تو بھی انتہا نہ ہو صحیحین میں ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنت میں مومن کے لئے ایک موتی کا ایک خیمہ اتنا بڑا ہوگا کہ اس کا عرض ساٹھ میل کے برابر ہوگا اور ایک روایت میں یہ درازی طول کی آئی ہے اور اس کے ہر ایک گوشہ میں مومن کی بیویاں ہوں گی کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے گی مومن سب کے پاس جاوے گا اور دو جنت چاندی کی ہیں کہ اُن کے برتن اور کل سامان چاندی کا ہے اور دو جنت اور ان کا کل سامان سونے کا ہے ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں اور ہر ایک درجہ میں آسمان وزمین کے فاصلہ کے برابر فاصلہ ہے اور فردوس سب کے اوپر ہے اس میں سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں اور اُس کے اوپر عرش ہے پس تم جب مانگو تو اللہ سے فردوس مانگو صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو جنت میں جاوے گا بڑی نعمتیں پاویگا۔ فقر وفاقہ نہ اٹھادیگا نہ کبھی اُس کے کپڑے میلے ہوں گے نہ جوانی جاوے گی، ترمذی نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہی کہ بہشتی لوگ بے ریش ہوں گے سب کی آنکھوں میں قدرتی سرمہ لگا ہوگا بتیس[۳۲] یا تینتیس[۳۳] برس کی عمر ہوگی۔

فائدہ پہلے زمانہ میں بتیس[۳۲] تینتیس[۳۳] برس کی عمر میں ابتدا رشباب ہوتا تھا سو حضرت کی یہ مراد ہے کہ جنت کے لوگوں کی عمر ابتدا رشباب معلوم ہو گی مسلم نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنت میں ایک بازار ہے ہر جمعہ کو وہاں جنتی لوگ جایا کریں گے شمالی ہوا چل کر اُن کے منھ اور کپڑوں پر مشک اڑا کر ڈالدیگی اُس سے اُن کا حسن وجمال اور زیادہ ہو جاویگا پھر جب لوٹ کر اپنے گھر آیا کریں گے تو ان کے گھر والے کہا کریں گے کہ واللہ تمہارا آج حسن وجمال زیادہ ہو گیا ہے وہ کہیں گے بخدا ہمارے بعد تمہارا بھی حسن وجمال بہت بڑھ گیا ہے۔ جنت کے عیش وآرام کا احادیث وقرآن میں بہت

ف جنت دو قسم کی ہوگی ایک جسمانی دوسری روحانی وہاں کی جس قدر چیزیں ہیں اس عالم کی چیزوں سے غیر ہیں۔ صرف سمجھانے کے لئے اُن کے مناسب ومشابہ اشیاء کے ناموں سے تعبیر کیا ہے ۱۲ منہ

ذکر ہے جسے تفصیل مطلوب ہو وہاں دیکھ لے یا اللہ جس کے نصیب کریگا وہ وہاں خود جاکر دیکھے گا۔

انجیل سے جنت کا بیان | مکاشفات یوحنا کے باب ۲۱ اور ۲۲ میں بھی جنت کا بیان ہے کہ جس کو شہر مقدس کے ساتھ تعبیر کیا ہے چنانچہ باب ۲۱ کی آیت ۱ میں یوں ہے (پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تھی) آیت ۲ (اور مجھ یوحنا نے شہر مقدس نئی یروشلیم کو آسمان سے دلہن کی مانند سنگار کر کے خدا کے پاس سے اترتے دیکھا) آیت ۴ (اور خدا اُن کی آنکھوں سے ہر ایک آنسو پونچھیگا اور پھر موت نہ ہوگی اور نہ غم اور نہ نالہ اور نہ پھر دکھ ہوگا کیونکہ اگلی چیزیں گزر گئیں) اور یہ بیان موافق ہے آیات قرآنیہ کے جن کا ذکر ابھی گزرا۔ آیت ۱۸ (اور اس کی دیوار ریشم کی بنی تھی اور وہ شہر خالص سونے کا شفاف شیشے کی مانند تھا) آیت ۱۹۔ (اور اُس شہر کی دیوار کی نیویں ہر طرح کے جواہر سے آراستہ تھیں۔ پہلی یشب دوسری نیلم تیسری شب چراغ کی چوتھی زمرد کی پانچویں عقیق کی چھٹی لعل کی ساتویں سنہری پتھر کی آٹھویں فیروزے کی الخ) آیت ۲۱۔ مختصراً (ہر ایک دروازہ ایک ایک موتی کا اور سڑک خالص سونے کی شفاف شیشے کی مانند) آیت ۲۳۔ مختصراً (اور وہ شہر سورج کا محتاج نہیں اور نہ چاند کا کہ وہ اسکو روشن کریں کیونکہ خدا کے جلال نے اُسے روشن کر رکھا ہے) یہ مطابق ہے قرآن وحدیث کے کما قال لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا اور احادیث میں آیا ہے کہ جنت میں عرش کی روشنی ہوگی آیت ۲۷۔ (اور کوئی چیز ناپاک یا نفرت انگیز یا جھوٹ اُس میں کسی طرح نہ آویگی) قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا کہ وہاں بے ہودہ اور گناہ کی بات سننے میں نہ آوے گی۔ باب ۲۲۔ آیت ۱ (پھر اس نے آب حیات کی ایک صاف ندی مجھے دکھائی جو بلور کی طرح شفاف اور خدا اور برہ کے تخت سے نکلتی تھی) شاید یہ نہر تسنیم کا بیان ہے جو عرش سے نکلتی ہے۔ آیت ۴۔ (اور وہ اُس کا منہ دیکھیں گے) یعنی وہاں دیدار الٰہی ہوگا جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ آیت ۵ (اور وہاں رات نہ ہوگی اور چراغ اور سورج کی روشنی کے محتاج نہ ہوں گے اور وہ ابد الآباد بادشاہت کریں گے) قرآن میں بھی خلود اور خالدین فیہا آیا ہے کہ وہاں اہل جنت ہمیشہ رہیں گے۔ پس یہ تفصیل مکاشفات یوحنا شاگرد عیسیٰ علیہ السلام سے ثابت ہے اور کتاب مکاشفات عیسائیوں کے نزدیک

مجموعہ اناجیل میں داخل ہے عیسائیوں کا کوچہ و بازار میں کھڑے ہوکر یہ طعن کرنا کہ آنحضرت نے یوں ہی خالی جنت و دوزخ لوگوں کے لالچ اور ڈرانے کو بیان کر دی ورنہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں بالکل بیجا اور خلافِ نقل اور عقل ہے فائدہ دوزخ اور جنت کی حقیقت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں روحانی بعض کہتے ہیں جسمانی مگر یہ نزاع لفظی ہے کیونکہ جو جسمانی ہونے کے قائل ہیں وہ ایسا جسم نہیں کہتے کہ جو قابل فنا و تغیر ہو بلکہ جسم لطیف کہ جس کو روح سے تعبیر کرتے ہیں اور جنت و دوزخ میں ثواب و عقاب کے لئے انسان کے اعمال مناسب صورت میں ظہور کرتے ہیں اچھے اعمال حور و قصور بن جاتے ہیں بُرے سانپ بچھو کی صورت میں آگے آتے ہیں کیا خوب فرمایا ہے کسی نے ؎ ہفت دوزخ چیست اعمال بدت ❊ ہشت جنت چیست اعمال خشت ❊ اَللّٰھُمَّ ھَبْ لَنَا جَنَّتَ الْفِرْدَوْسِ۔

دوزخ اور جنت اب بھی موجود ہیں اس لئے کہ حوا اور آدم علیہ السلام کا قصہ کہ وہ جنت میں رہتے تھے پھر وہاں سے نکالے گئے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے اس پر صاف دلالت کرتا ہے، دوسرے قرآن کی بہت سی آیات اس مطلب کو ثابت کرتی ہیں کما قال تعالیٰ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ کہ جنت پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور دوزخ کی نسبت فرماتا ہے۔ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ کہ دوزخ کافروں کے لئے تیار ہو چکی ہے تیسرے بہت سی احادیث صحاح اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرتؐ نے شبِ معراج میں جنت اور دوزخ کو دیکھا اور ایک حدیث خسوف الشمس میں ہے حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میں دوزخ کی لپٹ سے نماز میں پیچھے ہٹا تھا اور خوشہ جنت کے لینے کے قصد سے بڑھا تھا اور اگر وہاں کا ایک خوشہ لے لیتا تو تم اس کو ابدالاباد تک کھاتے پھر بھی وہ کم نہ ہوتا چنانچہ صحاح میں یہ حدیث موجود ہے اور شہداء بدر اور اُحد کے لئے آپ نے فرمایا تھا کہ جنت میں ہیں الغرض اسی قسم کی احادیث سب مل کر حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں چوتھے جن آیات سے کہ ہم نے عالم برزخ کا اثبات لکھا تھا وہ جنت اور دوزخ کے موجود ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اسی لئے تمام صحابہ اور تابعین اس پر متفق تھے کہ جنت اور دوزخ اب بالفعل موجود ہیں۔

معتزلہ کہتے ہیں اب موجود نہیں بلکہ قیامت کو موجود ہوں گی اس لئے اللہ تعالیٰ جنت کی نسبت یوں فرماتا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا۔ اس آخرت کے

گھر کو بنائیں گے ہم اُن لوگوں کے واسطے کہ جو دنیا میں نہ اپنا علو چاہتے ہیں نہ فساد دوئم جنت
اگر بالفعل موجود ہو تو اللہ کے اس قول کے موافق کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کہ سوائے ذات
باری کے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے جنت کا ہلاک ہونا لازم آوے حالانکہ بالاتفاق جنت کی کوئی چیز
فنا نہیں ہوگی کما قال تعالیٰ اُکُلُهَا دَائِمٌ جنت کے کھانے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔
جواب نَجْعَلُ حال اور استقبال دونوں معنی میں مستعمل ہے پس ہم نہیں تسلیم کرتے ہیں کہ وہ استقبال کے
لئے آیا ہے کہ جس سے تم اپنا مدعا ثابت کرتے ہو دوسرے اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے تو نجعل کے معنی نملک کے ہیں
نہ نخلق کے پس اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس دار آخرت کا مالک ان لوگوں کو کروں گا کہ جو دنیا
میں فساد اور علو نہیں چاہتے تیسرے اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ جعل خلق کے معنی میں ہے تو یہ
آیت اس آیت کے کہ جس میں اُعِدَّت کا لفظ مذکور ہے معارض ہوگی اور آدم کا قصہ اور عالم
برزخ کی آیات اور جمیع احادیث بلا معارضہ باقی رہیں گے پس ہم اُن سے استدلال کریں گے
دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ جنت کے کھانوں کے دوام سے مراد یہ ہے کہ ان کی
نوع قطع نہ ہوگی جب ایک پھل کھا چکے جھٹ دوسرا موجود ہو جاوے گا سو یہ اس کی منافی
نہیں کہ ایک لحظہ بھر اس قول کے صادق آنے کے لئے ہلاک ہو جاویں علاوہ اس کے ہلاک
اُس کو نہیں چاہتا کہ وہ شئے فنا ہو جاوے بلکہ قابل نفع نہ رہے اور اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے تو
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ کے یہ معنی ہیں کہ ہر شئے ممکن ہے اپنی ذات کے لحاظ سے اس کے لئے وجود
ضروری نہیں اگر موجود ہے تو اللہ کے وجود سے ہے اور جو امکانی وجود واجبی کے مقابلہ میں بمنزلہ عدم کے ہے۔

اہل جنت کو فنا نہیں | اُن کے رہنے والوں کو اور اُن کی چیزوں کو کبھی فنا نہیں۔
کبھی جنت اور اہل جنت کو فنا نہیں کیونکہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا فرمایا ہے
شبہ قرآن میں بھی احادیث میں بھی آیا ہے کہ جنت میں چاندی سونے کے اسباب یا مکانات یا موتی کا خیمہ
ہوگا اگر یہ عقل کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ ساٹھ میل کا ایک موتی کا خیمہ پیدا کر دے یا اور نعمتیں کہ
جس کا اہل اسلام ذکر کرتے ہیں وہاں پیدا کر دے کیونکہ اُس کی قدرت سے یہ باہر نہیں ہے لیکن یہ تو عقل کے
نزدیک ہرگز مسلم نہیں کہ سونا چاندی وغیرہ معدنیات یا عناصر کی چیزیں ہمیشہ ہیں اور ابد تک قیام پذیر ہو رہیں۔
جواب ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ دنیا بالکل معدوم ہو جاوے گی اور یہ زمین کسی اور زمین

سے بدلی جاویگی سونا وغیرہ معدنیات بھی نہ رہیں گے پس جہاں شارع نے سونا چاندی اور موتی وغیرہ چیزیں جنت کے بیان میں فرمائی ہیں وہ ان معدنیات کی قسم نہیں ہیں پس جنت میں جو چیزیں کہ یہاں کی سونے اور چاندی یا موتی کے مشابہ کسی وصف میں تھیں سمجھانے کے واسطے ان کو سونے یا چاندی یا موتی سے تعبیر کیا ہے ورنہ وہاں کے موتیوں کے آگے یہاں کے موتیوں کی کیا حقیقت اور وہاں کے سونے اور چاندی کے آگے اس سونے چاندی کی کیا قدر؟ اور اسی امر مخفی کے لئے شارع نے فرما دیا کہ جس کو نہ کسی کی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ اس کا کسی کے دل میں خیال آیا ہے وہ چیز اللہ تعالیٰ نے تیار کی ہے پس یہاں کی چیزوں اور وہاں کی چیزوں میں فقط نام میں شرکت ہے ورنہ ان کی حقیقت اور ان کی ماہیت جدا گانہ ہے اور اگر شارع وہاں کی چیزوں کو اور نام سے تعبیر کرتا تو کوئی نہ سمجھتا۔

جنت میں دیدار الٰہی جنت میں موافق اعمال کے ہر شخص کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ کوئی ہر وقت مشاہدہ جمال کبریائی میں مستغرق رہے گا اور کوئی دن بھر کوئی ہفتہ کی مقدار میں کوئی مہینے کی مقدار میں کوئی تمام عمر میں ایک بار اللہ کو دیکھے گا اور صحیح یہی ہے کہ عورتوں کو بھی دیدار ہوگا اور دلیل اس کے لئے یہ ہے کہ یہ دیدار فی نفسہ ممکن ہے کوئی دلیل اس کی محال ہونے پر قائم نہیں ہوئی پس جن آیات و احادیث میں اس کی صراحت ہے ان کے ظاہری معنی لئے جاویں گے قال تعالیٰ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی بہت سے لوگ قیامت کو شاد و خرم ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا یعنی تم اپنے رب کو آنکھوں سے دیکھو گے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ہم حضرت کے پاس بیٹھے تھے اور اس روز چاند نکلا ہوا تھا آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم اپنے رب کو اس طرح صاف دیکھو گے کہ جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو الغرض یہ حدیث مشہور ہے اس کو اکابر صحابہ میں سے ایک صحابہ نے روایت کیا ہے اور تمام امت اس پر متفق ہے کہ قیامت میں دیدار الٰہی حق ہے اور ایسا میں جس قدر آیات ہیں سب کے معنی ظاہری مراد ہیں البتہ بعد میں معتزلہ سے دیدار الٰہی کا انکار ثابت ہوا اور ان آیات کی تاویلات کرنا انہیں نے شروع کیا اور ان کے سب شبہات عقلیہ میں سے بڑا قوی شبہ دیدار الٰہی کے نہ ہونے پر یہ ہے کہ آنکھ سے کسی چیز کو دیکھنے کیلئے چند شرطیں ہیں

معتزلہ کا شبہ اول اول یہ کہ جس کو دیکھے وہ کسی مکان میں ہووے دوم وہ کسی طرف میں ہو سوم دیکھنے والے کے سامنے ہو کیونکہ پیچھے ہوگی تو نظر نہ آویگی چہارم یہ کہ ان دونوں کے درمیان تو بہت مسافت

ہو کیونکہ دور کی چیز نظر نہیں آتی نہ نہایت قریب ہو کیونکہ جو چیز بالکل آنکھ کے پاس ہوتی ہے وہ بھی
نہیں دکھائی دیتی پنجم یہ ہے کہ وہاں تک شعاع بصر بھی پہنچے اور یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی نسبت محال ہیں
کس لئے کہ ان چیزوں سے جسمیت ثابت ہوتی ہے۔

جواب یہ سب شرطیں جسمانیات کے دیکھنے کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسمانیات سے جدا ہے پس اس کے لئے
یہ شرطیں ثابت کرنا قیاس مع الفارق ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جنت میں مؤمنین کو ایسی آنکھیں عطا فرمادیگا کہ جس سے
وہ اس کو بدون ان شروط کے دیکھیں گے اور نقلی شبہ معتزلہ کا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے
لَاتُدْرِکُہُ الاَبْصَارُ کہ اس کو آنکھیں دریافت نہیں کرسکتیں اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو
الف لام استغراق کے لئے نہیں پس یہ معنی نہیں ہوئے کہ کل ابصار اس کو نہیں دریافت کرسکتیں بلکہ
بعض دریافت کرسکتی ہیں دوسرے ادراک سے کہ جس کی نفی کی ہے کامل مراد ہے کہ بالکل احاطہ کرلیوے پس
یہ نہ ثابت ہوا کہ کسی وجہ پر اُس کو بصر دریافت نہیں کرتی تیسرے اس آیت سے مراد یہ ہو کہ ہر وقت اور ہر جگہ بصر
اُس کو دریافت نہیں کرتی جس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی وقت ابصار سے معلوم ہو سکتا ہی بلکہ اسی آیت سے اللہ کا
دیکھنا ممکن معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں ہے اور مدح یہ ہے کہ دیکھنا اس کا ممکن
ہو لیکن وہ بسبب حجاب کبریائی اور جلال کے نظر نہ آوے اسی لئے لَنْ تَرَانِی فرمایا اور لَنْ اُرٰی نہیں
ذکر کیا کہ تو اے موسیٰ مجھے دیکھ نہیں سکتا نہ یہ کہ میں دکھائی نہیں دیسکتا۔

دوسرا شبہ | اور دوسرا نقلی شبہ یہ ہے کہ جہاں کسی نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طلب کی ہے تو اس کے جواب میں
اللہ نے استعظام واستکبار ظاہر فرمایا ہے چنانچہ موسیٰ کی قوم نے کہا تھا کہ جب تک خدا کو نہ دیکھ لیں گے تب
تک ہم ایمان نہ لائیں گے تو ان کو بجلی نے ہلاک کیا یا موسیٰ نے کہا تھا رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کہ اے اللہ تو
مجھ کو دیدار دکھلا تو جواب میں فرمایا لَنْ تَرَانِی کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکیگا اس کا۔

جواب یہ ہو کہ موسیٰ کی قوم عناد اور سرکشی کے طور پر اللہ کا دیدار چاہتی تھی اس لئے ان کو نہ ہوا اور اگر ناممکن
ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام ہی خود ان کو منع کردیتے جس طرح کہ بت کو خدا بنانے سے منع کردیا تھا۔
اور موسیٰ علیہ السلام کا دیدار کا سوال کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ دیدار الٰہی ممکن ہے کیونکہ اگر محال
ہوتا تو پھر موسیٰ کا طلب کرنا موسیٰ کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو اس قدر بھی معلوم نہ تھا کہ اللہ
کا دیکھنا محال ہے اور اس کی نسبت موجب عیب ہے یا ایسے امور محال کا سوال انبیاء علیہم السلام

کی شان سے بعید ہے دوسرے اللہ نے جواب میں موسیٰ کو فرما دیا کہ اگر پہاڑ تھم رہا تو تو بھی
مجھے دیکھ لے گا پہاڑ کے قیام پر رویت کو معلق کیا حالانکہ پہاڑ کا قیام محال نہیں تو رویت
الٰہی بھی محال نہیں لیکن دنیا میں بشر کو اس کے دیکھنے کی طاقت نہیں اس لئے موسیٰ کو
منع کر دیا اور یوں فرمایا کہ تو مجھے دیکھ نہیں سکتا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ خدا کسی کو نظر
نہیں آسکتا کیونکہ ممکن تھا کہ اس وقت موسیٰ کو دیدار کی طاقت نہ ہو اور صحابہؓ کا شب معراج
میں وقوع دیدار الٰہی میں اختلاف کرنا ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے **فائدہ** خواب میں اللہ تعالیٰ
کو دیکھنا جیسا اکثر سلف سے منقول ہے ممکن ہے چنانچہ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد حنبلؒ سے منقول ہے کہ
انہوں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا لیکن معتزلہ بھی اس کا انکار نہیں کرتے کیونکہ خواب میں دیکھنا مشاہدۂ
باطنی ہے نہ رویت بصری اور اسی جائے سے علماء متفق ہیں بجز انبیاء علیہم السلام کے کہ جو شخص دنیا
میں اللہ کو آنکھ سے دیکھنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے یہ بحث علم کلام کے مطولات میں بڑی
تفصیل سے مندرج ہے جس کو زیادہ تحقیق منظور ہو وہاں دیکھ لے۔

خاتمۃ الکتاب

فصل اوّل | مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک شخص کو امام[1] بنائیں مسلمؒ نے ابن عمرؓ
سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے امام زمانہ نہ پایا تو اس نے جاہلیت
کی موت پائی یعنی جس زمانہ میں امام موجود نہ ہو تو اس زمانہ کے مسلمانوں کی جاہلیت کے زمانہ کی طرح موت
خراب[2] ہے اس سے امام بنانے کی بہت تاکید ثابت ہوئی۔ دوم بہت سے دین کے واجبات

---

[1] اصطلاح میں امام مسلمانوں کے حاکم کو کہتے ہیں کہ جس میں سب شرطیں پائی جاویں اور مجتہدین اور بڑے علماء اور سادات
عظام کو امام اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ لغت میں امام پیشوا کو کہتے ہیں سو یہ لوگ دین کے پیشوا ہوتے ہیں اور نماز کے مقتدا کو
بھی اسی وجہ سے امام کہتے ہیں اور نماز کی امامت کو امامت صغریٰ کہتے ہیں اور اصل میں یہ بھی حاکم کا کام ہے ۱۲ منہ

[2] کس لئے کہ جب شرعی اور باقاعدہ سردار نہ ہوگا تو تنفیذ احکام و انتظام ملت و اقامت حدود و قصاص و رفع شر اعداء
دین و رفع فساد مفسدین جو دین اور دنیاوی معاملات میں خلل اندازی کرتے ہیں کچھ نہ ہوگا سب دینی برکات کا سلسلہ
درہم برہم ہو جائے گا وہی جاہلیت کی تاریکی گھیر لے گی عبادت و خیرات کے بھی دروازے بند ہو جاویں گے محبت
اخوت، ہمدردی میں فرق آجائے گا کوئی قوم کا کام نہ کر سکیگا اس تاریکی کے زمانہ سے کونسا بدتر زمانہ ہوگا پھر یہی جاہلیت کی موت ہے ۱۲ منہ

امام پر موقوف ہیں اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو تو یہ چیز بھی بضرورت واجب ہو جاتی ہے
اور وہ واجبات یہ ہیں مسلمانوں کے منازعات کا فیصلہ کرنا۔ عیدین اور جمعہ کا قائم کرنا۔ حدود شرعی
جاری کرنا۔ لشکر اسلام کی تیاری کرنا۔ غنائم کا تقسیم کرنا صغار اور ضعفاء مسلمین کی پرورش کرنا۔
علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے امور ہیں کہ بدون حاکم کے ان کا عمل میں لانا ممکن نہیں اور اسی سبب سے
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کو اپنا حاکم بنالیا۔ تب حضرت کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جائے سے اسلام کے تمام فرقوں کا اس
بات پر اتفاق ہے ہاں معتزلہ اللہ پر واجب کہتے ہیں کہ اس کو ضرور ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی کو
حاکم کرے تاکہ اسلام کے جمیع امور بخوبی ادا ہوتے رہیں اور مسلمان لوگ خراب نہ ہو جائیں ورنہ امام
نہ ہونے کی صورت میں لوگ خودسر ہو جائیں گے۔ غیر لوگ ان کو اپنا محکوم بنا کر ہزارہا امور دینی
ان سے ترک کرادیں گے اور یہ بچارے ان کے ہاتھوں میں ذلیل ہو جائیں گے پس اسلام بھی
ذلیل ہو جاوے گا۔ حالانکہ اسلام کو سب دینوں سے غالب رکھنے کا وعدہ اس نے کرلیا ہے یا
یوں ہی ایک دوسرے پر جور و جفا کر کے ضعیف ہو جائیں گے اور صدہا طرح کی خرابیاں جو حاکم کے
نہ ہونے سے ہوتی ہیں پیش آدینگی لیکن اہل حق کے نزدیک اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ ہاں
مسلمانوں پر ضرور واجب ہے کہ وہ اتفاق کر کے ایک شخص کو اپنے میں سے حاکم بنادیں تاکہ یہ مفاسد
جو مذکور ہوئے لازم نہ آویں۔

سوال۔ اگر کوئی مسلمان حکومت عامہ رکھتا ہو اور اس میں امامت کی شروط نہ پائی جاویں کیا وہ بھی کافی ہے؟
جواب۔ ہاں کافی ہے لیکن جب مسلمان اپنے اختیار سے قائم کریں تب ایسے شخص کو اختیار کریں کہ جس میں
جملہ شروط امامت موجود ہوں امام کی شرطیں یہ ہیں۔

شرائطِ امامت امام مسلم[۱]، حر[۲]، مرد[۳]، عاقل[۴]، بالغ[۵]، قریشی[۶]، صاحب سیاست[۷]، احکام شرعی[۸] جاری
کرنے والا اور دار الاسلام[۹] کی محافظت پر قادر اور سب لوگوں پر ظاہر ہو۔ پس جس شخص میں یہ صفات
پائی جاویں اس کو اہل اسلام متفق ہو کر اپنا حاکم بنادیں اور اس کی تابعداری کریں اب ان شروط کی
تفصیل کرتا ہوں مسلمان ہونا امام کیلئے اسلئے شرط ہے کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے مَا جَعَلَ اللّٰہُ
لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا۔ کہ اللہ نے کافروں کے لئے مسلمانوں پر حکومت نہیں

بنائی پس کافر کو مسلمانوں کا حکم ہونا نہیں پہنچتا۔ حُر[۱] اس لئے کہ غلام اول تو اپنے مولیٰ کی خدمت سے فارغ نہیں ہوتا دوسرے لوگوں کی آنکھوں میں حقیر ہوتا ہے اور مرد اس لئے کہ عورتیں ناقصات الدین والعقل ہوتی ہیں وہ حکومت کے قابل نہیں عاقل اس لئے کہ دیوانہ حکومت کا اہل نہیں بالغ اس لئے کہ لڑکا تدبیر امور و مصالح جمہور سے قاصر ہے قریش ہونا اس لئے شرط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الائمۃ من قریش کہ امام قریش ہی ہونا چاہیئے اور یہ حدیث اگرچہ خبر احاد ہے لیکن جب کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار[۲] کے مقابلہ میں حجت بنا کر روایت کی اور اس کے بعد پھر کسی نے اس کا انکار بھی نہ کیا تو گویا مجمع علیہ اور متفق علیہ ہو گئی لیکن خوارج اور بعض معتزلہ کے نزدیک امام کا قریش ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ جو مسلمان اس کے قابل ہو وہ امام ہو سکتا ہے اور امام کا قریش ہونا شاید حضرت نے اس لئے مقرر کیا ہو کہ امام بنانے سے غرض انتظام ہے اور لوگوں ـــ ـــ کی عادت یوں ہے کہ وہ سردار کے بعد اس کے ہم قوم کو مانتے ہیں غیر کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور سردار سب کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ قریشی تھے اس لئے آپ نے یہ فرمایا واللہ اعلم اور امام کا صاحب سیاست ہونا اور احکام کے جاری کرنے پر قادر ہونا اس لئے شرط ہے کہ بدون ان کے وہ غرض کہ جس کے لئے اس کو امام بنایا ہے حاصل نہیں ہوتی اور امام کا سب لوگوں کے نزدیک ظاہر ہونا اس لئے شرط ہے کہ اگر امام لوگوں سے پوشیدہ ہو اور کسی کی اس کے پاس آمد و رفت نہ ہو تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے جس غرض کے لئے اس کو امام کیا تھا وہ اس سے حاصل نہیں۔

عقیدۂ شیعہ امامیہ | شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق علی[۱] رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد ان کے بیٹے حسن[۲] ان کے بعد ان کے بھائی حسین[۳] ان کے بعد ان کے بیٹے زین[۴] العابدین ان کے بعد ان کے بیٹے محمد باقر[۵] ان کے بیٹے جعفر صادق[۶] ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ[۷] کاظم ہیں ان کے بعد ان کے بیٹے علی رضا[۸] ان کے بعد ان کے بیٹے محمد تقی[۹] ان کے بعد ان کے بیٹے علی نقی[۱۰] ان کے بعد ان کے بیٹے حسن[۱۱] عسکری ان کے بعد ان کے بیٹے المقلب بہ مہدی[۱۲] ہیں اور امام مہدی دشمنوں کے خوف سے پہاڑ[۱۳] میں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں کبھی

---

[۱] حُر اسے کہتے ہیں جو کسی کا غلام نہ ہو ۱۲ منہ [۲] حضرت صلعم کی وفات کے بعد انصار چاہتے تھے کہ ایک امام انصاری ہو سو حضرت صدیق نے اس حدیث سے ان کو منع کر دیا ۱۲ منہ [۳] غار سُرمن رائے ہیں جو عراق میں واقع ہے ۱۲ منہ۔

موقع پاکر نکلیں گے اور ان کے بارہ امام یہی ہیں اب ہم ان شیعہ سے ہم دو بات پوچھتے ہیں
اول یہ کہ تم امام سے کیا مراد لیتے ہو؟ اگر یہی معنی ہیں تو اس معنی سے سوائے حضرت علی رضی
اللہ عنہ اور سید نا حسن رضی اللہ عنہ کے ان حضرات میں سے کوئی بھی حاکم نہ تھا بلکہ اس وقت
کے ظالم حاکموں کے خوف سے یہ سب بزرگوار چھپے پھرتے تھے خود شیعہ کی کتابوں میں اس کی
خوب تصریح ہے ہاں مہدی رضی اللہ عنہ قریب قیامت کے پیدا ہوں گے اور امام بنائے جاوینگے
اور اگر تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ بزرگان دین اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسلئے
یہ لوگ حاکم بنانے کے قابل تھے سو یہ ہمارے نزدیک بھی مسلّم ہے مگر اس سے ان کا امام ہونا
ثابت نہیں ہوتا شیعہ نے امامت کے عہدہ کو لوگوں کے انتخاب پر موقوف نہیں رکھا جو حسنِ
خدمات ولیاقت ودیانت پر نظر کرکے کثرت رائے سے انتخاب کیا جاوے بلکہ وہ اس کو آسمانی
عہدہ جانتے ہیں جو نبوت کے قریب قریب ہے اس لئے امام کو صاحبِ وحی والہام ومعصوم
مانتے ہیں وہ عیسائیوں کے پوپ کے مشابہ نئے احکام حلّت وحرمت بھی جاری کر سکتا ہے
اول تو یہ عہدہ کسی آیت یا حدیث یا اجماع امت سے ثابت نہیں بلکہ شیعہ کی افراطِ محبّت نے
یہ خیال پیدا کر دیا دوّم اس کی بھی کوئی دلیل کسی کے پاس نہیں کہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد
میں سے پھر باقر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے پھر جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی پھر موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی وہی شخص امام ہے جس کو
یہ کہتے ہیں اس کا دوسرا بھائی نہیں اس لئے شیعہ کے کئی فرقے ہوگئے کوئی کسی کو کوئی کسی کو امام[1]
بنانے لگا اگر اس غلو کا نام محبت اہل بیت ہے تو شیعہ کو مبارک رہے کہ پیغمبر کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور
ان کی اولاد کو اور پیغمبر صلعم کی بیویوں اور خاص خادموں اور جانشینوں کو کافر ومرتد بنایا جاوے
اور حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بھی ایک بھائی کو امام کہا جاوے دوسرے پر تبرّا ہو امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان
کی اولاد کو برائی سے یاد کریں محبت اہل بیت ہم کو ہے کہ سب سے ہے شاید شیعہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے برا کہنے
کو اور محرم میں تعزیہ بنانے اور سر پر بھس اڑانے اور شادیوں کی طرح تاشے مرفے بجانے اور تعزیوں
کے ساتھ جوان عورتوں کا بناؤ سنگار کرکے ہر گلی وکوچے میں گشت کرنے کو اور امام باڑوں میں

[1] بعض کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد مسجد میں حنفیہ امام تھے بعض امام زین العابدین کے بعد ان کے پسر زید کو امام برحق مانتے
ہیں پھر ان کی اولاد میں یہ سلسلہ قیامت تک باقی سمجھتے ہیں۔ اور اس فرقہ کا نام زیدیہ ہے یہ صحابہ پر تبرّا نہیں کرتا پھر ایک گروہ اسمٰعیل
بن جعفر صادق کو امام کہتا ہے نہ موسیٰ کاظم کو پھر ان کی بھی اولاد میں سلسلہ امامت مانتا ہے اس گروہ کا نام اسمٰعیلیہ ہے جن کی کئی
سو برس مصر میں حکومت رہی قرامطہ بھی اس گروہ کی ایک شاخ ہے اور ہر فرقہ ایک دوسرے کو کافر جانتا ہے بسبب انکار کرنے اپنے امام کے تھا۔

بیٹھ کر سر پیٹنے ماتم داری کرنے کو اور مرثیہ خوانی کرنے اچھلنے کودنے کو کہ جس پر غیر اقوام ہنستی ہیں اہل بیت کی محبت کہتے ہیں تو خیر یہ محبت انہیں کے پاس رہے ہم اس محبت سے بری ہیں اللہ ہم کو ان کی وہ محبت دے کہ جس سے وہ بھی ہم سے خوش ہیں اور اللہ اور رسول بھی راضی رہیں آمین آمین دوسری بات یہ ہے کہ جب صدہا برس سے امام مہدیؑ ڈر کر پہاڑوں میں چھپے بیٹھے ہیں اور اہل اسلام پر صدہا طرح کی آفات و بلیات جو امام کے نہ ہونے سے ہوتی ہیں نازل ہو رہی ہیں اور ہو چکی ہیں ایسے وقت میں ان کے امام ہونے نے کیا فائدہ دیا؟ امام اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ جا کر اپنی ضروریات اس سے روا کریں ان کے پاس نہ تو کوئی مظلوم جا سکتا ہے نہ کوئی فریادی پہنچ سکتا ہے بلکہ ہزارہا بیچارے اسی انتظار میں مر گئے ہوں گے اگر ان کے بعد آپ آئے تو بقول شخصے سپس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد۔ کس کام آویں گے؟ اچھا یہ مانا کہ وہ عیسیٰؑ اور خضر کی طرح صدہا سال سے زندہ ہیں لیکن ایسا کیا خوف ان پر غالب آیا کہ ان کے بعد ایران و ہندوستان میں خصوص شیعہ کی بڑی بڑی سلطنتیں ہو چکی ہیں پھر بھی وہ باہر تشریف نہ لائے نہ کسی کو کبھی کبھی اپنے حال سے خبردار کیا۔ خیر امامت کا دعویٰ نہ کرتے اپنے آبا کرام کی مانند لوگوں پر ظاہر تو رہتے اللہ تعالیٰ شیعہ کی عقل کو درست کرے۔

امام کی تعریف امام کے لئے سب اہل زمانہ سے اچھا ہونا یا ہاشمی یا علوی ہونا یا معصوم ہونا شرط نہیں۔ اپنے سب اہل زمانہ سے اچھا ہونا اس لئے شرط نہیں اول تو جس کا سب اہل زمانہ سے اچھا ہونا یقینی ہو ملنا مشکل کیا بلکہ محال دوسرے امامت ایک مسلمانوں کی خدمت ہے بسا اوقات کم رتبہ کا آدمی اعلیٰ رتبہ کے آدمی سے اس خدمت کو اچھی طرح ادا کر سکتا ہے ہاشمی یا علوی ہونا اس لئے شرط نہیں کہ ابوبکرؓ صدیق اور عمر فاروقؓ اور عثمانؓ ذی النورین رضوان اللہ علیہم اجمعین قطعی امام تھے حالانکہ یہ نہ ہاشمی تھے نہ علوی بلکہ قریش تھے ہاں اگر ہاشمی یا اولاد فاطمہؓ کو امام بنایا جاوے تو اولیٰ ہے معصوم ہونا اسلئے شرط نہیں کہ شرط ہونے کے لئے کوئی دلیل قطعی چاہیئے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہاں نہ ہونے کے واسطے دلیل کا نہ ہونا کافی ہے کما لایخفی۔

امام کی معزولی فسق یا جور سے امام کو معزول نہ کرنا چاہیئے۔ اگر امام سے کوئی گناہ سرزد ہو جاوے خواہ کبیرہ خواہ صغیرہ یا کسی پر وہ ظلم کر بیٹھے اس سبب سے مسلمانوں کو نہ چاہیئے کہ اس امام کو برطرف کر دیویں

ہاں اس کو حتی المقدور اس سے باز رکھیں کیونکہ برطرف کرنے میں فتنہ عظیم ہے کس لئے کہ وہ صاحب شوکت ہے اس کی طرف بھی ایک جم غفیر ہوگا مسلمانوں میں قتال وجدال واقع ہوگا دوسرے جب امام کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں تو گناہ کے سبب سے اس کا معزول کرنا محض بیجا ہے اسی سبب سے سلف خلفاء راشدین کے بعد ائمہ فاسقین اور جابرین کی بھی اطاعت کرتے رہے اور ان کے ساتھ جمعہ اور اعیاد پڑھتے رہے اور ان پر چڑھائی کرنے کو برا سمجھتے تھے لیکن امام شافعی کے نزدیک فسق وفجور سے امام کو معزول کر دینا چاہیئے اور اسی طرح ہر قاضی اور امیر کو برطرف کر دینا چاہیئے کیونکہ ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ فاسق اہل ولایت نہیں پس جب کہ اس نے اپنے نفس کی رعایت نہ کی تو اوروں کے حقوق کیا بجا لاوے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فسق سے ولایت باقی رہتی ہے یہاں تک کہ باپ فاسق کو اپنی بیٹی کے نکاح کرنے میں ولایت ہے اور وہ اس کا ولی ہے کتب شافعیہ میں یوں لکھا ہے کہ فسق سے قاضی کو معزول کرنا چاہیئے اور امام کو نہیں اور فرق یہ ہے کہ اس کے معزول کرنے میں آثار فتنہ ہیں اسکی نہیں اور روایت نوادر میں علماء ثلاثہ یعنی امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ اور زفرؒ سے بھی منقول ہے کہ نہیں جائز ہے قضاء فاسق کی اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اجماع بھی اس بات پر ہے کہ جس مقدمہ میں قاضی نے رشوت لے کر فیصلہ کیا وہ فیصلہ نا جائز ہے اور وہ قاضی عہدۂ قضا سے دور ہوگیا زیادہ تشریح اس مسئلہ کی مطولات میں ہے لیکن خلاصہ یہ ہے کہ اگر امام کے معزول کرنے میں فتنہ نہ ہو تو اولیٰ ہے کہ اس کو معزول کر کے دوسرا متقی کو امام بنا دیں اور عصمت شرط نہ ہونے کا اثر یہ ہے کہ محض فسق و فجور سے امام عہدۂ امامت سے دور نہیں ہوتا واللہ اعلم۔

امامت ابوبکر صدیقؓ امام برحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ جس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی سب صحابہ انصار ومہاجرین نے بنی ساعدہ کے چھتے میں جمع ہو کر ابوبکر صدیق کو بالاتفاق امام بنا لیا سب نے اور علیؓ نے علی رؤس الاشہاد ان سے بیعت کی اگر اس خلافت کے ابوبکر صدیق مستحق نہ ہوتے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق نہ کرتے خصوصاً انصار ومہاجرین جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر جان ومال کو فدا کر دیا تھا اور وہ بمقابلہ کسی کی نہ سنتے تھے اور قرآن میں جابجا

ان کی خوبیاں مذکور ہیں جن کا ذکر آتا ہے پس ان کی نسبت کیونکر تصور کیا جاوے کہ انہوں نے امر باطل پر اتفاق کیا تھا اور جو نص کہ حضرت علیؓ کی خلافت پر تھی اس کو نہ مانا دوسرے اگر وہ مستحق نہ ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ کے لئے فرما جاتے تو خود علیؓ ان سے تکرار کرتے اور اس سند کو پیش کرتے جیسا کہ معاویہؓ سے کیا تھا اور خود بیعت نہ کرتے جائے انصاف ہے کہ تمام صحابہ کو جن کی قرآن میں ثنا ہے اور خود حضرت علیؓ شیر خدا امر ناحق کو کس طرح اختیار کرتے اور ابوبکر صدیقؓ سے کس طرح ڈر جاتے پس جب جو ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ برحق نہ کہے۔ تو وہ تمام صحابہؓ اور حضرت علیؓ کو ناحق پر کہتا ہے نعوذ باللہ منہ۔

امامت عمر فاروقؓ بعد ان کے حضرت عمر فاروقؓ۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات قریب پہنچی تو انہوں نے ایک کاغذ میں حضرت عمر کا نام لکھوا کر اس کاغذ کو بند کر کے لوگوں کو جمع کر کے فرما دیا کہ جس شخص کا نام اس میں لکھا ہے اس سے بیعت کرو اور اس کو خلیفہ بناؤ پس جس جس کے پاس وہ کاغذ آتا گیا وہ بیعت کرتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ کاغذ حضرت علی کے پاس آیا فرمایا میں نے جس کا اس کاغذ میں نام ہے اس سے بیعت کی خواہ عمرؓ ہی ہو پس سب مہاجرین و انصار اور علی حیدر کرار رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفہ ہوئے واضح ہو کہ اگر حضرت صدیق اکبرؓ غاصب یا حق دبانے والے ہوتے تو اپنے بیٹے کو خلیفہ کرتے اور اگر دجاہت سے تمام صحابہؓ نے ان کو خلیفہ کیا ہوتا تو وہ ان کے بیٹے کو بھی ان کے خلیفہ بنانے سے خلیفہ مان لیتے جیسا کہ سب نے یزید کو مان لیا تھا۔

امامت عثمانؓ ان کے بعد عثمان بن عفانؓ جب حضرت عمرؓ کو ابو لولو مجوسی غلام نے صبح کی نماز میں زخمی کیا حضرت عمرؓ سے لوگوں نے کہا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ کر دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس کو میں اس خدمت کے قابل نہیں پاتا لیکن ان چھ شخصوں کو پسند کرتا ہوں ان میں سے جس کو چاہو خلیفہ بنا لینا۔ وہ چھ یہ ہیں علیؓ، عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین پھر ان پانچ شخصوں نے عبدالرحمن بن عوف کو مختار کر دیا کہ تم ان میں سے جسے چاہو خلیفہ مقرر کر دو ہم کو وہ منظور ہے پس انہوں نے عثمان بن عفانؓ کو اختیار کیا پھر سب انصار و مہاجرین متفق ہو کر ان سے بیعت کی اور ان کو خلیفہ بنایا ان کی خلافت پر سب کو

ف یہ اس لئے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت مزاج مشہور تھے ۱۲ منہ۔

اتفاق ہوا ۔ واضح ہو کہ صحابہؓ کے عہد میں خلافت محض مسلمانوں کی خدمت تھی خلیفہ کے لئے جس قدر ان کا خرچ ضروری ہوتا تھا اسی قدر بیت المال میں سے ملتا تھا لہذا خلفائے راشدینؓ کے پاس کوئی سامان بادشاہت کا نہ تھا بلکہ اور لوگوں سے بھی مکان ولباس وغیرہ چیزوں میں کمتر رہتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نہایت پھٹے پرانے کپڑے پہنا کرتے اور مٹی کے چبوترے پر لیٹے بدون بیٹھ کر معاملات صحابہ کی رائے سے فیصلہ کیا کرتے تھے پس اس لئے وہ اس خدمت کو بدون اہل کے نہ دیتے تھے ۔ شیعہ نے ان کی خلافت کو شاید سلطنت پر قیاس کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ابو بکرؓ اور عمرؓ نے علیؓ کا حق دبا لیا ۔ باغ فدک سیدۃ النساء فاطمہ زہراؓ کو نہ دیا شیعہ یہ خیال نہیں کرتے اگر خلافت کچھ ایسی چیز ہوتی تو ہر خلیفہ اپنے بیٹے کو پیچھے خلیفہ کرتا غیر کے پاس نہ جانے دیتا ۔ مال واسباب سے اپنا گھر بھر لیتا عیش وآرام شاہانہ کرتا ۔ اصل یہ ہے کہ وہ خدمت تھی جس سے ادا ہوتے دیکھی اس کو اہل اسلام نے اتفاق کر کے امام بنا دیا ۔ ہاں پیچھے بادشاہت ہو گئی تھی اس لئے حضرت حسنؓ نے ترک کیا ۔

امامت علیؓ ان کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب ۔ جب عثمانؓ کو عراق اور مصر کے باغیوں نے شہید کیا اور مدینہ میں فتنہ برپا ہو گیا سب انصار و مہاجرین نے جا کر حضرت علیؓ سے کہا انہوں نے اول انکار فرمایا آخر جب کبار الصحابہ نے نہایت اصرار کیا اور کہا کہ وقت ایسا نہیں کہ آپ خلافت سے انکار کریں اور امت خیر البشر کو پریشان حال دیکھیں تب حضرت علی نے قبول کیا ۔ سوائے چند لوگوں اہل شام کے سب نے ان کو متفق ہو کر خلیفہ بنایا اہل شام میں سردار معاویہؓ تھے انہوں نے حضرت علیؓ سے انتظام مملکت ہونا ممکن نہ سمجھا اسلئے خود خلیفہ ہونا چاہا اور جن باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا وہ کم بخت حضرت علی کی فوج میں آچھپے تھے لیکن کسی کو ان کا اچھی طرح

ف ۔ شیعہ کے جمہور سے خلاف ہونے کی دو باتیں سبب پیدا ہو گئیں ایک تو یہ کہ امامت کو انہوں نے نبوت کے برابر آسمانی عہدہ فرض کر لیا جو صحابہ کی کثرت رائے واتفاق پر موقوف نہ تھا اس غلط فہمی کی تائید اس دوسری بات نے اور بھی کر دی کہ وہ حضرت علیؓ کے کسی قول وفعل کو خلفاء ثلثہ کے عہد میں جو اراستی پر محمول نہیں کرتے بلکہ تقیہ قرار دیتے ہیں ظاہر کچھ باطن کچھ مصلحت وقت کی پابندی خواہ دین وطبیعت وعزت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جس کو آج کل کے دنیا پرست پالیسی کہتے ہیں معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جناب میں یہ بدگمانی جائز رکھنی سخت بدکاری ہے ان دونوں اصول نے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو باطل کر دیا اور جمہور صحابہؓ واہل بیت کو گمراہ وخطا کار کہنے پر مجبور کیا مگر بنی امیہ کے ظالم وجابر بادشاہ ہونے کے جور وجفا نے جو فاطمیوں کے ساتھ ہوئے اس افراط محبت کی تجویز کردہ خیال کی اور بھی قلعی کر دی ۔

پتہ معلوم نہ تھا ایک بار زبیرؓ اور طلحہؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مکہ سے ساتھ لائے اور بہت سے صحابہ ان کے ساتھ ہوئے کہ چل کر حضرت علیؓ سے صلاح کر کے ان قاتلانِ عثمانؓ کو کہ جواب تیار فتنہ ہم پاکرنا چاہتے ہیں قتل کیجئے جب دونوں لشکر ملے رات کو ان باغیوں نے علیؓ کی طرف سے عائشہؓ کے لشکر میں تیر مارنا شروع کیا تاکہ طرفین میں جنگ ہو جائے اور ہم ہاتھ نہ لگیں سو ایسا ہی ہوا یہ باعث حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی لڑائی کا تھا آخر پھر صلح ہو گئی اور ایسے ہی معاملہ نے معاویہؓ کو حضرت علیؓ کی خلافت پر آمادہ کیا اور عثمان غنیؓ جو ان کے ہم قوم تھے ان کے انتقام لینے اور اپنی نمک حلالی ادا کرنے نے جو عثمان رضی اللہ عنہ کے احسانات بنی اُمیہ کے ساتھ ہوئے تھے بنی اُمیہ کو اور بھی بھڑکا دیا معاویہؓ شام کے حاکم تھے صدہا لوگ جو اصل حقیقت سے واقف نہ تھے ان کے بھی ساتھ ہو گئے اس لئے دونوں سرداروں میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں یہی بدنصیب جنگ تھی کہ جس نے اسلام کی چمکدار تلوار کو اسلام ہی پر الٹ دیا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ معاویہؓ غلطی پر تھے لیکن اس بات پر نہ تو خوارج کی طرح فریقین کو تبرا کرنا چاہیئے نہ شیعہ کی طرح معاویہؓ اور ان کے لشکر کو کافر و مرتد بنانا چاہیئے۔

امامت حسنؓ | ان کے بعد حسنؓ بن علیؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین امام برحق ہیں جب حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم خارجی نے شہید کیا تو سب مہاجرین و انصار اہل مکہ و مدینہ نے اتفاق کر کے سید الشہداء حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو امام بنایا چھ مہینے تک آپ نے خلافت کی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیس برس پورے ہو گئے۔ حضرت حسنؓ نے معاویہؓ کو بلا کر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصل خلافت میرے بعد تیس برس تک رہے گی۔ سو تیس برس پورے ہونے میں یہ چھ مہینے باقی تھے اب پورے ہو چکے۔ اب سلطنت اور بادشاہت ہو گی یہ مجھ کو منظور نہیں لیجئے آپ خلافت کیجئے ان کے بعد معاویہؓ حکومت کرتے رہے بعد ان کے ان کا بیٹا یزید بدبخت ان کی جائے حاکم ہوا اس نالائق دنیادار نے اس خوف سے کہ مبادا پھر حضرت حسنؓ خلافت کا دعویٰ کر بیٹھیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر ہیں ان کے روبرو مجھے کون پوچھے گا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوا کر شہید کیا۔

شہادت حسینؓ | اور چند سال بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کرا دیا - اس

کم بخت کے بے دین ہو گئے ہیں کیا شک ہے لیکن علماء کا اس کے لعنت کہنے میں اختلاف ہے بعض
اکابر نے کہی ہے لیکن اکثر علمائے کرام کہتے ہیں کہ نہ کہنے ہی میں احتیاط ہے چنانچہ خلاصہ وغیرہ
کتابوں میں لکھا ہے کہ یزید اور حجاج پر لعنت نہ کرنا چاہیئے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ
اور علی کی لعنت میں منع فرمایا ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ
شخص خاص کی لعنت میں ڈر ہے بہرحال سکوت اولی ہے یہاں تک کہ ابلیس کا کافر ہونا قرآن سے
ثابت ہے اس پر بھی لعنت کرنے سے سکوت بہتر ہے دوسرے خاتمہ کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے
تیسرے اس پر لعنت کرنے سے نہ کچھ اہل بیت کی محبت زیادہ ہو جاتی ہے نہ کچھ ان کو اس سے
نفع ہے اس سے بہتر یہی ہے کہ سکوت کرے اور اہل بیت کی روح کو ہدیہ ثواب بھیجے

ترتیب خلافت | خلفاء اربعہ میں ایک دوسرے سے علی ترتیب الخلافت افضل ہے اگرچہ یہ
چاروں خلفاء سب صحابہ رض سے بالاتفاق افضل ہیں لیکن ان میں بھی ایک دوسرے سے افضل ہے
پس اول سب سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص ان کے
برابر نہیں ہے پس ان کے بعد عمر رض کا رتبہ ہے ان دونوں صحابیوں کے سب سے افضل ہونے پر
تمام صحابہ اور تابعین کا اتفاق ہے اور ان کی فضیلت کی ادلہ ان کے نزدیک ثابت تھے بعد
عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عثمان بن عفان رض ذی النورین رضی اللہ عنہ کا رتبہ ہے بعد ان کے

ف - بات یہ تھی کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے معاویہ رض سے صلح کر کے برسوں کے باہمی جنگ کو جو امت کے بارے میں ان میں اور
حضرت علی میں ہوتی رہی تھی بند کر دیا معاویہ حضرت علی کی خلافت کو تسلیم نہ کر کے آپ خلیفہ ہونا چاہتے تھے آخر حضرت حسن نے دینی اور
دنیوی مصلحتوں کا لحاظ کر کے معاویہ رض کی خلافت تسلیم کر لی اور آپس میں جنگ و جدل موقوف کر دیا معاویہ تک جو صلح مقررہ تھی قائم رہی مگر
مگر خلاف شرط انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ کر دیا اس کی خلافت سے اہل مدینہ اور اہل مکہ اور بہت سے مسلمان ناراض تھے خصوصاً حضرت حسین رضی اللہ
عنہ اور اکثر بنی ہاشم کراہت کی نظر سے دیکھتے تھے کوفہ کے مسلمانوں نے متعدد خط لکھ کر حضرت حسین کو اس لئے بلایا کہ ان کو خلیفہ مقرر کریں آپ مع چند لوگوں
کے چلے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی یزید کے حاکموں نے اس سازش کا حال معلوم کر کے وہاں کے لوگوں کو سخت سزائیں دیں اور آپ کے چچازاد بھائی مسلم کو جو کام
کیلئے پہلے سے گئے ہوئے تھے معان کے دونوں فرزندوں کو قتل کر ڈالا کوفہ کے لوگ ڈر گئے ادھر حضرت حسین کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو ایک لشکر بڑا
ان کے گرفتار کرنے کو بھیج دیا اور یہ کہہ دیا کہ اگر وہ یزید سے بیعت کرنا منظور کر لیں تو پھر تکلیف نہ دیں ابھی حضرت حسین کوفہ سے دو ایک منزل دور تھے کہ
لشکر نے بمقام کربلا ان کو گھیر لیا اور آپ نے بیعت سے انکار کیا جنگ ہوئی جس میں حضرت حسین اور ان کے ہمراہی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد یزید نے
لشکر مدینہ اور مکہ کی طرف اس غرض سے روانہ کیا کہ لوگوں کو مطیع کریں جو نہ مانیں ان کو سزائیں دیں لشکر نے مدینہ میں آ کر بڑی خونریزی کی اور مکہ میں
آ کر بھی تھوڑے دنوں کے بعد مختار ثقفی حسین کے انتقام کے بہانہ سے خواہان خلافت ہوا یزید کے تخت پر مروان آکر بیٹھا اس کے خاندان
میں تخمیناً سو برس تک حکومت رہی جس کو منصور عباسی نے تمام کیا بعد عباس کی کئی سو برس تک حکومت رہی ۱۲ امت

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ ہے اہل حق میں سے بعض اکابر کے نزدیک عثمان غنیؓ کو
حضرت علی پر فضیلت نہیں۔ بلکہ فقط علامت اہل سنت والجماعت ہونے کی ان کے نزدیک
یہی مقرر ہے کہ شیخین کو سب سے افضل جانے اور عثمانؓ اور علیؓ کہ دونوں حضرتؐ کے داماد ہیں ان
سے محبت رکھے شیعہ سوائے حضرت علیؓ کے ان تینوں صاحبوں کو برا جانتے ہیں اور خوارج حضرت
علیؓ اور عثمانؓ کو برا جانتے ہیں حالانکہ ان کے محامد اور خوبیاں قرآن میں مذکور ہیں انشاء اللہ ہم ان
کو نقل کریں گے ان کے بعد وہ صحابہ افضل ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے پھر وہ جو احد کی لڑائی
میں شریک تھے پھر وہ جو بیعت الرضوان میں شریک تھے یعنی اس موقع میں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بغرض عمرہ مکہ تشریف لے گئے اور کفار نے بمقام حدیبیہ آپ کو روک دیا اور عثمان
بن عوفؓ مکہ میں صلح کے لئے گئے تھے ان کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو آپ نے سب لوگوں کے
جو ہمراہ تھے اس بات پر بیعت کرنے کو بلایا کہ لڑیں گے ہٹیں گے نہیں کیکر کے تلے یہ بیعت ہوئی
جس کو سمرہ کہتے ہیں اس لئے ان بیعت کرنے والوں کو اصحاب السمرہ بھی کہتے ہیں۔

خلافت کے بعد! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک خلافت رہی پھر بادشاہت ہوگئی، ترمذیؒ
اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خلافت میرے بعد تیس برس تک
رہے گی پھر کٹ کھانی بادشاہت ہو جاویگی انتہی حضرت حسنؓ تک وہ پوری ہو چکی اور حضرتؐ کی پیشین گوئی
کے موافق ظہور میں آیا کہ وہ خلافت جو خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نشینی تھی خاص تیس
ہی برس تک رہی اور اس عرصہ میں جس قدر خلفاء حضرتؐ کی گدی پر بیٹھے وہ سب تارک الدنیا عابد و
زاہد رہے یہاں تک کہ خلیفہ کے مکان یا لباس میں اور غریبوں سے کچھ تمیز نہ تھی بلکہ ان سے بھی
شکستہ حال رہتے تھے اور جس قدر ملک کہ اہل اسلام کے قبضہ میں آئے اسی عرصہ میں آئے
چنانچہ روم، شام، ایران ومصر وغیرہ بڑی بڑی بھاری بادشاہتیں حضرت عمرؓ کے عہد
میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور جو جو اہل اسلام کے لئے قرآن میں فتح ونصرت واشاعت
دین کی پیشین گوئیاں تھیں سب اسی عہد میں پائی گئیں۔ اور بعد تیس برس کے عروج دنیاوی
اور جاہ وحشم بادشاہی نے ظہور پکڑا آپس میں نزاع وقتال شروع ہوا وہ خیر وبرکت کم ہوگئی
اور اسی سبب سے امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ نے برا جان کر چھوڑ دیا تھا آخر اس کی برائی یزید

کے ہاتھ پر خوب ظاہر ہوئی۔

سوال۔ بعد تیس برس کے خلافت سے جب اسلام خالی رہا تو موافق حدیث سابق کے کہ جس نے اپنا امام نہ پایا جاہلیت کی موت مرا لازم آیا کہ پھر بعد کے لوگ سب موت جاہلیت سے مرے اور کوئی خلیفہ انکو نہ ملا۔

جواب۔ تیس برس تک ہی خلافت رہنے سے حضرتؐ کی یہ مراد ہے کہ خاص میرے طریقہ کی خلافت کہ جس میں کمال اتباع وسنت اور وہ خلافتِ کامل ہو تیس برس تک نہ رہیگی نہ یہ ہے کہ بعد میں پھر کوئی خلیفہ نہ رہے گا کس لئے کہ خلفائے راشدین کے بعد بھی خلفاء ہوئے۔ چنانچہ خلفائے عباسیہ کو سب خلفاء کہتے آئے ہیں یا یوں کہا جائے کہ خلافت کہ جو حضرتؐ کی جائے نشینی کا نام ہے تیس برس تک ہو چکی۔ باقی امامت رہی سو امام کے نہ ہونے سے جاہلیت کی موت ہوتی ہے لیکن شیعہ کے نزدیک خلافت عام ہے اور امامت خاص اسی کو جانشینی کو کہتے ہیں لہذا خلفاء ثلاثہ کو وہ امام نہیں کہتے واللہ اعلم۔

فصل دوم | ہر مسلمان کے پیچھے خواہ وہ فاسق ہو خواہ متقی نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر فاجر اور نیک کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو لہذا سب صحابہ اور تابعین اور مومن بعدہم متبدعین اور فساق کے پیچھے نماز پڑھنی درست جانتے ہیں پس وہ جو بعض اکابر سے مروی ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک متقی دیندار امام میسر نہ آوے فاسق کے پیچھے نہ پڑھے یا یہ مراد ہے کہ جس شخص کی بدعت یا فسق حد کفر کو پہنچا ہو۔

نماز جنازہ | اور اسی طرح ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے۔ خواہ فاسق ہو بشرطیکہ ایمان پر خاتمہ اس کا ہوا ہو کیونکہ بیہقیؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر نیک و بد کی نماز پڑھا کرو اور طبرانیؒ نے بھی اوسط میں روایت کیا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا

(حاشیہ: پنجم جواز امامت کے پیچھے نماز)

ف۔ یہ مراد نہیں کہ بالاختیار فاسق کو امامت کی مسجد یا مجلس کے لئے منتخب کیا جاوے بلکہ یہ کہ اگر احیاناً وہ امام ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے ۱۲ منہ۔ ف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ تیس برس تک رہی معاویہؓ کے عہد میں سلطنت عادلہ تھی ان کے بعد سلطنت عادلہ وجابرہ دونوں قسم کی تھی۔ بنی امیہ کے تخت نشینوں اور ان کے بعد بنی العباس کے تخت نشینوں نے جو کوئی جبر و ظلم کیا اس کے وہی ذمہ دار ہیں نہ خلافت اور خلافت راشدہ جمہوری حکومت تھی خلیفہ ایک صدر انجمن ہوتا تھا جو کثرت سے کام کیا تھا پھر شخصی ہو گئی اور شخصی بھی کیسی جس کی کچھ انتہا نہیں مسلمانوں میں پھر جمہوری خلافت جب تک قائم نہ ہوگی ان کے اقبال کا ستارہ پستی سے بلندی پہ نہ آویگا ۱۲ منہ۔

ہے اس کے جنازے کی نماز پڑھو پس تمام صحابہ اور تابعین فاسقوں کے جنازوں کی بھی نماز پڑھتے تھے دوسری حقیقت میں یہ نماز استغفار ہے میت کے لئے گنہگار اس کا اور زیادہ محتاج ہے۔

موزوں پر مسح کرنا درست ہے | اگر کوئی (خواہ سفر میں ہو خواہ حضر میں) پاؤں نہ دھووے بلکہ جرابوں پر مسح کرلے تو یہ کافی ہے کیونکہ اس کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی پہنچ گیا ہے

بلکہ اکثر محدثین نے حدیث مسح کو متواتر گنا ہے اصحاب صحاح ستہ اس کو روایت کرتے ہیں اور قریب ستر صحابی کے اس کے راوی ہیں اور ان میں سے بالخصوص حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم بھی اس کے راوی ہیں کرخی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو مسح کو جائز نہ رکھے اسکے کفر کا خوف ہے کس لئے کہ یہ تواتر کو پہنچ گیا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو اس کو درست نہ جانے وہ اہل سنت سے خارج ہے چنانچہ حضرت انسؓ سے کسی نے اہل سنت کی علامت پوچھی آپ نے فرمایا ہے کہ شیخین کی محبت رکھے اور حضرتؐ کے دونوں داما دوں پر کچھ طعن نہ کرے اور موزوں پر مسح جائز سمجھے نقل کیا ہے اس کو شرح عقائد نسفی میں علامہ سعدالدین نے (نبیذ حلال ہے) چھوارے یا انگور کے شربت کو کہ اس میں کچھ تیزی ہو جاوے نبیذ کہتے ہیں پس اس کو حلال جاننا اہل سنت کے قواعد میں داخل ہے البتہ شیعہ اس کو حرام کہتے ہیں ہاں جب نشہ لانے لگے تب اس کا ایک قطرہ بھی بالاتفاق حرام ہے (متعہ حرام ہے) متعہ یہ ہے کہ کسی عورت کو کسی قدر مال پر مدت معینہ تک بیوی بنالے یہ بھی ایک قسم کا نکاح تھا سو یہ ایک بار یا دوبار اول اسلام میں داخل ہو گیا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام کر دیا اس کے حرام ہونے کی احادیث بھی حضرت علی وغیرہ کبائر الصحابہ سے بکثرت منقول ہیں جو اس کو درست کہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔

پاخانہ کی راہ سے جماع کرنا حرام ہے | اس کی حرمت بھی بہ کثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں نبی صلی اللہ

ف یہ چند مسائل علم عقائد کے نہیں بلکہ ان کو فقہ سے تعلق ہے مگر یہ اہل سنت وغیرہ اہل سنت کے خلافی مسئلے ہیں اس لئے امتیاز کے لئے لکھ دیا ۱۲ منہ لہ نبیذ نبذ ڈالنا۔ پانی میں چھوارے ڈالکر رکھتے ہیں اور پھر عرصہ معین کے بعد اس پانی کو قوت کے لئے پیتے تھے اس کو نبیذ کہتے ہیں اگر اس قدر چھوارے اس قدر عرصہ تک ڈالے رکھے کہ پانی پر کف اٹھ آدیں اور ترش ہو جائے تو یہ ممنوع ہے کیونکہ یہ نشہ لانیوالی چیز شراب ہو گئی ۱۲ منہ ۔ ؎ اگر وقت کی قید لگا کر نکاح کرے گا کہ مہینے یا دو مہینے تک نکاح کرتا ہوں تو یہ نکاح موقت کہلاتا ہے بعض علماء کے نزدیک متعہ اور نکاح موقت ایک سے ہے

(باقی صفحہ آئندہ)

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص پائخانہ کی راہ سے اپنی بیوی سے جماع کریگا قیامت کو اللہ تعالیٰ اس کو نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا اور ایک حدیث میں ایسے شخص پر حضرتؐ نے لعنت کی ہے بعض شیعہ اس کو درست کہتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں قال تعالیٰ نِسَاءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ یعنی عورتیں تمہاری کھیتی ہیں جہاں سے چاہو اپنی کھیتی کے پاس آؤ یہ عام ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خود اسی آیت سے ناجائز ثابت ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں عورت کو کھیتی میں تشبیہ دی ہے کہ جس طرح کھیتی میں پھل لگتا ہے۔ عورتوں کو بھی پھل لگتا ہے اور کھیتی میں جوتنے سے پھل آتا ہے عورت کو جماع۔ سے حاصل ہوتا ہے پس جس راہ سے کہ پھل نہ ہو تو اس راہ سے استعمال نہ کرنا چاہیئے اور یہ سب پر ظاہر ہے کہ پاخانہ کی راہ سے جماع کرنے سے اولاد نہیں ہوتی بلکہ تخم ضائع ہو جاتا ہے اور اس وقت عورت پر کھیتی ہونا صادق نہیں آتا دوسرے اگر جہاں سے چاہو گے لفظ کو عام لو گے تو چاہیئے کہ منھ کی طرف سے بھی جائز ہو اور اگر خاص کرو گے تو وہی طریقہ خاص مراد ہو گا اور جہاں سے چاہو گے یہ معنی ہیں کہ خواہ لٹا کر خواہ کھڑے خواہ اور طرح سے قبل میں جماع کرنا تم کو درست ہے نہ یہ کہ یہود جس طرح اوندھا کر کے جماع کرنے کو منع سمجھتے تھے منع ہو قرآن میں اس امر کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ یعنی اس راہ سے جماع کرو کہ جس سے تم کو خدا نے حکم کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کا حکم بقرینہ حرث کے قبل کی راہ سے ہے اور اگر قبل دُبر میں دونوں جگہ جائز ہوتا تو اللہ یہ قید نہ لگاتا کیونکہ بالاتفاق اس قید سے موضع جماع مخصوص ہے چوتھے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حیض والی عورت سے بسبب ناپاکی کے جماع کو حرام کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دُبر کی راہ سے ناپاکی حیض سے بھی زیادہ ہے اسی لئے تمام صحابہ اور تابعین اس کو بُرا جانتے تھے۔

مبشر جنت | جس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے اس کو ہم قطعی جنتی کہتے ہیں) اگرچہ جس نے لا الہ اللہ کہا ہو اور وہ اسی پر مرا ہو قطعی جنتی ہے لیکن کسی خاص شخص کو بدون خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم قطعی جنتی نہیں کہتے کیونکہ خاتمہ کا اعتبار ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶۔ بعض کہتے ہیں متعہ میں لفظ نکاح نہیں ہوتا بخلاف موقت کے اس میں ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

اور ہر شخص کے خاتمہ کا حال سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا لیکن جب لوگوں کو حضرتؐ نے جنتی کہا ہے سوء خاتمہ کا ڈر نہیں رہا البتہ ہم ان کو قطعی جنتی کہتے ہیں سو حضرتؐ نے بہت سے لوگوں کا نام لے کر جنت کی بشارت دی ہے ان میں سے دس شخص بھی ہیں کہ انکو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ابوبکرؓ جنتی۔ عمرؓ جنتی عثمانؓ جنتی علیؓ جنتی طلحہؓ جنتی زبیرؓ جنتی عبدالرحمنؓ بن عوف سعدؓ بن ابی وقاص جنتی۔ سعیدؓ بن زیدؓ ابو عبیدہ بن الجراح جنتی۔ اور حضرت فاطمہ زہرا اور حسن حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی آپ نے جنتی فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ جنت میں سب عورتوں کی سردار ہیں اور حسنؓ و حسینؓ جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔ پس جس کی حضرتؐ نے خبر نہیں دی اس کے جنتی ہونے کا ظن ہے۔

عظمت صحابہؓ حضرتؐ کے سب صحابہ افضل تھے کسی کی جناب میں گستاخی نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہی لوگ دین کی ترقی کا سبب ہوئے ہیں انہوں نے حضرت کے روبرو اور بعد میں بڑے بڑے کارنمایاں کئے ہیں اپنے جان و مال کو اللہ کی راہ میں صرف کیا اور جہان میں دین حق کو پھیلا دیا اسلئے قرآن میں اللہ تعالیٰ ان کی خوبیاں اور ان کے درجات ذکر فرماتا ہے قال تعالیٰ۔ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ اور آگے بڑھ جانے والوں پہلے ہجرت کرنے والوں اور مدد دینے والوں سے اور ان سے جو ان کی نیکی میں پیروی کرتے ہیں اللہ راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور تیار کی ان کے لئے اللہ نے جنت کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس میں یہ بڑی مراد ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب مہاجرین و انصار کے لئے چار چیزیں بیان فرمائیں اول یہ کہ اللہ ان سے راضی ہے دوم یہ کہ وہ اللہ سے راضی ہیں تیسرے جنت کی بشارت چوتھے یہ کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ صحابہ مہاجرین میں سب سے اول اور سابق خلفاء اربعہ ہیں پس ان کے لئے بھی یہ چاروں چیزیں ثابت ہیں۔ جس طرح خوارج کا علیؓ اور عثمانؓ کی نسبت طعن بیجا ہے اسی طرح شیعہ کا خلفائے ثلاثہ کی نسبت طعن کرنا برا ہے قال تعالیٰ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خَالِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ - جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک بڑے درجے میں ہیں اور وہ مراد کو پہنچنے والے ہیں اللہ ان کو بشارت دیتا ہے اپنی مہربانی اور رضامندی اور جنت کی کہ اس میں پائدار نعمتیں ہیں رہیں گے اس میں سدا اللہ کے نزدیک بڑا اجر ہے جو لوگ کہ حضرتؐ پر ایمان لائے پھر انہوں نے اپنے گھر چھوڑے اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا - ان کے واسطے اللہ نے چار چیزوں کی بشارت دی ہے اوّل یہ کہ ان کا اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے دوئم یہ کہ ان کو ان کی مراد ملے گی سوئم یہ کہ ان کیواسطے اللہ کی مہربانی اور رضا اور جنت النعیم ہے - چوتھے یہ کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے علی العموم یہ بشارت سب صحابہ مہاجرین کے لئے ہے - ان میں سے خلفائے اربعہ کے لئے بالخصوص ہے - کیونکہ خلفائے اربعہ یعنی ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم آنحضرت صلعم پر ایمان بھی لائے تھے اور پھر انہوں نے ہجرت بھی کی تھی کہ مکہ چھوڑ کر حضرتؐ کے ساتھ مدینے میں آرہے تھے اور جان و مال سے جہاد بھی کیا تھا مال سے جہاد کی یہ تفصیل ہے کہ کئی بار ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمان غنیؓ نے اپنے گھر کا اسباب و مال اللہ کے لئے حضرتؐ کے روبرو لاکر رکھدیا پھر حضرتؐ نے اس فوج کی تیاری کی اور جان سے جہاد کی صورت یہ ہے کہ حضرت کے ساتھ یہ چاروں صاحب ہر جہاد میں شریک حال رہتے تھے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا - ان کے لئے بھی یہ چاروں چیزیں ثابت ہیں پھر جو ان کو برا کہے وہ اللہ کے دوستوں کو برا کہتا ہے - لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خَالِدِیْنَ فِیْھَا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

لیکن رسول اللہؐ اور جو رسول کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور اپنے مالوں اور جانوں سے انہوں نے جہاد کیا ہے انہیں لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے بھی ہیں ان کے واسطے اللہ نے ایسی بہشتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں یہ ہے بڑی مراد جو لوگ کہ رسول کے ساتھ ایمان لائے اور انہوں نے

جہاد جان و مال سے کیا ہے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ اس آیت میں چار چیزیں ذکر فرماتا ہے اوّل یہ کہ ان کے لئے بھلائیاں ہیں دوسرے یہ کہ وہ فلاح پانے والے ہیں تیسرے ان کے واسطے اللہ نے جنت تیار کر رکھی ہے چوتھے یہ کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے پس یہ سب صحابہ انصار و مہاجرین کے لئے بشارت ہے کیونکہ وہ حضرت پر ایمان بھی لائے تھے اور انہوں نے جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا تھا یہاں تک کہ بدر اور اُحد اور حدیبیہ اور فتح مکہ میں یہ لوگ حضرتؐ کے ساتھ تھے اور بعد حضرت کے تمام عرب اور روم[1] اور شام اور ایران اور مصر وغیرہ بڑے بڑے ملک جہاد کر کے فتح کئے گویا اپنی جانفشانی سے تمام عالم میں انہیں نے اسلام پھیلایا ہے اور خصوص ان میں سے خلفاء اربعہ کے واسطے یہ بشارت بدرجہ اولیٰ ہے کیونکہ جس قدر سعی انہوں نے کی ہے اوروں سے اس قدر ظہور میں نہیں آئی سو یہ بھی وعدہ الٰہی کے بموجب ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ان کے لئے بھلائیاں اور فلاح ہے پس جو ان کو معاذ اللہ جہنمی کہے یا ان کے واسطے کوئی بُرائی ثابت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہتا ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً فائدہ جب مومنین حضرت کے ساتھ اپنے اپنے وطن چھوڑ کر مدینہ میں آئے تو کفار نے شب و روز ان کے قتل و تخریب کے مشورے کرنے شروع کئے بلکہ ایک بار مدینے کو ہر طرف سے آگھیرا اور چند روز باہر پڑے رہے۔ پس ان کی چڑھائیوں سے مومنین شب و روز فکر و اندیشہ میں رہا کرتے تھے اور آرزو کیا کرتے تھے کہ کبھی ایسا بھی وقت آئے کہ ہماری حکومت ہوگی اور ہم امن و چین سے رہیں گے اور کسی کا کچھ خوف و خطرہ نہ رہے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہیں حکومت دیں گے اور تمہارے لئے امن و چین ہو جاوے گا اور تم کو کسی کا ڈر نہ رہے گا۔ بلکہ اور لوگ تم سے ڈرا کریں گے اور یہ آیت نازل فرمائی۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ط اللہ نے تم میں سے ان کے لئے کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے

---

[1] روم اسلامی محاورے میں ایشیائے کوچک سے عبارت ہے ۱۲ منہ۔

یہ وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو زمین پر خلیفہ کر دے گا جس طرح کہ تم سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور ان کو ان کے دین پر کہ جس کو ان کے لئے اللہ نے پسند کیا ہے قادر کر دیگا اور خوف کے بعد ان کے واسطے امن بدل دیگا وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ بنادیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کریگا وہی فاسق ہے انتہیٰ مقصد سے پہلے ہم چند باتیں بیان کرتے ہیں تاکہ مقصد خوب اچھی طرح واضح ہو جاوے اوّل یہ ہے کہ جب تک کسی لفظ یا کلام کے معنی حقیقی بن سکتے ہوں ان کو چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا تمام جہان کے خلاف اور سب اہل عرف کے نزدیک ناجائز ہے دوم یہ کہ اکثر عرب کی زبان میں تین سے کم کو جمع کے لفظ سے تعبیر نہیں کرتے اور زیادہ خواہ کسی قدر ہوں پس ایک یا دو شخص کے واسطے صیغہ جمع کا نہ بولا جائے گا۔ ہاں فارسی اردو میں دو پر جمع کا صیغہ بولتے ہیں سوم مِنْکُمْ میں مِنْ کے لفظ کے حقیقی معنی بعض ہیں اور کُمْ ضمیر ان کے واسطے ہے کہ جو متکلم کے کلام کے وقت حاضر تھے پس جب یہ ثابت ہو چکا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ بعض[1] مومنین کے واسطے کہ جو اس آیت کے نازل ہونے کے وقت[2] موجود تھے اور وہ بعض مومنین تین[3] ہوں گے یا تین سے زیادہ ان چار چیزوں کا وعدہ کرتا ہے اوّل یہ کہ ان کو زمین میں خلیفہ بناوے گا۔ دوم یہ کہ ان کو ان کے دین پر کہ جو اللہ کے نزدیک بھی پسند ہے خوب مضبوط کر دے گا سوم یہ کہ ان کے عہد میں خوف بالکل جاتا رہے گا امن ہو جاوے گا۔ چہارم یہ کہ وہ خلفاء خاص اللہ ہی عبادت کریں گے۔ اور شرک سے دور رہوں گے چنانچہ اللہ کے وعدے کے موافق ایسا ہی ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا ان کے عہد میں مشرکوں کو عرب سے نکالا گیا۔ اور تمام عرب میں اسلام پھیل گیا اور جو مخالفین تھے ڈر کر ملک چھوڑ گئے اور اہل اسلام میں خوب امن ہو گیا خاص اللہ ہی کی عبادت شب و روز ہونے لگی اور سب ارکان دین بخوبی ادا ہوئے بعد ان کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا ان کے عہد میں اسلام نے اور زیادہ قوت پکڑی یہاں تک کہ شام و مصر اور ایران اہل اسلام کے قبضہ میں آگیا۔ اور بڑی امن چین ہو گئی ہر طرف دینِ اسلام کے جھنڈے بلند ہو گئے بڑے بڑے بادشاہ رعب کے مارے ہزارہا فوج

---

[1] بعض مومنین لفظ من سے سمجھے جاتے ہیں ۱۲ منہ [2] آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود ہونا کُمْ ضمیر مخاطب سے سمجھا جاتا ہے

[3] تین یا تین سے زیادہ ہونا صیغہ ہائے جمع سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ کُمْ اور لیستخلفنہم میں ہم اور لیبدلنہم اور لا یشرکون ہے ۱۲ منہ

کے ساتھ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ چنانچہ یہ بات تمام عالم جانتا ہے یہود و نصاریٰ بھی اس کا اقرار کرتے ہیں پھر ان کے بعد عثمان غنیؓ کو خلیفہ بنایا ان کے عہد میں اور بہت سے ملک مسلمانوں کے قبضے میں آئے اور ایک عالم اسلام کی تلوار سے ڈر گیا ان کے بعد علی مرتضیٰ کو خلیفہ کیا ان کے عہد میں بھی بڑی خیر و برکت نے ظہور کیا طول بربر سے چین تک اور عرض بخارا سے لے کر عدن تک اہل اسلام کے تحت میں آگیا پس جو شخص ابوبکر اور عمر اور عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہ خلیفہ کہ جن کا اس آیت میں وعدہ ہے قرار نہ دیوے تب وہ تبلائے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو لوگ موجود تھے ان میں سے دو اور کون خلیفہ ہیں؟ اگر شیعہ کی طرح علیؓ کو وہ خلیفہ قرار دیا جاوے یا علی کے ساتھ دوسرا خلیفہ حسن کو مانا جاوے اول تو اس آیت کے نزول کے وقت ان کے موجود ہونے میں کلام ہے ولو سلمنا پھر تیسرا اور کس کو قرار دو گے؟ حسینؓ یا ان کی اولاد کرام کا ایسا خلیفہ ہونا تو درکنار ان کو دشمنوں سے جان بچانا ہی مشکل تھا بلکہ شیعہ کے اصول کے بموجب تو ان خلفاء میں حضرت علیؓ داخل ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ شیعہ کہتے ہیں کہ علیؓ تقیہ کرتے تھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے خوف سے فاطمہؓ کا ساتھ نہ دے سکے پس جب دشمن کا ڈر ہوا اور تقیہ کیا تو وہ وعدۂ الٰہی کہاں پایا گیا؟ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمان کو اس آیت کے خلفاء میں داخل کرو تو پھر ان کو برا کہنا اور خائن اور غاصب قرار دینا غلط ہے کیونکہ اللہ اس آیت میں ان خلفاء کے لیے یَعْبُدُوْنَنِیْ وَلَا یُشْرِکُوْنَ۔ فرماتا ہے پس اس آیت سے جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اسی طرح خلفاء اربعہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝ اللہ راضی ہو چکا ان مومنوں سے کہ جو اے نبی تجھ سے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے پھر جان لی دل کی بات پھر اتاری ان پر تسکین اور ثواب دیا ان کو فتح قریب اور بہت سی لوٹیں کہ وہ ان کو لوٹیں گے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے جو لوگ کہ سال حدیبیہ میں نبی صلی اللہ

لہ اس کی تفصیل پہلے ہو چکی وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲ منہ عٰہ (الفتح ۲ پ ۲۶)

علیہ وسلم سے بیعت کرنے میں شامل تھے۔ ان سب کے لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ
یہ چند چیزیں فرماتا ہے اوّل یہ کہ ان سب سے اللہ راضی ہو چکا دوسرے یہ کہ اللہ نے ان پر
تسکین نازل کی۔ تیسرے یہ کہ ان سے فتح قریب کا کہ وہ فتح خیبر ہے وعدہ کیا ہے چوتھے اور
بہت سے غنائم کہ وہ روم اور ایران سے حاصل ہوئے ہیں ان کا وعدہ کیا اور یہ ظاہر ہے
کہ اس بیعت میں خلفائے اربعہ شریک تھے اور فتح خیبر بھی ان کے حصہ میں آئی تھی چنانچہ عمرؓ نے
وہاں کی زمین خیبر عمر میں وقف للہ کردی تھی اور ایران وروم وغیرہ غنائم بھی انہیں کے
سبب سے حاصل ہوئی تھیں وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا الآیہ ـ ـ ـ ـ
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے جو سال حدیبیہ میں حضرتؐ کے ساتھ تھے فرماتا ہے کہ کلمہ
تقویٰ ہم نے ان کے ساتھ لازم کردیا اور وہ اس کے مستحق اور اہل تھے اور یہ ظاہر ہے کہ
سال حدیبیہ میں خلفاء اربعہ بھی شریک تھے۔ پس بموجب خبر اللہ کے ان کے ساتھ بھی کلمہ
تقویٰ لازم ہوگیا اور جو چیز کسی چیز کے ساتھ لازم ہوتی ہے وہ اس سے مدۃ العمر دور نہیں
ہوتی۔ چنانچہ آگ کو حرارت لازم ہے۔ پس آگ سے حرارت کبھی نہ ہوگی اسی طرح خلفائے
اربعہ سے بھی کلمۂ تقویٰ جدا نہ ہوگا جو شخص اصحاب حدیبیہ کو اور خصوص خلفاء کو
یوں کہے کہ حضرتؐ کے بعد معاذ اللہ وہ دین سے پھر گئے اور انہوں نے حق دبایا اور خیانت
کی وہ اللہ کو جھوٹا کہتا ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ
سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِن تُطِيعُوا
يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ٥ کہہ دے اے نبی پیچھے رہ جانے والے گنواروں کو کہ ابھی تم ایک بڑے سخت لڑنے والی
قوم کی لڑائی کے واسطے بلائے جاؤ گے یا تم ان کو قتل کردو گے یا وہ خود مسلمان ہو جاوینگے
پھر اگر تم نے کہا مان لیا تو تم کو اللہ اچھا اجر دے گا اور اگر پہلے کی طرح پھر گئے تو تم کو بڑے
دکھ کی مار سے مارے گا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چند خبریں دی ہیں اوّل یہ کہ وہ بدّو
لوگ کہ جو حدیبیہ میں حضرتؐ کے شریک نہ تھے کسی جنگ کے لئے بلائے جاویں گے دوم
یہ کہ وہ قوم کہ جس کے جنگ کے لئے ان کو بلاویں گے وہ نہایت زبردست قوم ہوگی

سوم یہ کہ جو شخص ان کو بلائے گا اس کی اطاعت فرض ہوگی کہ مان لینے سے اجر ہوگا - اور نافرمانی سے عذاب الیم ہوگا سو مطابق اس خبر کے ایسا ہی ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب کی جنگ کے لئے کہ اسکی قوم بھی بہت زبردست تھی اور شام و روم کی جنگ کے واسطے کہ ان کے مقابلے میں عرب نہایت کمزور تھے جیسا کہ شیر کے آگے بکری ابوبکر صدیق نے تمام عرب کے قبیلوں میں خط بھیجا کہ اب وہ وعدہ آگیا آؤ لڑو اور اجر لو ورنہ عذاب پاؤ گے۔ بس وہ بدوی کہ جو حدیبیہ میں ساتھ نہ تھے وہ بھی اور ان کے ماسوا اور قبائل بھی مدینہ میں جمع ہوئے اول مسیلمہ کو قتل کیا پھر چار سرداروں کو جھنڈے دیکر روم کی طرف بھیجا۔ وہاں انہوں نے اللہ کے حکم کو خوب پورا کیا یہاں تک کہ وہ ملک فتح ہوا پس معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق خلیفہ برحق تھے کہ ان کی اطاعت فرض تھی۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ کہ اس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں دیکھتا ہے تو ان کو رکوع اور سجدے کرتے ہوئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا کے طالب ہیں ان کی علامتیں ان کے چہروں پر ہیں سجدوں کے اثر سے یہ ان کی صفت تورات میں ہے ان کی صفت انجیل میں ہے کھیتی کیسی کہ نکالی اس نے سوئی اپنی پھر قوت دی اس کو پھر موٹی ہوئی وہ پھر سیدھی کھڑی ہوئی پھراپنی جڑ پر کہ اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کسانوں کو انجیل میں حضرت کے اصحاب کی یہ صفت لکھی تھی کہ ایک قوم نکلے گی کھیتی کی مانند اول ایک ہی شاخ ہوگی سو وہ صدیق کا زمانہ ہے پھر قوی ہوگی یعنی عمرؓ سے پھر اس کا پیڑ موٹا ہو جاوے گا یعنی دولت عثمانؓ سے پھر اپنے پیڑ کے سہارے سے اوپر بڑھے گی یعنی علیؓ کی برکت و شوکت سے ۔پس یہ آیت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے اس میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ چند وصف ذکر کرتا ہے اوّل یہ کہ وہ کفار پر سخت ہیں دوم یہ کہ آپس میں مہربان ہیں تیسرے یہ کہ رات دن اللہ کے فضل اور رضا کی طلب میں رہتے ہیں

چوتھے یہ کہ سجدوں کے انوار ان کے منہ پر چمکتے ہیں پانچویں یہ کہ یہ خوبیاں ان کی توراۃ میں ہیں اور انجیل میں وہ صفتیں ہیں جو پہلے ذکر ہوئیں چنانچہ کفار پر سخت ہونا حضرت عمرؓ کا مشہور ہے اور رحمدلی عثمان غنیؓ کی مشہور ہے اور شب و روز ہر شخص اللہ کی رضا کا طالب رہا کرتا تھا دنیا و مافیہا سے انہیں کچھ کار نہ تھا۔ اور سجدوں کے آثار حضرت علیؓ کے چہرہ پر ہر شخص کو نظر آیا کرتے تھے پس انجیل و توراۃ میں ان کی یہ تمام صفات موجود تھے چنانچہ جب بیت المقدس فتح ہونے میں نہ آیا تو وہاں سے فوج کے امیر نے حضرت عمرؓ کی طرف نامہ لکھا کہ یہاں کے اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس شہر کو فتح کرے گا ہم اس کو خوب پہچانتے ہیں اس کی تمام علامتیں ہمارے ہاں لکھی ہوئی ہیں اگر تمہارا سردار وہ ہے تو اسے بلاؤ تاکہ ہم پہچانیں اگر وہی ہوا تو ہم خود قلعہ کے دروازے کھول دیں گے پس جب حضرت عمرؓ کے پاس یہ نامہ آیا حضرت علیؓ کے مشورے سے آپ وہاں پہنچے۔ کفار نے شہر پناہ پر چڑھ کر ان کو دیکھا۔ اور کہا بیشک یہ وہی ہے پھر دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ یہ قصہ بعض محققین نصاریٰ نے بھی لکھا ہے اور اگر اب توراۃ و انجیل میں صحابہ کی فضیلت نہیں تو کچھ عجیب نہیں کیونکہ انہوں نے اس قسم کی تمام خبریں اپنی کتابوں سے نکال ڈالیں چنانچہ پہلے ہم ان کی تحریف ثابت کر چکے ہیں لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ یہ اوصاف انکو اسلئے عطا کئے ہیں تاکہ کفار ان سے غصہ کریں اور جلیں یہاں سے ثابت ہوا کہ جو شخص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیظ و غصہ رکھے گا وہ کافر ہے کیونکہ کافروں کو بھی ان سے غیظ و غضب ہے سوائے ان آیات کے اور بہت سی آیات ہیں کہ جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل

لے توریت سفر استثناء کے تیتیسویں باب کے شروع میں ہے اس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اس سے مراد صحابہ ہیں جو فتح مکہ میں شریک تھے جن کے ساتھ آپ آئے تھے اور ٹھیک تعداد اصل لڑنے والوں کی اس روز یہی تھی قدسی کا لفظ بڑا وسیع المعنی ہے تمام صفات حمیدہ کو شامل ہے اس لئے مثلھم فی التوراۃ کا حوالہ صحیح ہوا انجیل متی کے تیرھویں باب میں صحابہ کو کھیتی سے دو جگہ تشبیہ دی ہے کہ تخم اچھی زمین میں گرے جو پھل لادے کچھ سو گنے کچھ ساٹھ گنے کچھ تیس گنے اچھی زمین سے مراد ملک عرب ہے جن میں اسلام کا تخم گرا صدیقؓ کے عہد میں اس کی شاخ نکلی تھی عمرؓ کے عہد میں پھل آیا عثمانؓ کے عہد میں ساٹھ گنا باہمی لڑائیوں کی وجہ سے علیؓ کے عہد میں صرف تیس گنا پھل لگا یہ ہیں۔ مثلھم فی الانجیل کے معنی ان محرف کتابوں سے اتنا پتہ لگتا ہے اصل کتابوں میں تو صاف صاف ہوگا۔

مذکور ہیں۔ لیکن اب کچھ احادیث سے ان کے فضائل ذکر کرتا ہوں۔

مناقب صحابہ از حدیث بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے اصحاب کو گالی نہ دو اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے گا صحابہ کے آدھ سیر جو کے برابر نہ پہنچے گا۔ سنن نسائی میں ہے کہ نبی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کی تعظیم کرو وہ تم سے اچھے ہیں پھر وہ لوگ ہیں کہ جو ان کے بعد ہوں گے جامع ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا اس کو دوزخ آگ نہ چھوئے گی اور نہ اس کو کہ جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے جامع ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھُمْ فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ الحدیث میرے اصحاب کے بُرا کہنے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو اُن سے محبّت رکھے گا ان کی محبتؓ سے میں اس سے محبّت رکھوں گا اور جو ان سے بُغض رکھے گا پس ان کے بغض سے میں اس سے بغض رکھوں گا اور جس نے ان کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے اللہ کو ستایا اللہ اس کو بہت جلد خراب کرے گا شرح السنہ میں انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل اصحابی فی اُمتی کالملح فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالملح کہ میرے اصحاب کی مثال میری امت میں ایسی ہے جیسا نمک کھانے میں کہ کھانا بغیر نمک کے درست نہیں ہوتا۔

مناقب ابوبکر صدیقؓ بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا خلیل کے دو معنی ہیں اوّل یہ کہ اس کی محبّت دل میں پیوست ہو جائے سو اس مرتبہ کی محبت حضرت کو اللہ کے سوائے کسی کی نہ تھی دوسرے وہ کہ اس سے حاجات طلب کی جاوے سو حاجات بھی حضرت اللہ ہی سے طلب کرتے تھے مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تو اپنے باپ ابوبکر اور بھائی عبدالرحمٰن کو بلا کہ میں اس کے لئے لکھ دوں کیونکہ مجھے خوف ہے

۱؎ بعض محدثین نے اس کے معنی یوں رکھے ہیں کہ میری محبت سے ان کی محبت کی اور میرے بغض سے ان سے بغض رکھا ۱۲ منہ۔

کہ کوئی اور آرزو کرنے والا آرزو کرکے نہ کہے کہ میں ہوں اور اس کو اللہ اور مسلمان قبول نہ کریں یعنی ابو بکرؓ کو بلاؤ کہ خلافت کے وہ مستحق ہیں ان کے نام لکھ دوں تاکہ اور کوئی شخص دعویٰ نہ کرے صحیحین میں ہے کہ ایک عورت نے حضرتؐ سے کچھ سوال کیا آپ نے فرمایا پھر آنا اس نے کہا اگر آؤں اور آپ نہ ہوں تو کس کے پاس آؤں کہا ابو بکرؓ کے پاس آنا اس سے معلوم ہوا کہ حضرتؐ نے اپنے دل میں ابو بکرؓ کو خلیفہ مقرر کر رکھا تھا ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے ابو بکرؓ کو فرمایا انت صاحبی فی الغار و صاحبی فی الحوض۔ کہ تو میرا ہم صحبت غار ثور میں تھا اور حوض کوثر پر بھی تو میرا ہم صحبت ہے غار ثور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکرؓ ہی تھے۔ چنانچہ قرآن میں ہے ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک بار ابو بکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ۔ کہ تو اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد ہو گیا ہے سو جب سے آپ کا لقب عتیق اللہ ہوا ہے ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے وہ دروازہ جنت کا دکھا دیا ہے کہ جس میں سے میری امت داخل ہو گی۔ ابو بکرؓ نے عرض کیا کیا ہو کہ جب میں بھی آپ کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! تو میری سب امت سے پہلے جنت میں داخل ہو گا۔

مناقب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلی امت میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمرؓ ہے۔ محدث اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دل پر اسرار غیبی القا ہو دیں سو اکثر اسرار غیبی حضرت عمرؓ سے بہت ظاہر ہوتے تھے چنانچہ منزلوں کی مسافت سے ساریہؓ کو دیکھ لیا تھا ابو داؤدؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے عمرؓ کی زبان پر حق رکھا ہے ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا صحیحین میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب عمرؓ کو بعد موت کے چارپائی پر لٹایا اور لوگوں نے ان کے لئے استغفار شروع کیا تو ایک شخص میرے پیچھے میرے مونڈھوں پر ہاتھ رکھ

لے رسول تھا غار میں دوسرا دو میں کا کہتا تھا اپنے ساتھی سے مت غم کر اللہ ہمارے ساتھ ہے ۱۲ منہ۔

کر یوں کہنے لگا کہ اللہ تم پر رحمت کرے مجھے امید ہے کہ اللہ تم کو تمہارے دونوں دوستوں کے ملا دیگا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ سے) کیونکہ میں نبی صلعم کو اکثر تمہیں دونوں کا ذکر کرتے ہوئے سنتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ فلاں جگہ تھے ہیں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ وہاں گئے تھے ہیں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ وہاں سے آئے تھے ہیں نے پیچھے منہ پھیر کر دیکھا تو وہ کہنے والے علیؓ بن ابی طالب تھے ترمذیؒ نے انسؓ سے روایت کیا اور حضرت علیؓ سے ابن ماجہؒ نے نقل کیا کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے ابوبکرؓ اور عمرؓ جنت میں سب اولین اور آخرین بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور رسولوں کے یعنی انبیاء اور رسولوں کے سوائے جس قدر بڑی عمر کے لوگ اس امت کے جنت میں جاویں گے ان سب کے ابوبکرؓ اور عمرؓ سردار ہوں گے جس طرح کے نوجوانوں کے حسنؓ وحسینؓ سردار ہوں گے اور عورتوں کی سیدۃ النساء فاطمہؓ سردار ہوں گی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کے واسطے دو شخص آسمان والوں میں سے اور دو زمین والوں میں سے وزیر ہوتے ہیں پس آسمان کے رہنے والوں میں میرے وزیر جبرئیلؑ اور میکائیلؑ ہیں اور زمین کے رہنے والوں میں سے ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے وزیر ہیں۔

مناقب عثمان ذی النورینؓ صحیح مسلمؒ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کے لئے فرمایا ہے کہ جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس سے میں کیوں نہ حیا کروں یعنی عثمانؓ سے صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کے لئے جنت میں ایک رفیق ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمانؓ ہے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ عثمانؓ ہزار دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جیش العسرۃ[۱] کی تیاری کے لئے لائے تو حضرتؐ نے ان کو کپڑے میں رکھ کر اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی عمل ضرر نہ کرے گا امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اُحد پہاڑ پر چڑھے پہاڑ لرزنے لگا حضرت نے لات مار کر فرمایا کہ ٹھیر اے احد تجھ پر ایک

---

[۱] تبوک بجانب شام ایک جگہ ہے وہاں کا حاکم نصرانی تھا حضرتؐ نے بسبب اس کی سرکشی کے اس پر چڑھائی کی جب گرمی اور تنگدستی بہت تھی اس لئے اس فوج کو جیش العسرۃ یعنی تنگ دستی کی فوج کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

نبی اور ایک صدیق اور دو شہید کے سوا اور کوئی نہیں ہے پس نبی تو آپ تھے اور صدیق
ابوبکرؓ اور دو شہید عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔

مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ

امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو فرمایا کہ تو مجھ سے اس طرح ہے کہ جس طرح موسےؑ سے ہارونؑ تھے مگر میرے بعد نبی نہیں ہے یعنی جس طرح موسیٰؑ کے بھائی بڑے کامل مرتبہ کے ہارونؑ تھے میرا چھوٹا بھائی بڑے کامل مرتبہ کا تو ہے مگر ہارونؑ نبی تھے تم نہیں۔ فقط یہ فرق ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مجھے اس کی قسم کہ جس نے زمین سے دانہ نکالا اور روح کو پیدا کیا مجھ سے نبی اُمیّ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد کیا تھا کہ جو مومن ہوگا وہ تجھ سے دوستی رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہ تجھ سے عداوت رکھے گا۔ ترمذیؒ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں۔ امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے زید بن ارقمؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؓ مولیٰ ہے۔ ترمذیؒ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے امام احمدؒ نے ام سلمیٰؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے علیؓ کو گالی دی اس نے مجھ کو گالی دی امام احمدؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے علیؓ تیری مثال عیسیٰؑ کی ہے۔ یہود کو ان سے یہاں تک بغض ہوا کہ ان کی ماں کو بہتان لگایا اور نصاریٰ کو ان سے ایسی محبّت ہوئی کہ جو مرتبہ ان کے لائق نہ تھا وہ ان کے لئے ثابت کیا (یعنی ان کو خدا کا بیٹا کہا) پھر علیؓ نے فرمایا کہ میرے معاملہ میں بھی دو شخص ہلاک ہونگے ایک وہ کہ جو مجھ سے یہاں تک دوستی کرے گا کہ جو میرے لائق نہیں وہ میرے واسطے ثابت کرے گا ایک ایک مجھ سے عداوت کرنیوالا کہ وہ میری شان کو کم کرے گا اور حسد کے مارے مجھ پر بہتان لگاویگا پس ایسا ہی ہوا کہ شیعہ کو نصاریٰ کی طرح حضرت علیؓ کی یہاں تک محبّت ہوئی کہ ان کو اکثر جہلا نے خدا سمجھ لیا اور ہر مصیبت کے وقت یا علیؓ مدد پکارنا شروع کیا اور ان کے نام کے روزے رکھنا اور انکو حاجت روا قرار کر لیا اور انکے مقابلہ

میں کبار صحابہ کو جن کی مدح قرآن و حدیث میں ہے بُرا کہنا لعن طعن کرنا شروع کیا اور خوارج اور نواصب نے بیہود کی طرح حضرت علیؓ سے وہ عداوت کی کہ ان پر عثمان غنیؓ کے قتل کا بہتان لگایا اور طرح طرح کے عیوب ان میں ثابت کئے افراط و تفریط سے خالی اہل حق ہیں کہ نہ وہ ان کو شیعہ کی طرح حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں اور نہ خوارج و نواصب کی طرح ان کی جناب میں کوئی کلمہ گستاخی نکالتے ہیں۔

الغرض قرآن و احادیث سے حضرت کے صحابہؓ اور اہل بیت کے بہت فضائل ثابت ہیں. مسلمانوں کو واجب ہے کہ سب کی دل سے محبت اور سب سے حُسن عقیدت رکھے اور سب اُمت میں ان کو افضل اور بہتر جانے اور جب کسی کا نام سنے رضی اللہ عنہ کہے کیونکہ ان لوگوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے سالہا سال حضرتؐ کے ساتھ معاشرت کی ہے قرآن اُن کے روبرو نازل ہوا ہے بس یہ لوگ دین کے اصول ہیں انہیں سے پچھلوں کو دین پہنچا ہے اور قرآن میں یہی لوگ مخاطب بالذات ہیں بدر اور احد وغیرہ جہادوں میں حضرت کے ساتھ انہوں نے بڑی بڑی محنتیں اٹھائی ہیں ان کے لئے اللہ نے قرآن میں جنت کا وعدہ فرمایا ہے معاذ اللہ اگر یہی لوگ بُرے ہیں اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے اثر نہ کیا تھا تو پھر کون بھلا ہے اور کس میں حضرتؐ کی صحبت مؤثر ہوئی ہے۔؟

شیعہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسے جھوٹے قصوں کے اعتماد پر کہ جن کا بسند صحیح ثبوت نہیں یقینی ہونا تو درکنار حضرت کے اصحاب کو کہ جن کی خوبیاں قرآن میں مذکور ہیں اور ان کا ثبوت یقینی ہے بُرا کہتے ہیں اور طرح طرح کے عیوب ان میں ثابت کرتے ہیں اور ان کی عداوت کو اور ان پر لعن طعن کرنے کو اپنا ایمان بنا رکھا ہے اور اہل بیت میں سے بھی بہت لوگوں کو بُرا کہتے ہیں اہل بیت گھر والی کو کہتے ہیں سو اوّل گھر والی بیوی ہوتی ہے اور بعد میں بیٹے بیٹیاں نواسے نواسیاں بھانجے بھتیجے علیٰ ہذا القیاس سو حضرتؐ کے چچا عباسؓ اور ان کے بیٹے عبد اللہ کو اور حضرت کی بیویوں کو اور خصوص عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بُرا کہتے ہیں اور حضرت کی بیویوں کو کیا کیا عیب لگاتے ہیں اور کیسے کیسے نالائق

ف۔ محبت اہل بیت ہی شیوۂ ایمان ہے ۱۲ منہ۔

کلمات ان کی شان میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی کسی ادنیٰ شخص کی بیوی کو ایسا کہے تو وہ اس کا کبھی منہ بھی نہ دیکھے واہ حضرت کی روح پُرفتوح جنت میں جب یہ حضرتؐ کے اصحاب اور اہل بیت کو اور خصوص بیویوں کو بُرا کہتے ہوں گے کیا خوش ہوتی ہوگی ؟ اور کیا اولاد صائع ہے کہ ماں کے لئے کیا کیا عیب ثابت کرتے ہیں اور حیف صد افسوس ہے ان مسلمانوں پر کہ جو ایسے لوگوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ تعزیہ داری میں شریک ہوتے ہیں اور ان سے شادی بیاہ کرتے ہیں کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں سے بھی جناب سید المرسلین علیہ السلام ناراض ہوں گے اور ان کو حوض کوثر سے دور ہانکیں گے اور اکثر ایسے لوگوں کی دنیا ہی میں صورتیں مسخ ہو گئی ہیں الہٰی مجھ کو اور میرے سب احباب اور اقربا کو اور کل مسلمانوں کو حضرتؐ کی اور حضرتؐ کے اصحاب اور اہل بیت کی محبت کامل نصیب کر اور ان کے ساتھ حشر فرما آمین آمین یارب العالمین۔

فصل سوم۔ کلمات کفر کے بیان میں۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کفر شرع میں ایمان کی ضد ہے پس جن چیزوں پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق ایمان تفصیلی میں ضرور ہے ان کے انکار کرنے سے خواہ دل میں انکار کرے یا زبان سے کوئی کلمہ ایسا نکالے کہ جس سے صراحتہً یا اشارتہً انکار ثابت ہو جاوے یا دل میں شک لاوے یا کلمات شک زبان سے نکالنے سے خواہ ان سے صراحتہً شک ثابت ہووے یا اشارتہً یا کسی ایسے کار سے کہ جو منافی تصدیق ہو قطعی کافر ہو جاتا ہے جب تک توبہ نہ کرے گا مومن نہ ہوگا خواہ یہ شخص آپ کو مومن سمجھے اور عبادات اور ریاضات شاقہ عمل میں لاوے۔ اور کفار کی طرح ہمیشہ جہنم میں جلے گا نعوذ باللہ منہا مومن کو چاہیئے کہ ایمان لانے کے بعد اس کی محافظت رکھے اور جن چیزوں سے ایمان جاوے اور کفر لازم آوے ان سے دور رہے کیونکہ ثابت رہنا بھی نجات کے لئے شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ یعنی جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر بھی قائم رہے تو ان کو کچھ غم و خوف نہ ہوگا اس لئے ان کلمات کفر کا کچھ مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔ تاکہ مومنین

خبردار ہو کر پرہیز کریں اور قاعدہ کلیہ اس کا میں ابھی بیان کر چکا ہوں پس موجبات کفر موافق بیان سابق کے چند اقسام ہیں۔

قسم اوّل وہ کلمات کہ جو صراحۃً انکار پر دلالت کرتے ہیں مثلاً کسی نے کسی کو کہا کہ نماز پڑھ یا روزہ رکھ اس نے سن کر کہا کہ نماز فرض نہیں یا روزہ فرض نہیں پس یہ شخص کافر ہو گیا کیونکہ نماز روزہ کا فرض ہونا قرآن سے ثابت ہے جس چیز کی فرضیت قرآن کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے معلوم ہو جاوے جو شخص اس کو فرض نہ کہے گا کافر ہو گا اسی طرح جس چیز کا حلال ہونا اس طرح سے ثابت ہو چکا ہے جو اس کو حرام کہے گا کافر ہو گا اسی طرح جس چیز کا حرام ہونا قرآن کی ظاہر عبارت یا حدیث متواتر سے ثابت ہو جو اس کو حلال کہے گا کافر ہو جاوے گا پس جس نے کہا کہ خنزیر یا سود کھانا یا زنا یا جھوٹ بولنا یا ناحق قتل کرنا یا ظلم یا سحر کرنا یا شراب پینا یا جُوا کھیلنا یا غیبت کرنا حلال ہے کافر ہو گیا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کیا مثلاً کہا کہ اللہ ہر چیز پر قادر نہیں یا وہ ہر شخص کی دعا نہیں سنتا یا فلاں فلاں چیزوں کی اس کو خبر نہیں یا وہ ہمیشہ سے نہیں ہے یا وہ کلام نہیں کرتا یا وہ مردہ ہے یا مر جاوے گا پس ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا یا اس کے لئے کوئی بُری صفت ثابت کرے مثلاً کہا کہ اللہ ظلم کرتا ہے یا اس کے جورو بیٹے ہیں یا وہ کھاتا پیتا ہے یا وہ سوتا ہے ہے یا کسی عورت یا لڑکے سے عشق رکھتا ہے یا جماع کرتا ہے یا اس کے لئے ماں باپ بھائی برادر ہیں یا وہ کسی مرد یا عورت کی شکل میں ہے یا وہ بخیل ہے یا وہ کسی سے ڈر جاتا ہے یا کسی سے مغلوب ہو جاتا ہے یا کسی چیز کو بھول جاتا ہے بہت کام کرنے سے تھک جاتا ہے پس ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا۔ یا اس کے کسی نام کا انکار کیا اور کہا رحیم یا رحمٰن یا اللہ مثلاً اس کا نام نہیں ہے کافر ہو گیا یا کسی نبی کا انکار کیا مثلاً کہا کہ موسیٰؑ یا عیسیٰؑ یا محمد مصطفیٰؐ یا آدمؑ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) نبی نہیں ہیں کافر ہو گیا یا کسی کتاب الٰہی کا انکار کیا یا ان میں سے کسی ایک تھوڑے سے کلام کا انکار کیا کافر ہو گیا۔ یا انبیاء کو جھوٹا کہا یا کتاب الٰہی کو یا اس کے کسی ایک ادنیٰ جز کو جھوٹا کہا کافر ہو گیا۔ یا فرشتوں کا انکار کیا مثلاً یوں کہا کہ فرشتہ کا وجود نہیں اگر ہوتا تو ہمیں بھی دکھلائی دیتا۔ لوگوں کے سنانے کو قرآن میں فرشتہ کا ذکر کیا ہے کافر ہو گیا یا

فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کافر ہوگیا یا حشر کا انکار کیا مثلاً یوں کہا کہ مرنے کے بعد کوئی نہیں جئے گا یا اللہ سے آسمان و زمین فنا نہیں ہوسکتے۔ یا حساب نہ ہوگا یا کہا دوزخ جنت سا فقط لوگوں کے ڈرانے اور خوش کرنے کو ذکر کردیا ہے ورنہ ہیں نہیں یا جنت و دوزخ کے کسی ثواب وعذاب خاص کا کہ جو قرآن میں مذکور ہے انکار کیا مثلاً کہا وہاں حوریں نہیں یا غلمان نہیں یا دوزخ میں زقوم کا درخت نہیں یا کسی دوزخی کے لئے ستر گز کی زنجیر نہ ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس کافر ہوگیا۔ یا اللہ کے کسی حکم کو کہا کہ اس کو میں نہیں مانتا مثلاً کسی نے کہا چلو شریعت سے فیصلہ کرائیں دوسرے نے کہا میں شریعت کے فیصلے پر راضی نہیں کافر ہوگیا کس لئے کہ ایمان فقط جان لینے ہی کو نہیں کہتے ورنہ کافر بھی اللہ اور رسول کو حق جانتے تھے بلکہ مان لینا بھی شرط ہے یا کہا اور سب احکام الٰہی کو تو مانتا ہوں مگر زکوٰۃ یا روزے یا نماز یا حج کے حکم کو نہیں مانتا کافر ہوگیا۔ مثلاً کسی نے کہا کہ تم فلاں بُرے پیشے کو چھوڑ دو اس نے کہا خدا نے ہم کو یہی فرمایا ہے کافر ہوگیا۔

قسم دوم | وہ کلمات ہیں کہ جن سے اشارۃً انکار ثابت ہووے مثلاً انہیں پہلی چیزوں کو اس طرح سے کہے کہ اس سے انکار نکلتا ہو مثلاً کسی نبی کی اہانت کی یا ان کی کسی بات پر عیب لگایا یا ان کے کسی فعل پر ہنسی کی یا ان کے حسب ونسب شکل وصورت پر طعن کیا یا کسی نے کہا کہ سب دینوں پر اسلام حق ہے کسی نے سن کر کہا کہ سب دین حق ہیں کافر ہوگیا یا نجومی یا کاہن کو سچا کہا کافر ہوگیا۔

قسم سوم | وہ کلمات ہیں کہ جن سے شک صراحۃً ثابت ہووے مثلاً کہا کہ مجھے اللہ کے کریم ہونے میں یا رحیم یا رزاق ہونے میں شک ہے کافر ہوگیا یا کہا اس کے عادل ہونے میں شک ہے کافر ہوگیا یا کہے مجھے فرشتوں کے یا رسولوں کے یا کتابوں کے وجود میں شک ہے یا قیامت کے ہونے میں شک ہے کافر ہوگیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو چیزیں قطعی الثبوت ہیں اگر ان میں شک و شبہ کرے گا کافر ہو جاوے گا۔

قسم چہارم | وہ کلمات ہیں کہ جن سے اشارۃً شک ثابت ہووے مثلاً کسی نے کہا کہ قیامت ضرور آوے گی۔ کسی نے سن کر کہا دیکھا چاہیئے۔ کافر ہوگیا یا کسی نے کہا جنت میں مومنوں کو بڑی نعمتیں ملیں گی

اور کافروں کو بڑے سخت عذاب ہوں گے اس نے کہا کیا خبر ہے کافر ہوگیا علیٰ ہذا القیاس اگر کسی نے کوئی کلمہ کفر کہا اور اس کو معلوم نہیں کہ یہ کلمۂ کفر ہے بعض علمائ کے نزدیک جہل عذر نہیں کافر ہوگیا بعض کہتے ہیں نہ جاننا عذر ہے کافر نہیں ہوا۔

قسم پنجم وہ افعال ہیں کہ جن سے انکار یا شک صراحۃً یا اشارۃً سمجھا جاوے مثلاً کسی نے قرآن مجید کی اہانت کی راہ سے نجاست یا آگ میں ڈالا کافر ہوگیا یا اہانت کی راہ سے کعبہ کی طرف پیشاب کیا یا تھوکا کافر ہوگیا یا اہانت کی راہ سے کسی مسجد کو گرا دیا یا کسی عالم کو مار ڈالا کافر ہوگیا یا شرع کی کسی بات پر ٹھٹھا کیا مثلاً ایک شخص واعظِ قرآن کی نقل کرنے لگا اور چند لوگ اس کے آس پاس بیٹھ کر ہنسی سے اس سے مسائل پوچھنے لگے پس وہ سب کافر ہوگئے یا ثواب جان کر کسی کفری رسم کو عمل میں لایا مثلاً زنار گلے میں ڈالا یا صلیب ڈالی یا ہنود کی مانند ماتھے پر ٹیکہ لگایا یا ان کے کسی خاص لباس کو پہنا یا ہولی دیوالی نوروز کو منایا ان سب صورتوں میں کافر ہوگیا اگر گناہ جان کر کرے گا تو گنہگار ہوگا کافر نہ ہوگا اور اگر کسی کے خوف سے کریگا کہ اگر نہ کروں گا تو وہ مجھے مار ڈالے گا یا ضرر پہنچاوے گا تب گناہ بھی نہیں یا کسی بت کے نام یا کسی قبر کے نام بکرا ذبح کیا یا ان کو سجدہ کیا یا توپ یا تھان یا دریا یا چبوترہ یا جھنڈے کے آگے جانور ذبح کیا یا اللہ کے سوا کسی کو سجدہ یا اور افعال شرک ظہور میں لایا ایمان گیا کافر و مشرک ہوگیا یا قبلہ معلوم ہوتے ہوئے بے عذر اور طرف منہ کر کے نماز پڑھی کافر ہوگیا یا کسی امر منہی عنہ کو حلال سمجھ کر کیا مثلاً زنا کو درست جان کر کیا یا شراب کو مباح سمجھ کر پیا یا اور گناہ اسی طور سے کیا کافر ہوگیا یا کوئی شخص مسلمانوں یا کافروں کے عین مقابلے کے وقت کفار کے ساتھ ہوگیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا کافر ہوگیا اس لئے کہ یہ جمیع افعال انکار یا شک دین پر دلالت کرتے ہیں فائدہ جس وقت کسی نے کفر کی نیت کی اسی وقت کافر ہوگیا خواہ نیت دس برس کے لئے کی ہووے مثلاً کسی نے نیت کی کہ اگلے سال کرسٹان یا یہودی ہوجاؤں گا وہ ابھی کافر ہوگیا اللہ سے نڈر ہونا کفر ہے۔ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا بھی کفر ہے۔ إِنَّهٗ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔

ایمان خوف اور رجاء میں ہے پس اللہ سے ڈرتا بھی رہے کہ وہ بے پرواہ ہے جہنم میں ڈال دے اور کچھ پرواہ نہ کرے اور اس سے امید نجات کی بھی رکھے کہ نہایت رحیم اور کریم اور بڑا احسان کرنے

والا ہے جو کہ اس سے مانگتا ہے وہ عطا کرتا ہے اپنے بندوں کو بخش دے گا اور کچھ پروا نہ کرے گا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَدْخِلْنَا جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ۔

تنبیہ محققین علماء فرماتے ہیں کہ جن چیزوں پر ایمان تفصیلی ہیں ایمان لانا ضرور ہے جب تک کوئی شخص ان کا انکار یا شک نہ کرے یا کوئی ایسا فعل کہ جس سے انکار وشک سمجھا جاوے اس سے ظہور میں نہ آوے کافر نہیں ہوتا پس مفتی کو ضرور ہے کہ جب تک موجبات کفر نہ دیکھے بے دھڑک کسی مسلمان کو کافر نہ بنا دیا کرے اس لئے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ اسلام کے گمراہ فرقوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے تھے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی کسی کو لعنت کرتا ہے یا کافر کہتا ہے تو کلمہ اس کلمہ کو آسمان تک لے جاتے ہیں پس اگر جس کو کہا ہے وہ اس کے قابل ہے تو اس پر ڈال دیتے ہیں ورنہ جس نے کہا تھا آخر وہ کلمہ اس پر پڑتا ہے بعض لوگوں نے ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں کسی شخص نے ان کے معتقدات میں سے خواہ وہ خلاف واقع ہی ہوں کسی چیز کا ذرا بھی انکار کیا اس کو اسی وقت کافر بنا دیا گویا کفر و اسلام ان کے معتقدات ماننے نہ ماننے پر منحصر ہے۔

وصیت ایمان سے زیادہ کوئی نعمت نہیں کیونکہ گنہگار بھی ایمان کی بدولت جہنم سے نجات پاوے گا اور آخر کار جنت میں جاوے گا پس اس کی محافظت ہر وقت واجب اور اس کی زینت کے واسطے گناہوں سے بچنا عبادت میں مصروف رہنا مناسب ہے اس عالم جسمانی کی ہر چیز فانی ہے وہ عالم جاودانی ہے پس کوئی عاقل یہاں کی کسی چیز سے دل نہ لگائے بلکہ عالم قدس کا مشتاق ہو کر مبدء فیض واجب الوجود اصل ہر موجود باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرے ؎

دل بآرامے کہ داری دل درو بند ۔۔۔ دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اے انسان آلودگی جسمانی کو چھوڑ عالم قدس کی طرف منہ موڑ رشتۂ علائق کو موت سے پہلے توڑ

؎ زد سحر طائر قدسم ز سر صدرہ صفیر ۔۔۔ کہ درین دام گہہ حادثہ آرام مگیر
قدسیاں بہر تو آراستہ عشرت کدہ انس ۔۔۔ تو درین غم کدہ چوں غمزدگان ماندہ اسیر

دنیا بھر میں پھر کوئی دوبارہ نہیں آئے گا جو کچھ کرنا ہے آج کر لو کل خدا جانے کیا ہے؟ پس اگر کسی کو کہیں سے شبہ ہو جاوے تو فوراً کسی عالم ربانی سے حل فرما دے۔ اور اگر

کوئی نہ ملے تو یوں سمجھے کہ اللہ اور اس کے رسول سے کوئی دانا تر نہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا سب حق ہے یہ میرے فہم کا قصور ہے کیونکہ ہزار ہا امور دنیویہ کی ادراک سے فہم مقصور ہے الٰہی تو نے جس طرح بن مانگے اپنی رحمت کاملہ سے ہم کو ایمان عطا فرمایا ہے اسی طرح اس کو ہر آفت سے بھی بچا اور ہم کو جنت الفردوس عطا فرما اور دنیا اور آخرت میں کوئی تکلیف نہ دکھلا۔ اِنَّکَ بَرٌّ رَّؤُفٌ رَّحِیْمٌ وَّجَوَادٌ کَرِیْمٌ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَ عَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِہِ الصّٰلِحِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ اٰمِیْن۔

تمت

قطعۂ تاریخ تالیف للمؤلفہ

چون دریں روز ہا بفضل خدا — یافت این نسخہ صورتِ اتمام
داشتم سال آن کہ کسے — گفت با من تمام گشت کلام
سنہ ۱۲۹۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شمس العلماء مولانا عبد الحق مفسر تفسیر حقانی کی زندگی کے جستہ جستہ حالات

از حکیم محمد اسحٰق حقانی

قبل اس کے کہ میں حضرت قبلہ شمس العلماء مولانا ابو محمد عبد الحق محدث و مفسر تفسیر حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور آپ کی دینی و ملی خدمات پر قلم اٹھاؤں یہ عرض کر دوں کہ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اپنے فرض میں کوتاہی برتی اور آج تک یہ احساس نہ ہوا کہ جس ہستی نے میری پرورش کی تعلیم و تربیت دی اور جن کی نسبت و نام سے دنیا میں متعارف ہوا ان کی زندگی کے اہم واقعات اور وہ قومی و ملی خدمات جو مشعل راہ بنانے کے قابل ہیں۔ قوم کے سامنے پیش کرتا۔ پھر ایسی حالت میں کہ آپ کے فرزندان گرامی مولانا عبد القیوم مولانا ابو الحسن۔ مولانا ابو الخیر رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں میری یہ غفلت اور بھی سنگین ہو جاتی ہے اور اس لئے بھی کہ میرے والدین کا انتقال میری خورد سالی میں ہو گیا تھا۔ میرا دنیا میں کوئی سہارا نہ تھا۔ یہی برگزیدہ ہستی تھی کہ جس نے مجھے سرپرستی میں لے کر اس طرح پرورش تعلیم و تربیت کا حق ادا کیا کہ سوائے خاندان کے چند افراد کے کسی کو یہ بھی علم نہ ہو سکا کہ یہ بدنام کنندہ حضرت علامہ حقانی کا فرزند نہیں بلکہ برادر زادہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت کی حیات میں مجھے خود بھی یہ احساس نہیں ہوا چنانچہ عام دلی والے مجھے مولانا کا فرزند ہی سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں۔

اس حقیقت کے واضح کر دینے کے بعد یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میں اس فرض کو ایسے ہی نامساعد وقت میں انجام دینے پر آمادہ ہوا ہوں کہ حضرت کے حالات زندگی لکھنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی ان سے محروم ہوں۔ یہ کام مجھے تقسیم ہند سے بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا جبکہ میرے پاس اس سلسلہ کا تمام مواد موجود تھا۔ اب جو کچھ میں قلم بند کر رہا ہوں اس کی بنیاد مولانا جان محمد عارف مرحوم مغفور کی وہ کشکول ہے جس میں آپ کے مختلف نوٹ ہیں۔ مولانا جان محمد عارف خدا ان کو غریق رحمت فرمائے میرے شفیق استاد تھے جن سے میں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اور جو حضرت قبلہ مولانا حقانی کے ایسے شاگرد رشید تھے جو سفر و حضر میں کامل تیس ۳۰ سال تک حضرت کی خدمت میں رہے جب کبھی حضرت قبلہ اپنی زندگی کے کچھ حالات بیان فرماتے تو مولانا جان محمد اپنی کاپی میں درج کر لیا کرتے تھے۔ جس پر کشکول جان محمد تحریر ہے اس سے ان کی یہ غرض تھی کہ کسی وقت ان حالات کو ترتیب دے کر سوانح کی شکل دی جا سکے۔ حضرت قبلہ کی وفات کے بعد آپ کے منجھلے فرزند مولانا ابو الحسن حقانی طویل علالت میں مبتلا ہو گئے جن کو مولانا جان محمد اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے مولانا ابو الحسن کے انتقال کے بعد مولانا جان محمد خود طویل علالت میں مبتلا ہو گئے اور وہ اس خدمت کو انجام نہ دے سکے۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں اجمیر شریف میں تھا۔ کہ مجھے مولانا موصوف کا دہلی سے ایک کارڈ موصول ہوا جس میں تحریر تھا۔ میرے پچاس سالہ رفیق میں اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہوں صرف تم کو دیکھنے کی آرزو ہے۔ فوراً چلے آؤ جان محمد ۱۲ ستمبر ۴۵ء۔ اس کارڈ کے دیکھتے ہی میں دہلی پہونچا اور اپنے شفیق استاد کی قدم بوسی حاصل کی تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا کہ الماری سے میری کشکول نکال لو۔ میں نے

وہ کاپی نکالی تو فرمایا کہ اس کا آخری صفحہ نکال کر پڑھو۔ تحریر تھا۔

"افسوس میں حیات حقانی نہ لکھ سکا اب اس خدمت کو حکیم محمد اسحاق سلمہٗ انجام دیں"

۳۱ اگست ۴۴ء

میں نے عرض کیا ان شاء اللہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔ اس واقعہ کے چار روز بعد ہی مولانا موصوف کا انتقال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مگر افسوس کہ اس واقعہ کو بھی ۲۰ سال گذر گئے۔ بارہا ارادہ کیا مگر نامساعد حالات کی بنا پر کچھ نہ کر سکا۔ اس عرصہ میں ہند و پاکستان کی تقسیم بھی ہو گئی اور میں ہنگامی حالات میں کراچی چلا آیا۔ یہاں آنے کے بعد بھی سکون میسر نہ ہو سکا اب جبکہ میں خود چراغ سحری ہوں عمر کے پچھتر سال سے زائد گذر چکے ہیں۔ عزیز القدر سحر سلیم حقانی ایڈوکیٹ نبیرہ حضرت مولانا حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے زور دیا کہ آپ حیات حقانی اس نظریہ کے تحت لکھ دیجئے کہ حضرت قبلہ کی تصانیف کے ساتھ لگا دی جائے تاکہ قارئین کرام حضرت مولانا حقانی کے حالات زندگی اور ان کی ملی خدمات سے بھی استفادہ حاصل کر سکیں۔ اس وقت مولانا قاضی عبدالرحمن صاحب عقائد الاسلام طبع کر رہے تھے اس میں شامل کی جاسکے۔ اس لئے اس پیرانہ سالی میں جستہ جستہ حالات قلمبند کئے گئے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ الحمد للہ کہ اسی کی توفیق اور کرم سے یہ خدمت انجام پا گئی۔

سلسلہ نسب آپ کا سلسلہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے منجھلے فرزند سیدنا عباسؓ سے ملتا ہے جو ام نبین بنت حزام کے بطن سے ہیں یوں تو خلفائے راشدین و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں بھی ان بزرگوں کی اولاد بلکہ بعض صحابہ تابعین و تبع تابعین اور ان کی اولاد و احفاد دور دراز ملکوں میں پھیل گئے تھے۔ مثلاً سیدنا ابی کبشہؓ صحابی رسولؐ چین تشریف لے گئے عبدالرحمن تمیمی انصاریؓ اطراف مالابار میں اسی طرح تبع تابعین کا جزائر شرقیہ میں سکونت پذیر ہونا کتب سیر و تواریخ سے ثابت ہے۔ کچھ حضرات۔ شام۔ عراق، بغداد، حبشہ اور ایران میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ جن کا مطمع نظر صرف خدمت خلق اللہ اور تبلیغ و اشاعت اسلام تھا جنہوں نے اپنی روحانی قوت اور اخلاق سے لاکھوں افراد کو جو ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں پڑے ہوئے تھے مطیع اور اسلام کا فدائی بنایا اور ایک عالم کو منور کر دیا۔ ان ہی نفوس قدسیہ کی اسلامی خدمات کے اثرات ہیں تا ایں دم ہند و چین وغیرہ ممالک میں کروڑہا مسلمان موجود ہیں جو بانگ دہل خدائے وحدہٗ لاشریک کی تقدیس و تہلیل کر رہے ہیں۔

اسی طرح سیدنا عباسؓ ابن علی کرم اللہ وجہہٗ کے ابناء مختلف ممالک میں پھیل گئے ہیں چنانچہ شیخ ہادی علوی فارسی اور نواسے اردبیل میں خواجہ شرف الدین احمد علوی قزوینی ہیں۔ نورالدین قاسم علوی تبریز میں سکونت پذیر تھے ان کی تیسری پشت خواجہ شاہ نظام الدین محمدؒ علوی تبریزی جن کے علوم معقول و منقول کا ڈنکا ملک ایران وغیرہ میں بج رہا تھا ان کے پوتے خواجہ منظفرالدین علوی بن شاہ محمد تبریزی اس خاندان کے پہلے بزرگ ہیں جو بسبب تعصب سلاطین صفویہ بعد فراغت

حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحکم سیروا فی الارض ہندوستان تشریف فرما ہوئے سندھ وملتان وغیرہ ہوتے ہوئے بعہد خلیفۃ المسلمین محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی دہلی شاہجہاں آباد تشریف لے آئے اور وہیں کہنہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ جب آپ کی تشریف آوری کی اطلاع علمائے عہد کو ہوئی تو آپ کا پرجوش دو پہلک خیر مقدم کیا گیا۔ پھر کیا تھا علماء، امراء، مشائخ اور طلبا کا آپ کے در پر جمگھٹا رہنے لگا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں دربار شاہی میں طلبی ہوئی اور منصب و خلعت خاصہ سے سرفراز کئے گئے اور مسند صدارت دارالافتاء آپ کو تفویض کی گئی۔ خود حضرت مولانا نے مقدمہ تفسیر حقانی کے صفحہ ۱۵۲ پر سر سید احمد خاں کی تفسیر القرآن کا ذکر کرنے کے بعد اپنے نسب کے متعلق تحریر فرمایا ہے:۔

"فتح المنان تفسیر القرآن مشہور بہ تفسیر حقانی اس بیوقوف کم استعداد ابو محمد عبدالحق بن محمد امیر بن شمس الدین بن نورالدین بن خواجہ جعفر بن خواجہ سلیم بن مظفرالدین بن شاہ محمد تبریزی کی تصنیف ہے"

عہد شاہ عالم تک مولانا کے بزرگ دہلی میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا مکان دہلی میں لال ڈگی کے قریب "باب السلام" کے نام سے مشہور تھا۔ جس میں ایک طرف دارالحدیث اور ایک طرف دارالاقامہ بھی تھا۔ ہمارے خاندان کے بیشتر افراد اسی میں رہا کرتے تھے۔ ہنگامہ دہلی ۱۸۵۷ء کے بعد لال ڈگی اور جملہ شہزادگان کے مکانات کو مسمار کر کے میدان بنا دیا گیا۔ جواب "پریڈ کے میدان" کے نام سے مشہور ہے اس میں "باب السلام" بھی مسمار ہو گیا اور ہمارے خاندان کے لوگ منتشر ہو گئے۔

ریاست کیتھل کی سکونت

مولانا کے بزرگوں نے ریاست کیتھل کی سکونت کیوں اور کیسے اختیار کی۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ راجہ لال سنگھ والیٔ کیتھل بہ زمانہ ولیعہدی قلعہ معلیٰ میں شاہ عالم بادشاہ دہلی کے ظل عاطفت میں پرورش پا رہے تھے۔ سن بلوغ کو پہنچے تو ان کو سند اور فرمان راجائی مرحمت ہوا۔ اسی وقت حسب ذیل فرمان شاہی وسند دیوانی ریاست کیتھل بنام خواجہ شمس الدینؒ لعل محمد خاں ابن خواجہ نورالدین خاں صادر ہوا:۔

"حسب الحکم جہاں مطاع رفعت و عوالی پناہ خواجہ شمس الدینؒ لعل محمد خاں مورد مراحم باد۔ اعلام آنکہ خدمت دیوانی راجہ لعل سنگھ والیٔ کیتھل بشما مفوض گشتہ است خود در آنجا رسانیدہ خدمت دیوانی باسلوب الخامسۃ"

چنانچہ خواجہ لعل محمد خاں نے اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت سے ریاست کے بگڑے ہوئے نظام کو جس میں خانگی تنازعات، باہمی کشیدگی اور ریاست کی افراتفری شامل تھی درست کر کے ریاست کے وقار کو بحال کر دیا جس کی وجہ سے راجہ لعل سنگھ والیٔ کیتھل آپ کی بے حد عزت کرتے تھے اور ریاست کا کوئی کام بغیر استمزاج نہ کرتے تھے۔

خواجہ لعل محمد خاں کے بعد ان کے فرزند محمد امیر خاں اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے اور امور ریاست باحسن الوجوہ انجام دیتے رہے کہ ۱۸۵۱ء میں راجہ لعل سنگھ کے فرزند اودھے سنگھ جو اس وقت ریاست کے فرمانروا تھے لا ولد

فوت ہو گئے۔ رانی صاحبہ نے اپنے برادرزادہ کو گدی نشین کرنا چاہتی تھیں۔ جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے اور گدی نشینی کی رسم ادا ہو رہی تھی کہ اس وقت یکایک سکھوں کے ایک بڑے گروہ نے حملہ کر کے رانی کے اس برادرزادے کو قتل کر دیا مفسد اور بد سکھ رانی صاحبہ کو بھی گزند پہنچانا چاہتے تھے۔ ان تب امیر محمد خاں رانی صاحبہ کو ساتھ لے کر لڑتے بھڑتے قلعہ بہیوا میں لے آئے جو گنتھل سے ۲۳ میل جانب مشرق سرسوتی ندی کے کنارے واقع ہے اور ہندوؤں کی بڑی تیرتھ گاہ ہے۔ سکھوں نے یہاں آکر بھی قلعہ کو گھیر لیا محمد امیر خاں نے قصبہ گنتھل کے مسلم راجپوتوں سے امداد چاہی۔ اس قصبہ کے سردار رانا بہادر علی خاں قریب دو چار سو گنی ہزار راجپوتوں کو لے کر بہیوا پہنچ گئے اور مفسدہ پرداز سکھوں کو ان کے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ اس اثنا میں کرنال چھاؤنی سے انگریزوں کی فوج آگئی اور تمام ریاست پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ رانی صاحبہ کو پرگنہ اروتی جوان کا میکہ تھا پہنچا دیا گیا۔ یہ پرگنہ رانی صاحبہ کو واگزاشت ہوا۔ اور ایک چھوٹی سی ریاست بن گئی جو تقسیم ہند تک قائم رہی اور امیر محمد خاں کی مدد و معاش کے لئے تین گاؤں فرس۔ چاچرا خنجر پور اور عثمان پور دیئے گئے۔ چونکہ سکھ امیر محمد خاں کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس لئے بہادر راجپوت ان کو گنتھل گڈھ رانا بہاءالدین جو قلعہ بہیوا سے تین میل کے فاصلہ پر تھا لے آئے یہ قصبہ گنتھل گڈھ کے نام سے مشہور ہے

یہ قصبہ ان بہادر اور شریف راجپوتوں کی بستی ہے جن کے جد اعلیٰ رانا بہاءالدین بعہد دولت فیروز شاہ ملک مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ رانا بہاءالدین تنور راجپوت تھے اور راجہ جے پال والیٔ دہلی کے خاندان سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد جو بہادریاں اور کارہائے نمایاں جنگی مواقع پر رانا بہاءالدین نے دکھائے وہ تاریخ سے بخوبی واضح ہیں۔

کچھ عرصہ کے بعد رانا بہادر علی خاں کی دختر نیک اختر سے خواجہ محمد امیر خاں کی شادی ہو گئی اور مستقل سکونت اسی قصبہ میں اختیار کر لی اور وسط قصبہ میں ایک بہت بڑی حویلی تعمیر کرائی جس کو ایک چھوٹا سا قلعہ کہا جا سکتا ہے اور جو فن تعمیر کے لحاظ سے بھی ایک اعلیٰ نمونہ ہے جس کو دیکھنے کے لئے اکثر انجینیر آیا کرتے تھے تقسیم ہند کے بعد اس قصبہ کے تمام مسلمان پاکستان آگئے اور یہ حویلی ایک سکھ رئیس کو الاٹ ہو گئی۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم مولانا عبدالحق حقانی اسی قصبہ گنتھل گڈھ (رانا بہاءالدین) میں ۲۰ رجب ۱۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے چونکہ والدین اور اہل قصبہ حضرت میراں شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے ان کے خلیفہ اور سجادہ نشین حضرت مولانا سید شاہ عبدالحمید عرف عبداللہ شاہ بڑے باخدا بزرگ تھے اور اس قصبہ میں ایک خانقاہ تھی جس میں بیشتر اقامت فرماتے تھے۔ مولانا حقانی کو شاہ صاحب موصوف کے کنار عاطفت میں دیدیا گیا۔ گویا حضرت شاہ صاحب ہی نے پرورش کیا۔ بسم اللہ خوانی کے بعد کلام ربانی اور ابتدائی کتب اردو فارسی صرف و نحو وغیرہ خود شاہ صاحب نے پڑھائیں ۱۲۷۷ھ میں جب آپ کی عمر بارہ سال تھی شاہ صاحب کی ہدایت کے

مطابق مولینا کو تحصیل علم کے لئے دہلی حضرت آخوند شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بھیجنا تجویز ہوا۔ مولینا کی پیدائش سے پہلے کئی بچے فوت ہو چکے تھے اور آپ کے بھائیوں کے نام غلام نبی اور غلام حسین تھے ان ناموں کی مناسبت سے مولانا کا نام غلام جیلانی رکھا گیا تھا جب تعلیم کے لئے آپ کو دہلی بھیجا جا رہا تھا تو آپ نے اپنے شفیق استاد حضرت عبداللہ شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ میرا نام غلام جیلانی رکھا گیا ہے جو مجھے پسند نہیں میں چاہتا ہوں کہ میرا نام تبدیل کر دیا جائے چنانچہ شاہ صاحبؒ نے آپکا نام عبدالحق رکھا۔ آخوند شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے مولینا کے والد خواجہ محمد امیر اور اہل قصبہ سے خاص تعلقات تھے اور ہنگامہ دہلی ۱۸۵۷ء میں آخوند صاحب اسی قصبہ میں خواجہ محمد امیر صاحب کے مکان میں رہ چکے تھے جب مولینا حقانی کو آخوند صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا تو ان تعلقات کی بناء پر آپنے بڑی شفقت سے اپنے پاس رکھا اور کتب درسیہ پڑھائیں۔

تحصیل علم کے لئے مولینا کا سفر

آخوند صاحبؒ کی اجازت سے مولینا سہارنپور تشریف لے گئے اور شیخ الحدیث مولینا احمد علی کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کی۔ ازاں بعد آپنے کانپور حضرت شیخ عبدالحق قادری مہاجر مکیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم اور فیوض و برکات سے استفادہ حاصل کیا۔ حضرت شیخ نے مولینا کی قابلیت اور زہد و اتقاد یکھکر سند کے ساتھ خلافت سلسلہ قادریہ ہی عطا فرمائی۔ وہاں سے رخصت ہو کر آپ جونپور تشریف لے گئے اور مختلف اساتذہ سے پڑھ کر علوم معقول و منقول کی تکمیل کی ازاں بعد مع اپنے رفقائے درس مولینا محمد علی صاحب مونگیری، مولینا احمد حسن صاحب کانپوری، مولینا آل حسن صاحب مرورری امروہوی بغرض حصول حدیث نبوی مرادآباد حضرت شیخ المحدثین عالم علی شاہ رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاقی زمانہ اس وقت شیخ المحدثین سخت علیل تھے اس لئے چند روز وہاں قیام کے بعد علیگڈھ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی لطف اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کامل دو سال رہ کر تعلیم حاصل کی اور وہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔

مراجعت وطن

۱۳۰۲ھ میں والدین اور حضرت عبداللہ شاہ صاحب کی قدمبوسی کا شوق آپ کو رگھتلہ گڈھ) لے گیا والدین اور حضرت شاہ صاحب کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے گیارہ سال کی جدائی کے بعد فارغ التحصیل ہو کر مولینا کا وطن واپس پہنچنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ والدین اور حضرت شاہ صاحب کے علاوہ تمام قصبہ میں بھی خوشی و انبساط کی لہر دوڑ گئی ہر شخص ملنے اور دیکھنے کے لئے دوڑا چلا آتا تھا گویا ع

یوسف گم گشتہ بہ کنعان آمد

حضرت شاہ صاحب اور والدین خوشی کے مارے جامے میں نہ سماتے تھے شاہ صاحب موصوف نے اطراف واکناف کے علماء و مشائخ کو مدعو کر کے جلسہ کیا جس میں مولانا حقانی سے چند علمی سوالات کئے گئے۔ مولینا نے جس انداز میں جواب دیئے اس سے علماء و مشائخ پر ایک خاص اثر ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے اس جلسے میں مولینا کے فرق مبارک پر اپنے مقدس اور پاک ہاتھوں سے دستار فضیلت باندھی جو اب تک بطور تبرک ہمارے پاس موجود

ہے۔ اس جلسے میں حضرت شاہ صاحب نے ایک قطعہ تاریخ فراغت علمی بھی تحریر فرمایا جو درج ذیل ہے:۔

عبدالحق از علوم برے خورد و گل بچید — والدش سپہر قرده دلش باغ باغ باد

چوں کردن کر سال تمام فضیلتش — ہاتف معاً گفت و دو لفظ فراغ باد

اسکے بعد مولینا ۱۲۸۸ھ میں والدین اور حضرت شاہ صاحب سے رخصت ہوکر دہلی تشریف لائے اور وہاں سے حضرت شیخ العلماء مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً ایک سال خدمت میں رہ کر علوم طریقت کی تکمیل کی اور فرقہ خلافت حاصل کر کے دہلی آئے اور شیخ الحدیث حضرت مولینا شاہ سید نذیر حسین صاحب حسنی حسینی رحمۃ اللہ علیہ والغفران کی خدمت بابرکت میں رہ کر حدیث نبوی کی قرأت وسماع مختصر فرمائی کتب حدیث تحقیق و تدقیق کی نظر سے لفظاً لفظاً شیخ الحدیث کے سامنے قرأت کیں مولینا حقانی کی خداداد قابلیت و ذہانت کی وجہ سے حضرت شیخ المحدثین غایت درجہ آپ پر شفقت فرمایا کرتے تھے جب طلباء سے دوران درس مسائل فقہ وغیرہ میں گفتگو ہوتی تھی تو حضرت شیخ المحدثین فرمایا کرتے تھے۔ ذرا توقف کرو حنفیوں کا شیر عبدالحق آتا ہوگا وہ تمہارا جواب دیگا مولینا کو دیکھتے ہی خاص انداز میں فرماتے تھے: "آؤ جان عبدالحق تمہارے ان بھائیوں کو چند مقامات پر شبہ ہوگیا ہے ہمارے سامنے ان کا جواب دو" شیخ الحدیث نے مولینا حقانی کو اجازت مطلق اور سند موثق عطا فرمائی جسکی نقل درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین امابعد فیقول العبد الضعیف طالب الحسنین محمد نذیر حسین عافاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین ان المولوی محمد عبدالحق الیٰ آخرہ — ۱۲ شعبان المعظم ۱۲۹۰ھ

مدرسی جامع الاسلامیہ فتح پوری | شعبان ۱۲۹۰ھ ہی میں آپنے مدرسہ اسلامیہ فتح پوری دہلی میں مدرسی کی خدمت حاصل کی اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اسی زمانہ میں آپ کو خیال پیدا ہوا کہ مشکل درسی کتب کی شرح کی جائے۔ چنانچہ ۱۲۹۱ھ میں آپنے مدنامی شرح حسامی، عربی زبان میں لکھی جس کو اساتذہ نے بہت ہی پسند کیا اور درس میں شامل کرلیا چنانچہ اب دم عربی مدارس کے درس میں حتیٰ کہ جامع ازہر مصر میں بھی پڑھائی جاتی ہے اور ہزارہا کی تعداد میں مصر میں طبع ہوئی ہے اسی سال کے آخر میں آپ مدرسہ فتحپوری کی مدرسی سے مستعفی ہوگئے اور مکان ہی پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کردیا صبح کو درس حدیث کے بعد تالیف و تصنیف اور استفتاؤں کے جواب میں زیادہ وقت صرف فرمایا کرتے تھے بعد نماز عصر اساتذہ تلامذہ مدرسہ فتح پوری اور شہر کے معزز حضرات تشریف لاتے تھے اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ یہ سلسلہ عشاء تک جاری رہتا اس دور کے علماء علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ طریقت کے بھی غواص ہوتے تھے۔ چنانچہ اس کمترین کو اس عہد کے جن علماء کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے وہ سب محدث

عالم شریعت اور صاحب طریقت تھے۔ چنانچہ مولینا یونس علی صاحب بدایونی مولوی تجمل حسین صاحب نقشبندی بہاری مولانا عبدالحق صاحب قادری جہانگیروی۔ مولینا عبدالرشید صاحب ابن مولینا عبدالحکیم صاحب بانی مدرسہ نعمانیہ دہلی۔ مولینا شاہ اخوند محمد عمر صاحب قادری دہلوی، مولینا شاہ ابوالخیر صاحب نقشبندی .... وغیرہ کو میں نے دیکھا ہے۔ یہ وہ بزرگ ہستیاں تھیں جو فاضل اجل ہونے کے علاوہ اعلیٰ پایہ کے صاحب سلسلہ اور پیر طریقت بھی تھے جن کے فیوض و برکات سے لاکھوں مسلمان فیضیاب ہوئے ہیں ان بزرگوں کی زیارت کا شرف مجھے حقانی منزل ہی میں ہوا ہے مولینا حقانی کے تبحر علمی اور آپ کی خداداد ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے اس عہد کے علماء میں آپکا ایک خاص وقار تھا

ایک شیعہ مجتہد کی فتنہ انگیزی

گلی قاسم جان دہلی میں ایک بہت بڑی حویلی تھی جو ڈپٹی ہادی حسین خاں کے نام سے موسوم تھی یہاں محرم الحرام میں تیرہ دن تک مجالس ہوتی تھیں جن میں علاوہ شیعہ حضرات کے اہل سنت والجماعت بھی بکثرت شریک ہوتے تھے۔ اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ لکھنؤ سے ایک نوعمر مجتہد صاحب تشریف لائے تقریر نہایت سلیس اور لچھے دار کرتے تھے اور اشعار بھی خاص انداز میں پڑھتے تھے لیکن اپنی تقریروں میں صحابہ کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم پر سب و شتم بھی کر جاتے تھے ان مجتہد صاحب نے دعویٰ کیا کہ جو قرآنِ مجید حضرت نبی کریم صلعم پر نازل ہوا تھا موجودہ قرآن مجید وہ نہیں ہے بلکہ ابوبکر رضؓ کا تحریف کردہ قرآن مجید ہے جن میں آیات کو مقدم موخر کرکے تحریف کی گئی ہے اصل قرآن مجید مولائے علیؓ نے ابوبکر کے سامنے پیش کیا تھا جو کاتب وحی خاص تھے ابوبکر صدیق رضؓ نے وہ قرآن مجید لینے سے انکار کر دیا تو حضرت یہ فرماتے ہوئے اس قرآنِ مجید کو لیکر چلے گئے کہ اب یہ قرآن مجید تم کو قیامت تک نہ ملے گا یہ سنتے ہی لوگوں میں غم و غصہ کی آگ بھڑک اٹھی اور جھگڑا ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام شہر میں یہ آگ بھڑک گئی سخت فساد کا اندیشہ ہو گیا۔ مولانا حقانی نے پنجاب کے کچھ شیعہ مجتہدین کو بلایا جن میں سید علی الحائری بھی تھے انہوں نے متفقہ طور پر ایک بیان شائع کیا جس میں اعلان کیا کہ شیعوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ وہ موجودہ قرآن مجید کو وہی اصلی قرآن مجید مانتے ہیں جو نبی کریم صلعم پر نازل ہوا تھا جس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔

ابھی پورے طور پر یہ فتنہ دبا نہ تھا کہ مرزا حیرت مرحوم نے خروج کیا اور اپنے اخبار کرزن گزٹ میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے کہ واقعہ کربلا غلط ہے اور امام حسینؓ شہید نہیں ہوئے یزید بن معاویہ رضؓ مسلمانوں کے صحیح اور مسلمہ خلیفہ تھے اور اس کا کردار صحابہ کے کردار سے کسی طرح کم نہ تھا امام حسینؓ نے خروج کیا تھا جس کی شرعی سزا ان کو مل گئی۔ اور وہی دلائل پیش کئے گئے تھے جو آج کل محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں پیش کئے ہیں جن کو تاریخ کے نام نہاد ریسرچ کے عنوان سے موسوم کیا گیا ہے میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید عباسی صاحب کو کرزن گزٹ کے وہی پرچے مل گئے ہیں جن کو دیکھکر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ الغرض مرزا صاحب کے اس خروج سے مسلمانان ہند میں عموماً اور مسلمانانِ دہلی میں خصوصاً سخت ہیجان پیدا ہو گیا اس موقع پر بھی مولینا حقانی نے جو کردار ادا کیا وہ یہ تھا کہ مرزا حیرت کو نجی طور پر بلا کر سمجھایا کہ آپ اس سلسلہ کو بند کر دیں آپکا

خیال غلط ہے آپنے مسئلہ شہادت کو نہایت مختصر الفاظ میں مرزا صاحب کے سامنے بیان کیا۔ مجھے یاد ہے کہ مرزا صاحب مرحوم نے جواباً کہا کہ مولیٰنا میرا عقیدہ یہ نہیں بلکہ میں تو دیکھتا ہوں کہ شیعہ صاحبان جو صحابہ کبار کی ذات پر رکیک اور بے بنیاد الزامات لگانے کے عادی ہوگئے ہیں یہ شہادت امام حسین کو کیونکر ثابت کرنے میں مولیٰنا حقانی نے مجبور کیا کہ وہ اس سلسلہ کو بند کر دیں اور بیان بذریعہ اشتہار جاری کیا کہ مرزا حیرت صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کا عقیدہ نہیں بلکہ ایک ناعاقبت اندیش اور نام نہاد مجتہد اور جاہل شیعہ کی اشتعال انگیزیوں کا نتیجہ ہے۔

تالیفات اور تصنیفات مولانا حقانی کی بہت ساری تصانیفات ہیں جن میں سے میں خاص خاص کا ذکر کروں گا۔ نامی شرح حسامی جو تا ایں دم عربی مدارس کے درس میں شامل ہے اس کے بعد آپنے امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کی شرح حجۃ اللہ — لکھی جس کو علماء ہند نے استحسان کی نظر سے دیکھا مابعد اسکولوں کی تعلیم کو دیکھتے ہوئے (جس کو آپ پسند نہیں فرمایا کرتے تھے) کہ تعلیم مسلمان بچوں کو اسلام سے بیگانہ بنا دیگی۔ دہریت اور الحاد پیدا کر دیگی یہی وجہ ہے کہ ہم لوگوں کو کبھی ایک دن کے لئے بھی سرکاری اسکولوں میں نہیں بھیجا اور مخالفین الاسلام کی دریدہ دہنی کا خیال فرماتے ہوتے آپنے علم الکلام میں عقائد الاسلام کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھی یہ کتاب ۳ر ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ کو لکھنی شروع کی اور ۱۴ر ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو اس قطعہ تاریخ پر ختم ہوئی۔

چوں دریں روز ہا بفضل خدا | یافت ایں نسخہ صورتِ اتمام
داشتم فکر سال آں کہ کسے | گفت بامن تمام گشت کلام
۱۲۹۲ھ

اس کتاب کو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا اور طبقہ علماء میں جو مقبولیت ہوئی اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ استاد العلماء محدث و مفسر بانی مدرسہ دیوبند حضرت مولیٰنا و مرشدنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تعریف میں حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے۔

> اُردو میں یہ کتاب لاجواب میں نے اول سے آخر تک دیکھی۔ سچ یہ ہے کہ ایسی کتاب اس زبان میں نہ پہلے دیکھی نہ سنی مضمون کی خوبی مصنف کے کمال کی دلیل ہے اور کیوں نہ ہو یعرف الرجال بالمقال زیادہ لکھنا فضول ہے دیکھنے والے خود دیکھ لیں گے کہ یہ کتاب کیسی ہے۔

اس زمانہ میں سر سید احمد خاں صاحب کی تفسیر القرآن شائع ہوئی جس میں دوزخ جنت ملائکہ وغیرہ کی وہ تاویلات پیش کی گئیں جن سے قرآن کا مفہوم ہی بدل گیا اس تفسیر کی اشاعت سے مسلمانوں میں ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا بالخصوص طبقہ علماء میں غم و غصہ کے جذبات بھڑک گئے۔ اس تفسیر کا اندازہ "اس زمانہ" میں پرویز صاحب کی تصانیف سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ دہلی کے علماء خصوصاً تلامذہ مدرسہ عربیہ فتح پوری "حقانی منزل" میں جمع ہوئے اور درخواست کی کہ اس کا جواب آپ لکھیں آپنے اس کے جواب میں دو سو صفحات پر ایک کتاب لکھی جو ابعد میں مقدمہ "تفسیر حقانی" کے نام سے

موسوم ہوئی اس میں سر سید مرحوم کی لغزشوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کے عقلی و نقلی دلائل سے جوابات دیئے گئے تھے چنانچہ یہ کتاب طبع ہو کر اشاعت پذیر ہوئی جسے طبقہ علما نے بے حد پسند فرمایا اس کے بعد آپ نے تفسیر حقانی کی تالیف پر توجہ دی جو تقریباً دو سال میں مکمل ہوئی یہ تفسیر بڑے سائز پر آٹھ جلدوں میں لکھی گئی تفسیر حقانی اردو زبان میں سب سے پہلی تفسیر ہے جو مخالفین کے اعتراضات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی۔ ترجمہ قرآن عام فہم سلیس اردو میں ہے جسکو خاص و عام آسانی سے سمجھ سکتے ہیں قرآن مجید کی حرفی و نحوی ترتیب بھی دی گئی ہے تاکہ ترجمہ کرنے میں کسی کو مغالطہ نہ ہو پھر تفسیر القرآن جس میں مخالفین اسلام کے مسکت اور دندان شکن جواب عقلی و نقلی دلائل سے دیئے گئے ہیں۔ تفسیر حقانی کی اشاعت کے بعد آپ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے یہ تفسیر طبقہ علما میں بے حد مقبول ہوئی۔

حیدر آباد میں طلبی اور سرکاری منصب تفسیر حقانی کی اشاعت کے بعد ہی آپ کو اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں صاحب خسرو دکن نے حیدرآباد مدعو فرمایا مولینا نے تفسیر نذر کی جب اعلیٰ حضرت نے کھڑے ہو کر سر پر لیا مولینا حقانی کو کئی ماہ تک سرکاری مہمان رکھا۔ خلعت خاصہ اور دو سو تیس روپے ماہوار منصب سے سرفراز فرمایا۔ دہلی آنے کے بعد آپ نے مقدمہ ثانی تفسیر حقانی البیان فی علوم القرآن تقریباً چھ صد صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی جو طبقہ علماء بالخصوص انگریزی داں حضرات میں بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ مولینا شفقت اللہ بدایونی نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا جو تھیکر کمپنی کلکتہ میں طبع ہو کر شائع ہوا اور یورپ میں بہت مقبول ہوا اسکے بعد بھی آپ درس تدریس کے ساتھ تصنیفات میں مشغول رہے۔ چنانچہ چھوٹی بڑی یک صد کے قریب تصانیف ہیں۔ ردّ آریہ اور ردّ نصاریٰ میں بہت سے رسائل تصنیف فرمائے ردّ آریہ میں احقاق حق اور شہاب ثاقب وہ رسائل ہیں جن کے جوابات کے لئے مولینا حقانی نے دو ہزار روپے انعام دینے کا اعلان کیا تھا لیکن فرقہ آریہ کی طرف سے اس کا اب تک کوئی جواب نہیں لکھا گیا۔ انجمن ہدایت الاسلام دہلی اور جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ نے ان کو متعدد مرتبہ طبع کرا کر شائع کیا ہے۔

مناظرہ مولینا حقانی کو فن مناظرہ میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا اگر آپ کو امام المناظرین کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا میرے استاد مولینا جان محمد عارف جو تیس سال تک آپ کی خدمت میں رہے ہیں اپنی کشکول میں لکھتے ہیں کہ جو کمال میں نے مناظرہ میں مولینا حقانی میں دیکھا ہے وہ کسی مناظر میں نہیں دیکھا گیا۔ بیشتر مناظرین اپنے مخالف پر اثر اور رعب جمانے کے لئے خشمگیں صورت بنا کر پھبتیاں کستے ہیں اور تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن مولینا ممدوح اپنے مخاطب سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ انسانیت اور تہذیب سے گفتگو کرتے تھے کیا مجال کہ کوئی فقرہ خلافِ تہذیب زبان سے نکلے سچ ہے الحق یعلوا ولا یعلیٰ۔ میں متعدد مناظروں میں ساتھ رہا ہوں میں نے کوئی مناظرہ ایسا نہیں دیکھا کہ جس میں اس وکیلِ اسلام کو شکست ہوئی ہو یا مخالف نے آپ کے اخلاق اور قابلیت کا اعتراف نہ کیا ہو۔ چنانچہ ۱۳۰۷ھ میں ایک مناظرہ مرشد آباد بنگال میں مابین اہل حدیث و اہل فقہ بہت بڑے پیمانہ پر منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے علما

اور رؤسا کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ مناظرہ کا فیصلہ کرنے کے لئے ہائی کورٹ کلکتہ کے دو وکیل اور ایک جج حکم منتخب کئے گئے تھے اس مناظرہ کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں علماء اپنے وعظوں میں اختلافیہ مسائل زیادہ بیان کرتے تھے جو عوام کی فہم سے بالاتر ہونے کی وجہ سے جھگڑے فتنہ و فساد بلکہ عدالتوں میں مقدمات تک کی نوبت آرہی تھی جس کی وجہ سے سنجیدہ مسلمانوں کا طبقہ بہت پریشان تھا۔ بنگال کے بعض رؤسا نے خیال کیا کہ ان اختلافیہ مسائل کا فیصلہ کیوں نہ ایک مناظرہ کے ذریعہ کرالیا جائے تاکہ یہ اختلافات دور ہو جائیں چنانچہ راجہ ظل الرحمٰن صاحب رئیس لالپور ابنگال، نے مرشد آباد میں ایک مناظرہ کا اہتمام کیا مولوی محمد ابراہیم صاحب اہل حدیث مع ایک بڑی جماعت علمائے اہل حدیث کے مرشد آباد پہنچ گئے۔ ہزار ہا کی تعداد میں اطراف و اکناف ہند سے مسلمان بھی پہنچ گئے۔ مقابلے کے لئے مولوی عبدالحق صاحب اہل فقہ بنگال مع مولوی احسان علی و مولوی سعید الدین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ بھی مرشد آباد پہنچ گئے سامعین کے اجتماع کا اندازہ پندرہ ہزار کیا گیا تھا کئی روز تک مناظرہ ہوتا رہا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اہل حدیث حضرات نے دہلی سے شیخ الحدیث حضرت مولٰینا سید نذیر حسین صاحب کو شرکت کی دعوت دی مگر مولٰینا ممدوح نے مناظرہ کی شرکت سے انکار فرما دیا۔ علماء احناف نے مولٰینا حقانی کو مدعو کیا۔ مولٰینا کچھ علیل تھے اس لئے آپ نے بھی اپنی معذوری کا اظہار کر دیا آخر مولٰینا ہدایت الرسول اور مولٰینا سعید الدین صاحبان دہلی آئے اور مولٰینا کو مجبور کر کے مرشد آباد لے گئے۔ یہ خادم اور مولٰینا عبدالرشید نعمانی ہمرکاب تھے یہ مناظرہ ایک بڑے پنڈال میں ہو رہا تھا۔ مولانا حقانیؒ کے پہنچنے پر خوشی اور مسرت کے نعرے بلند ہو گئے مولٰینا حقانی نے کھڑے ہوتے ہی فرمایا کہ میں ابھی آیا ہوں مجھے علم نہیں کہ بحث کا موضوع کیا ہے اور کون کون سے مسائل زیر بحث ہیں جن کو مجھے ثابت کرنا ہے میں ثالث حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ اس پر روشنی ڈالیں تاکہ اسی کے مطابق گفتگو کی جا سکے ثالثوں میں سے جج صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ بحث کچھ ایسے طریقہ پر ہو رہی ہے کہ جس کو ہم اب تک پورے طور پر سمجھ ہی نہیں سکے لہذا آپ ہی فریقین سے مشورہ کے بعد بحث کا موضوع قرار دے لیں اور مسائل قلمبند کرا دیں جن پر بحث کرنی ہے تاکہ ہم کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں مولٰینا نے فرمایا اگر آپ حضرات مقررہ وقت سے علاوہ دس منٹ دیدیں تو میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں چنانچہ وقت دیا گیا مولٰینا نے فرمایا کہ ہم دونوں فریق مسلمان ہیں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ہم دونوں کا ایمان ہے۔ ہمارا ایک قرآن اور ایک رسول ہے۔ اصول اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کو ہم دونوں فرض سمجھتے ہیں اس لئے ہم میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے صرف ایک چھوٹے سے مسئلے پر اختلاف ہے جس کی وجہ سے یہ اختلافیہ مسائل پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہے تقلید شخصی اگر اس مسئلے پر ہم متفق ہو جائیں تو جملہ مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں پھر ہم میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا میں اپنے فاضل مخاطب سے دریافت کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ کہاں تک درست ہے مولٰینا ابراہیم صاحب بنگالی نے فرمایا کہ مولٰینا حقانی نے جو کچھ فرمایا وہ بالکل درست ہے اصل جھگڑے کا باعث تقلید شخصی ہے۔ اس پر حکم صاحبان نے کہا کہ پھر اسی مسئلے پر کیوں نہ بحث ہو جائے تاکہ یہ جھگڑے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں اس پر فریق ثانی کی طرف سے آوازیں

اُٹھیں کہ تقلید شخصی کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس پر مولینا حقانی نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ تقلید شخصی ہی کو ثابت کروں گا میرا دعویٰ ہے کہ بغیر تقلید شخصی دنیوی و دینی کوئی کام درست ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ تقلید شخصی پر بحث شروع ہوئی مولینا حقانی نے دو گھنٹے کی بحث میں تقلید شخصی کو اس خوبی سے ثابت کیا کہ ثالثوں نے بے ساختہ تحسین و آفرین کے نعرے بلند کئے اور اعلان کیا کہ حقیقت یہ ہے بغیر تقلید شخصی کے چارہ کار نہیں مولینا حقانی نے اسکو ثابت کر دیا ہے۔ جان محمد عارف

حمیت اسلام اور تبلیغی خدمات ذاتِ باری نے مولینا حقانی کی رگ رگ میں حمیتِ اسلامی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ اوائل عمری ہی سے آپ زندگی کے ہر شعبے کو اسلامی زاویہ نظر سے دیکھتے تھے تبلیغ اور اشاعتِ اسلام سے آپ کو خاص شفقت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تبلیغی شعبہ قائم کرنے پر زور دیا تھا جب کبھی اعدائے اسلام نے اسلام کے مقدس و منور چہرے کو اپنے بیہودہ اور لغو اعتراضات سے گرد آلود کرنا چاہا آپ سینہ سپر ہو گئے اور دندان شکن جواب دیے کہ انکو راہ فرار ہی اختیار کرنا پڑی سن ۱۸۰۰ء کا آخری دور مسلمانوں کے لئے ایسا نامساعد دور تھا کہ انگریزی حکومت ہندوؤں سے تو کچھ زیادہ خائف نہ تھی مگر مسلمانوں کو ہر وقت وہ خطرے کی نظر سے دیکھتی تھی گو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رح حضرت سید احمد رح کا علم جہاد سکھوں کے خلاف تھا مگر مسلمانوں کے جوش جہاد کو حکومت نے بغور دیکھا تھا اس لئے وہ یہ چاہتی تھی کہ انہیں اس قدر دبا دیا جائے کہ یہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔ جا بجا عیسائی مشن کھولے گئے عیسائی مشنریوں کو خفیہ ہدایت تھی کہ مسلمانوں کو جس طرح بھی ہو زیادہ سے زیادہ عیسائی بنایا جائے مسلمان عورتوں کو بے پردہ اور آزاد ہونے کی ترغیب اور تحریض دلا کر عیسائی بنایا جائے چنانچہ دہلی میں نجیب الدولہ کی حویلی میں جو بارہ دری نواب وزیر کے متصل نہر سعادت خاں کے کنارے پر تھی مشن قائم ہوا۔ عیسائی عورتیں تعلیم دینے اور بچوں کے علاج معالجے کے حیلے سے مسلمان گھروں میں جاتی تھیں اور بھولی بھالی لڑکیوں کو اغوا کر کے مشن لیجاتی تھیں ادھر عیسائی مبلغ مسجد فتحپوری کے سامنے نہر کی پٹری پر کوچہ نٹواں کے مقابل گھنٹہ گھر کے نیچے اور فوارہ پر کھڑے ہو کر علی الاعلان اسلام پر رکیک حملے کرتے تھے اگر کوئی مسلمان مقابلہ پر آ جاتا تھا تو وہ پولیس کے شکنجے میں کسا جاتا تھا کئی مسلمان خاندان عیسائی ہو گئے جن میں عماد الدین اور احمد مسیح بھی تھے جو پادری کے لقب سے مشہور ہوئے انہی کے ذریعہ اسلام سے ناواقف مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا تھا دہلی کے ایک معزز خاندان کی دو لڑکیاں اغوا ہو کر مشن پہنچ گئیں جس سے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا اس وقت مولانا حقانی نے شہر کے معززا ور ذی ہوش مسلمانوں کو مدعو کر کے اس فتنہ کے سد باب کی طرف توجہ دلائی چنانچہ ایک وفد حافظ عزیز الدین وکیل مرحوم کی سرکردگی میں (جن کے نام سے کوچہ پنڈت دہلی میں گلی عزیز الدین ہے) گورنر پنجاب کے پاس پہنچا ادھر مسلمانوں میں یہ تحریک چلائی کہ عیسائی عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اسی دور میں کچھ غیور مسلمان ایکدم مشن میں گھس گئے اور کئی لڑکیوں کو زبردستی نکال لائے پولیس نے بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے بڑی سختی کی۔ مولینا نے ایک جماعت بنائی تاکہ ان بے گناہ مسلمانوں کے مقدمات کی پیروی کرے اور کچھ مسلمان ایسے تیار کئے جو عیسائی مبلغوں کی تقریروں میں رکاوٹ ڈالتے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کو اپنی پالیسی بدلنا پڑی سب مسلمان رہا

کر دیئے گئے اور عیسائی عورتوں کو حکومت کی طرف سے یہ ہدایت ہو گئی کہ جب تک مسلمان ان کو طلب نہ کریں ان کے گھروں میں نہ جائیں۔

ابھی یہ عیسائی فتنہ پورے طور پر دبا نہیں تھا کہ ہندوؤں میں سوامی دیانند پیدا ہو گئے۔ پہلے دیانند جی نے سناتن دھرمیوں کو آریہ بنانے کی کوشش کی جب ان کو قدیم ہندوؤں میں کامیابی نہ ہوئی بلکہ قدیم ہندو ان کے دشمن ہو گئے تو آریوں کو مایوس ہو کر سوچنا پڑا کہ ہندوؤں میں مقبول ہونے کے لئے کیا قدم اٹھایا جائے چنانچہ دیانند کی کتاب ستیارتھ پرکاش میں چودھویں باب کا اضافہ کیا گیا جس میں اسلام اور حضور رسول کریم پر رکیک حملے کئے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کسی دل جلے نے امرتسر میں سوامی دیانند کے جانشین لیکھ رام کو قتل کر دیا جس روز لیکھ رام کا قتل ہوا مجھے یاد ہے کہ رات کو بارہ بجے کے قریب حقانی منزل، میں پولیس آگئی اور مولینا حقانی کے خاص کمرے کو سربمہر کر دیا گیا دوسرے روز معلوم ہوا کہ حافظ عزیز الدین وکیل مولوی امو جان اور حافظ عبد العزیز سوداگر چرم کے یہاں بھی پولیس نے انتہائی کوشش کی کہ سازش کا الزام لگا کر ان تینوں بزرگوں کو گرفتار کرے مگر بحمد للہ کہ پولیس کی تلاشی میں ان حضرات کے ہاں سے کوئی چیز ایسی برآمد نہیں ہوئی جس کی بنا پر ہاتھ ڈالا جاتا۔ لیکھ رام کے قتل کے بعد آریوں نے یہ طے کیا کہ قدیم ہندوؤں کو چھوڑ کر صرف مسلمانوں کے خلاف مہم چلائی جائے تاکہ بجائے آریہ مسلم سوال کے ہندو مسلم سوال پیدا ہو جائے اس قرارداد کے بعد اسلام کے خلاف تحریراً و تقریراً لاف و گزاف شروع ہو گیا۔ چنانچہ گرو کل کانگڑے کا ایک پنڈت جو شرماجی کے نام سے پکارا جاتا تھا دہلی آیا اور اسلام پر سخت حملے شروع کر دیئے جس سے ہندو مسلم فساد کا اندیشہ ہو گیا حکومت کو توجہ دلائی گئی حکومت نے تین گھنٹے کے نوٹس سے اسکو دہلی سے نکال دیا اب ایک بڑی جماعت آریوں کی ریاست بھرت پور متھرا وغیرہ اضلاع میں پھیل گئی تاکہ ملکانہ راجپوتوں کو مرتد بنایا جائے ملکانہ راجپوتوں کو اس لئے سب سے پہلے نشانہ بنایا گیا کہ وہ اسلام سے قطعی واقف نہ تھے صرف نام کے مسلمان تھے جو گنیش محمد اور رام خاں جیسے نام رکھتے تھے پہلے قاضی نکاح کرتا تھا پھر برہمن پھیرے کراتا تھا مرنے کے بعد ختنہ کرتے اور نہ جلس کر دفن کرتے تھے بیچارے مسلمانوں کے اپنے آپ کو ادھ بہرا کہتے تھے یعنی نصف ہندو نصف مسلمان جو بھرت پور۔ آگرہ متھرا وغیرہ اضلاع میں چھ لاکھ سے زائد کی تعداد میں آباد ہیں سب سے پہلا محاذ آریوں نے مذکورہ ریاست بھرت پور کو بنایا اور اسے بھرت پور کی امداد بھی حاصل کر لی مولینا کو جب یہ علم ہوا تو مولوی محمد حسین گنگھی والوں کو جو ایک اچھے مناظر اور سماجی عالم تھے کئی اور مبلغوں کے ساتھ ریاست بھرت پور بھیج دیا اور دہلی میں خاص خاص علماء اور صاحب زر مسلمانوں کو جمع کر کے تمام کیفیت سنا کر آریوں کے اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کی طرف توجہ دلائی یہ نتیجہ سنہ ۱۹۱۳ء تک مولینا حقانی کی یہ تحریک کامیاب ہوئی اور دہلی میں مولینا حقانی کی زیر صدارت انجمن ہدایت الاسلام قائم ہو گئی۔

انجمن ہدایت الاسلام دہلی | انجمن ہدایت الاسلام کا شعبہ مالیات دہلی کے بہت ہی باخیر بزرگ حاجی محمد اسحٰق سوداگر اور شیخ محمد عثمان آزاد مدیر انجام کے والد حاجی عبد الصمد کے سپرد ہوا اور قرار پایا کہ فی الحال کم از کم پچیس[25] ذی علم اور صاحب ایثار مبلغ مقرر کر کے فوراً ملکانہ راجپوتوں میں بھیجے جائیں اور ان کو سفر خرچ کے علاوہ انکے اہل و عیال کے گذارے کے لیے وظائف بھی

دیئے جائیں چنانچہ مولینا مفتی کفایت اللہ مرحوم مغفور کی خدمات دفتر کے اہتمام کے لئے حاصل کی گئیں مولینا موصوف کے مشورے سے مبلغین فراہم کئے گئے اور مبلغین کو یہ بھی ہدایت تھی کہ خاص خاص مواضع میں مکاتب بھی قائم کریں تاکہ ملکانہ راجپوتوں کے بچوں کو اپنی تعلیم دیجائے کہ وہ خود آریوں کا مقابلہ کرکے اپنی قوم کو ارتداد سے بچانے کے لئے تیار ہوسکیں جابجا ملکانوں کی پنچائتیں قائم کرکے ان کو آمادہ کرلیں کہ آریہ ان کے گاؤں میں نہ آسکیں تیسرے شعبے میں ایسے مبلغ رکھے گئے جو آریہ مبلغین کے مقابلہ میں جاکر مناظرہ کرسکیں۔ مولینا کی تحریک پر ۱۹۰۸ء میں انجمن کی زیر سرپرستی ایک ہفتہ وار اخبار "الہدایت" جاری ہوا۔

اخبار الہدایت

اخبار "الہدایت" کا اہتمام میرے سپرد تھا اور ادارت مولوی عبدالواحد بلگرامی کے سپرد۔ اس اخبار میں مخالفین اسلام کے جوابات کے علاوہ انجمن ہدایت الاسلام کی خدمات مبلغین کی رپورٹوں کا خلاصہ اور انجمن کے آمد و خرچ کا ماہوار گوشوارہ بھی شائع ہوتا تھا جہاں تک میری معلومات ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ ۱۹۰۸ء میں پچاس کے قریب ملکانہ دیہات میں اس انجمن کے مکاتب تھے

ہدایت الاسلام دہلی

اس انجمن کے زیر اہتمام آریوں سے مختلف مقامات اور دہلی میں متعدد مناظرے بھی ہوتے رہے دہلی میں دو مناظرے بڑے پیمانہ پر ہوئے۔ آخری مناظرہ سوامی دیانند سرسوتی کے دوسرے جانشین سوامی درشنانند سے باڑہ ہندو راؤ میں ہوا اس وقت مولینا حقانی کلکتہ گئے ہوئے تھے اس مناظرہ میں علاوہ علمائے دہلی مولینا ثناء اللہ امرتسری اور مولینا معین الدین اجمیری کو بھی مدعو کیا گیا تھا اس وقت انجمن کے مہتمم مولینا محمد یونس صاحب صدر مدرس دارالعلوم معینیہ اور خطیب شاہجہانی مسجد اجمیر شریف تھے یہ مناظرہ کئی روز تک ہوتا رہا آخر کلکتہ سے مولینا حقانی تشریف لائے نیوگ ور تناسخ کی بحث کو ختم کراکر مناظرے کو اثبات توحید پر لے آئے آپ نے فرمایا کہ سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں بڑے شد و مد سے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مذہب آسمانی مذہب نہیں ہوسکتا جس میں توحید نہ ہو اور ویدک دھرم ہی توحیدی دھرم ہے میرا دعویٰ ہے کہ اس وقت سوائے اسلام کے دنیا میں کوئی توحیدی مذہب نہیں ہے ساتھ ہی میرا یہ دعویٰ ہے کہ ویدوں میں بجز اصنام پرستی اور عناصر پرستی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ دو روز کی بحث میں مولینا نے اپنے دعوے کو ثابت کر دیا۔ اس انجمن کی اہمیت کا اندازہ اس کے دفتر مہتممین کی شخصیتوں سے بخوبی ہوسکتا ہے انجمن کے اہتمام کی خدمت جن ہاتھوں میں رہی وہ یہ ہیں:۔

(۱) مولینا مفتی کفایت اللہ
(۲) مولینا محمد یونس صدر مدرس دارالعلوم معینیہ و خطیب اجمیر شریف
(۳) مولینا رفعت اللہ بدایونی
(۴) مولینا شمس الدین سالک لاہوری وغیرہ

مدرسہ عالیہ کلکتہ کی مدرسی

۱۹۱۱ء میں مولینا حقانی کو مجبور کیا گیا کہ وہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی صدر مدرسی کی خدمت انجام دیں مولینا موصوف اس وقت زیادہ کمزور ہوگئے تھے۔ اس لئے آپ نے عذر و معذرت کی۔ مگر آخر مجبور ہوکر اس خدمت کو قبول کرلیا اور کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں کی آب و ہوا نے آپ کی صحت پر برا اثر ڈالا چنانچہ ۱۹۱۶ء کے آخر میں علیل ہوکر دہلی تشریف لے آئے اور ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۷ء اکہتر سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۳ر جمادی الاول کی صبح کو مولینا امین الدین بانی مدرسہ امینیہ دہلی مولینا کفایت اللہ اور مولینا کرامت اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کو غسل دیا۔ تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں نے جنازے میں شرکت کی۔ حضرت مولینا اخوند محمد عمر جی نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت خواجہ باقی باللہ نور اللہ مرقدہ کے مزار اقدس کے قریب مدفون ہوئے۔

حکیم محمد اسحٰق حقانی
۲۹ر جنوری ۶۱ء